امن میرا حق

تصنیف و ترتیب

محمد راغب حسین نعیمی

ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور

Marfat.com

امن کے لیے جو کردار'' جامعہ نعیمیہ'' کا رہا ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ کیونکہ'' شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید'' نے جس جرات و بہادری کے ساتھ اس وقت خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس وقت طالبان کے خلاف فتویٰ تو دور کی بات ان کے خلاف بولنا بھی انتہائی مشکل کام تھا۔ اسی کے نتیجہ میں 12 جون 2009 کو انہیں خودکش حملہ کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کے صاحبزادے علامہ محمد راغب حسین نعیمی نے ان کے امن عالم کے لیے اٹھائے ہوئے جھنڈے کو نیچے گرنے نہیں دیا اور نہ ہی دیں گے۔ دوسری طرف جامعہ نعیمیہ کی اسلام اور پاکستان کے لیے لازوال قربانیاں ہیں اسی لیے شہر لاہور کی کوئی بھی بڑی مذہبی تحریک جامعہ نعیمیہ کی شمولیت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ علامہ محمد راغب حسین نعیمی ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ امن کے فروغ کے لیے کتابی صورت میں اسلام کی بنیادی معلومات عوام کو فراہم کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ کیونکہ وہ اپنے دادا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کی صحیح اور مثبت سوچ کے فروغ کے لیے مسلسل کام کر رہے ہیں۔ کتاب ''امن میرا حق'' میں اسلام کے صحیح خوبصورت چہرے کو جس خوبصورتی کے ساتھ علامہ محمد راغب حسین نعیمی نے پیش کیا ہے یہ ان کا خاصہ ہے۔ (محترم سہیل وڑائچ، روزنامہ جنگ)

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

امن میرا حق

تصنیف و ترتیب

محمد راغب حسین نعیمی

ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور

ناشر

ڈاکٹر سرفراز نعیمی (شہید) انسٹی ٹیوٹ برائے امن تعلیم و تحقیق

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	:	امن میرا حق
تصنیف وترتیب	:	محمد راغب حسین نعیمی
کمپوزنگ	:	محمد ارشد جاوید
سرورق	:	محمد فاروق امیر
اشاعت اوّل	:	مئی 2015ء
قیمت	:	400روپے
تعداد	:	500
ناشر	:	ڈاکٹر سرفراز نعیمی (شہید) انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم وتحقیق
رابطہ نمبر	:	0321-4908970 042-36306592
ای میل	:	rhhamdi@gmail.com

Marfat.com

''انتساب''

والد گرامی ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کے نام
جنہوں نے طالبان کی انتہا پسندی، شدت پسندی
دہشت گردی اور غیر اسلامی کارروائیوں کے خلاف
کلمہ حق بلند کیا اور اس کی پاداش میں انہیں
شہید کر دیا گیا۔

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

فہرست

پیش لفظ	۷
محمد راغب حسین نعیمی	
تقریظ......قیام امن میں جامعہ نعیمیہ کا کردار	۱۱
سہیل وڑائچ	
تقریظ......امن ہماری قومی ضرورت	۱۳
سلمان غنی	
اصلاح معاشرہ میں مساجد کا کردار	۱۷
محمد راغب حسین نعیمی	
اسلام کا تصور امن	۲۳
حافظ ارشد اقبال	
امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے	۳۷
ڈاکٹر طاہر رضا بخاری	
دہشت گردی کا پس منظر	۵۷
محمد راغب حسین نعیمی	
علمائے کرام کی ذمہ داریاں دور حاضر میں	۷۳
صاحبزادہ محمد امانت رسول	

Marfat.com

امام مسجد اپنا کاروبار کریں ۸۱

نجم ولی خان

مبلغ کی خصوصیات ۸۷

محمد راغب حسین نعیمی

مذہبی اختلافات میں راہ اعتدال ۹۹

پروفیسر حافظ محمد سلیم

فرقہ واریت اور شدت پسندی کا خاتمہ کیسے ممکن؟ ۱۲۱

حافظ ارشد اقبال

شدت پسندی ختم کرنے کے طریقے ۱۴۹

مفتی محمد حسیب قادری

بے جا تکفیری فتاوی کے منفی اثرات ۱۵۷

مفتی عمران سجاد حنفی

تنازع، اقسام، حل تنازعات ۱۶۹

محمد راغب حسین نعیمی

امن وقت کی ضرورت ۱۹۵

حافظ محمد عثمان

Marfat.com

پیش لفظ

"جامعہ نعیمیہ" اپنے آغاز سے ہی درخشاں روایات کا امین رہا ہے۔ اس کے بانی حضرت مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ نے مدارس کے تصور کو تبدیل کر کے دکھایا۔ آپ کی ذہنی وسعت نے ایک طرف اس ادارے کے ماحول کو مسلک کی تنگنائیوں سے بالاتر کر دیا تو دوسری طرف ادارے کی عماراتی حسن اور وسعت نے ادارے میں زیر تعلیم طلباء کو وسیع المشربی کا درس دیا۔ حضرت مفتی محمد حسین نعیمی علیہ الرحمۃ نے ادارے میں دینی تعلیم کے حصول میں سرگرداں طلباء کیلئے تکنیکی علوم، ٹیلرنگ اور کمپیوٹر ٹریننگ کے ساتھ ساتھ علوم عصریہ کے دروازے بھی کھول دیے۔ طلباء کی کثیر تعداد جب دونوں علوم سے متمتع ہوئی تو صرف مساجد اور مدارس ہی ان کی جولاں گاہ نہ بنے بلکہ وہ معاشرے کے ہر قابل ذکر شعبہ میں اپنی خدمات سرانجام دیتے ہوئے نظر آئے۔ تعلیم، پولیس، اوقاف، فوج اور دیگر اہم شعبہ جات میں جامعہ کے طلباء نے اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوایا ہے۔

9/11 کے بعد پوری دنیا بالعموم اور پاکستان بالخصوص دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ اب تک 60 ہزار افراد اس جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ جن میں بچے، خواتین، مرد، علماء، ڈاکٹرز، افواج اور سپاہ سے تعلق رکھنے والے سبھی شامل ہیں۔ اس دہشت گردی کے اسباب کئی نظر آتے ہیں۔ قرآن وسنت کی کم فہمی، تعلیم کا فقدان، عدل وانصاف میں تاخیر اور دیگر کئی وجوہات نے ریاست پاکستان کے پیش

Marfat.com

منظر کو دھندلا دیا ہے۔ ساتھ ہی مذہبی طبقہ کی انتہا پسندی اور شدت پسندی نے بھی معاشرے کے تانے بانے کو متاثر کر دیا ہے۔ طبقہ علماء اور مذہبی راہنماؤں کے بارے ہمیشہ یہ تاثر رہا ہے کہ وہ نرم خو، روادار اور برداشت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ 15 برسوں میں علماء کی یہ خصوصیات ایک خواب کی سی بن کر رہ گئی ہیں۔ دہشت گردی کی اس لپیٹ میں مدارس بھی آ گئے۔ کچھ مدارس کے دہشت گردوں کے سہولت کار بننے کی وجہ سے سارے مدارس کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ ایک طرف مدارس پر لگائے جانے والے الزامات کو نہ صرف دور کیا جائے اور دوسری طرف یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی اس طور پر تربیت کی جائے کہ وہ معاشرے میں قائدانہ کردار ادا کر سکیں۔ دعوت وارشاد کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پیغمبرانہ وظیفہ ''تبلیغ'' کو مؤثر انداز میں کر سکیں۔

دنیا اس وقت ''تخصص'' کے راستے پر چل رہی ہے۔ وہی فرد کامیاب ہو رہا ہے جو اپنے ''فن'' میں ماہر ہے۔ طبقہ علماء میں سے وہی کامیاب ہے جو معاشرے کے اس وقت کے سلگتے ہوئے مسائل کو نہ صرف جانتا ہو بلکہ ان کے حل کیلئے قابل عمل لائحہ عمل بھی رکھتا ہو اور اس پر عمل پیرا ہو۔ وقت کی اسی ضرورت کو پیش نظر رکھتے ہوئے جامعہ نعیمیہ نے علماء اور آئمہ کی تربیتی ورکشاپ کا اہتمام کیا۔ اس ورکشاپ میں علماء اور آئمہ کو جدید موضوعات جن کا تعلق قیام امن، تنازعات کی اقسام اور حل تنازعات، اسلام کا پیغام امن، معاشرے کی ترقی کیلئے مسجد اور امام کا کردار، علمائے حقہ کی ذمہ داریاں، شدت پسندی کا خاتمہ، دہشت گردی کی وجوہات وغیرہ پر جید علماء، پروفیسرز اور ماہرین تعلیم نے لیکچرز دیے۔ اس کے ساتھ ساتھ انہیں تنازعات کو حل کرنے کی

Marfat.com

تربیت بھی دی گئی۔ جسے تربیت میں شریک علماء نے سراہا۔

ان لیکچرز کی افادیت کی بنا پر انہیں قرطاس ابیض پر منتقل کر کے ایک کتاب "امن میرا حق" کی صورت میں پیش کیا جارہا ہے۔ تربیتی ورکشاپ میں شریک لیکچرار کے لیکچرز کو ان کی ذمہ داری پر ہی پیش کیا جارہا ہے۔ اختلاف رائے یقیناً مستحسن ہے۔ اگر کسی لیکچرار نے کسی مسئلہ پر کوئی انفرادی رائے دی ہے تو اسے بھی ان کی دلیل کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔ تاکہ احسن تک پہنچنے میں آسانی ہو سکے۔ علم کی تخلیق بھی اختلاف رائے سے ہوتی ہے۔ یقیناً اختلاف رائے کو قبول کرنے اور بہتر انداز میں اس کا جواب دینا ہی علمی میراث ہے۔ زیر دستخطی کے بھی چند لیکچرز اس کا حصہ ہیں۔ اس کتاب کی افادیت میں اضافہ کرنے کیلئے آپ کی آراء کا منتظر رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ میرا، آپ کا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ النبی الکریم ﷺ

محمد راغب حسین نعیمی

جامعہ نعیمیہ، لاہور

17-05-2015

Marfat.com

كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ.

(مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

(سورۃ آل عمران آیت ۱۱۰)

Marfat.com

قیام امن میں جامعہ نعیمیہ کا کردار

سہیل وڑائچ☆

امن ،امن تو ہر کوئی کرتا ہے اور کرنا بھی چاہیے کیونکہ پاکستان جیسے ملک کو امن کی شدید ضرورت ہے۔ پیارے وطن میں قیام امن کیلئے محب وطن افراد اور اداروں کا کردار کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔ لیکن امن کے لیے جو کردار ''جامعہ نعیمیہ'' کا رہا ہے۔ اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ کیونکہ ''شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید'' نے جس جرات و بہادری کے ساتھ اس وقت خودکش حملوں کے خلاف فتویٰ دیا۔ جس وقت طالبان کے خلاف فتویٰ تو دور کی بات ان کے خلاف بولنا بھی انتہائی مشکل کام تھا۔ اسی کے نتیجہ میں 12 جون 2009 کو انہیں خودکش حملہ کے ذریعے شہید کر دیا گیا۔ مجھے خوشی ہے کہ ان کے صاحبزادے علامہ محمد راغب حسین نعیمی نے ان کے امن عالم کے لیے اٹھائے ہوئے جھنڈے کو نیچے گرنے نہیں دیا اور نہ ہی دیں گے۔ دوسری طرف جامعہ نعیمیہ کی اسلام اور پاکستان کے لیے لازوال قربانیاں ہیں اسی لیے شہر لاہور کی کوئی بھی بڑی مذہبی تحریک جامعہ نعیمیہ کی شمولیت کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔ میں نے ''امن میرا حق'' کتاب کے مختلف مضامین کا مطالعہ کیا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ علامہ محمد راغب حسین نعیمی ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ لاہور نے بڑی محنت اور عرق ریزی کے ساتھ امن کے فروغ کے لیے کتابی صورت میں اسلام کی بنیادی معلومات عوام کو فراہم کر کے بہت بڑی خدمت سرانجام دی ہے جس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے

☆......تجزیہ کار، کالم نگار و ایڈیٹر ایڈیٹوریل ''روزنامہ جنگ'' لاہور

Marfat.com

کیونکہ وہ اپنے دادا مفتی محمد حسین نعیمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور شہید پاکستان ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی شہید کی صحیح اور مثبت سوچ کے فروغ کے لیے مسلسل کام کر رہے ہیں۔ کتاب ''امن میرا حق'' میں اسلام کے صحیح خوبصوت چہرے کو جس خوبصورتی کے ساتھ علامہ محمد راغب حسین نعیمی نے پیش کیا ہے یہ ان کا خاصہ ہے۔

ویسے تو کتاب جامعہ نعیمیہ میں ہونے والی امن ورکشاپس کا خلاصہ ہے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جن آئمہ، خطباء اور مبلغات نے امن ورکشاپس میں حصہ لیا ہوگا وہ حقیقت میں امن کی طرف مائل بھی ہوئے ہوں گے اور امن پر کاربند بھی رہیں گے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ امن کے لیے کام کرنے والے اداروں کو مزید منظم انداز میں کام کرنے کی توفیق دے۔

Marfat.com

امن ہماری قومی ضرورت

سلمان غنی☆

امن واستحکام کسی بھی ملک اور معاشرے کی ترقی اور خوشحالی کا بنیادی زینہ ہے یہی وجہ ہے کہ ہر ملک اور ہر معاشرہ امن پر کمپرومائز نہیں کرتا اور امن کو اپنی ترجیحات میں سرفہرست رکھتے ہوئے اسے یقینی بنانے کیلئے ممکنہ اقدامات کرتا ہے اور انہیں خوب معلوم ہوتا ہے کہ امن ہوگا تو ملک اقتصادی شاہراہ پر گامزن ہوگا امن ہوگا تو صنعتی وتجارتی عمل آگے چلے گا۔ امن ہوگا تو لوگوں کی زندگیوں میں اطمینان آئے گا اور تمام ادارے اپنے اپنے مقاصد کے تحت کام کرتے ہوئے اپنی حکومتوں کو مطلوبہ نتائج فراہم کرینگے۔

یوں تو پاکستان کے اندر بھی ایک طویل عرصہ تک امن کی صورتحال طاری رہی۔ حکومت اور ادارے اپنے اپنے طور پر ملک کی ترقی وخوشحالی کیلئے سرگرم رہے اور بلاشبہ پاکستان نے ترقی وخوشحالی کے عمل میں نمایاں کامیابیاں بھی لیں یہاں تک کہ مسائل اور مشکلات کے باوجود پاکستان نیوکلیئر پاکستان بھی بنا۔ ہاں البتہ پاکستان جب سے نیوکلیئر پاور بنا یہ دشمن کی آنکھ میں کھٹکنے لگا اور دشمن نے پاکستان کو کمزور کرنے کیلئے بیرونی جارحیت مسلط کرنے کے بجائے اندرونی طور پر عدم استحکام اور انتشار پیدا کرنے کا منصوبہ بنایا اور اس پر اپنی طے شدہ حکمت عملی کے تحت اربوں روپے خرچ بھی کئے اور کسی حد تک اس میں کامیاب بھی رہے لیکن پھر بھی دشمن پاکستان کی نیوکلیئر

☆......ایگزیکٹو ایڈیٹر روزنامہ دنیا و ڈائریکٹر نیوز دنیا نیوز، لاہور

Marfat.com

حیثیت کی وجہ سے براہ راست کسی آپشن کو بروئے کار نہ لا سکا۔ پاکستان آج اس نہج پر کیوں پہنچا؟ پاکستان میں امن واستحکام کیوں قائم نہ ہو سکا؟ اس کی بڑی وجہ ہماری خارجہ پالیسی اور مختلف اوقات میں بیرونی دباؤ کے تحت اس میں آنے والی تبدیلیاں ہیں۔ نو گیارہ کے واقعات کے بعد ہم ایک بیرونی کال پر دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فرنٹ لائن کنٹری بنے یا بنا دیئے گئے لیکن یہ ایک بڑی حقیقت ہے کہ یہاں سے ہماری تباہی و بربادی کا آغاز ہوا اور آج ہم امن کیلئے تڑپ رہے ہیں، مچل رہے ہیں اور امن کا خواب یقینی نہیں بن پا رہا۔ ہم صبح شام امن واستحکام کی باتیں کرتے ہیں لیکن امن واستحکام میں اپنی اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ محض اعلانات بیانات پر اکتفا ہوتا ہے لیکن عملاً اقدامات نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اس مقصد میں ناکام رہے۔ دہشت گردی کی جس جنگ کا ہم حصہ بنے۔ جن کے کہنے پر بنے وہ تو افغانستان سے پتھر چاٹ کر اپنا بستر بوریا گول کر کے یہاں سے چلتے بنے لیکن جاتے جاتے اس جنگ کا ملبہ ہم پر پھینک گئے اور ہم آج تک اس جنگ میں جل رہے ہیں اس سے نجات ملک کا سب سے بڑا مسئلہ بن گیا ہے۔ بدقسمتی سے یہ مسئلہ حل ہونے کے بجائے ہماری ناقص پالیسیوں کے باعث پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتا گیا اور اس کی بڑی وجہ دہشت گردی کی نوعیت کو سمجھنے میں بڑا ذہنی انتشار ہے۔ کیونکہ یہ دہشت گردی صرف مذہبی یا مسلکی دہشت گردی نہیں۔ اس دہشت گردی کی بنیاد تو اس وقت بنی جب پاکستان نام نہاد دہشت گردی کی جنگ میں جونیئر پارٹنر کے طور پر شریک ہوا اور پھر دہشت گردی کی ایک اور قسم علاقائی فسادات کا کھیل کھیلنے والی قوتوں علیحدگی پسند تحریکوں اور بیرونی قوتوں کے ہاتھوں میں کھیلنے والے تخریب کاروں اور

Marfat.com

پیشہ ور مجرموں سب کا کردار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہم جب امن کو ایک قومی ضرورت کے طور پر محسوس کرتے ہیں تو اس کیلئے ایک ہمہ جہتی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔ ہم دہشت گردی کو بنیاد بنانے کے بجائے اگر لاقانونیت کو بنیاد بناتے ہوئے قانون پر اثرانداز ہونے والوں اور حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے والوں کے خلاف سرگرم ہوں تو شاید مطلوبہ نتائج مل سکیں۔ اس کیلئے بھی ہمیں نت نئے قوانین میں الجھنے کے بجائے اگر موجودہ قوانین پر ہی اعتماد کرتے ہوئے اس پر عملدرآمد یقینی بنانا شروع کردیا جائے تو ہم امن کی منزل کی طرف آگے بڑھ سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمارے ہاں مسئلہ قانون کی موجودگی کا نہیں بلکہ قانون کے احترام اور اس کے عملی نفاذ کا رہا ہے۔ متعدد بار دہشت گردی کے خلاف قوانین بھی بنے ، انسداد دہشت گردی کی عدالتیں اور قومی عدالتیں بھی بنیں، لیکن مطلوبہ نتائج نہیں مل سکے۔ لیکن آج ہم تاریخ کے ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں ایک جانب ضرب عضب کے تحت ہماری مسلح ا دہشت گردی کی جڑیں کاٹنے کیلئے دہشت گردوں کے خلاف سرگرم ہیں تو دوسری طرف ہماری کمزور حکومتیں سویلین اداروں کو بروئے کار لاکر شدت پسندی اور انتہاپسندانہ رجحانات کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہماری مذہبی جماعتیں خصوصاً مختلف مکاتب فکر کے ذمہ داران' علماء وخطباء حضرات دہشت گردی کیخلاف اپنا ملی' قومی اور مذہبی کردار ادا نہیں کرینگے اور دہشت گردوں کی تنظیموں سے مکمل ناطہ توڑتے ہوئے یہ باور کرانے میں کامیاب نہیں ہونگے کہ اسلام کا ایسی دہشت گردی سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ اسلام محبت' اخوت اور بھائی چارہ کا مذہب ہے اور اسلام کو ہی بروئے کار لاکر عالمی' علاقائی اور مقامی سطح پر امن قائم کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے۔تب تک امن ایک خواہش تو ہو سکتی ہے مگر اسے یقینی نہیں بنایا جا سکتا۔ہاں اس میں میڈیا کا بھی کردار ہے اور جس ملک کا میڈیا اپنے ملک اور معاشرے میں یقینی امن کو اپنا مشن بنا لے اور طے کر لے کہ ہمیں انتہا پسندی' شدت پسندی اور دہشت گردی کا نہ صرف حصہ بننا ہے بلکہ اس مکروہ عمل میں شریک کسی فرد' گروہ یا جماعت کی بالواسطہ یا بلاواسطہ مدد نہیں کرنی تو پھر کہا جا سکتا ہے کہ اس ملک اور معاشرے میں امن کا خواب حقیقت بنے۔لہٰذا پاکستان کے میڈیا کو بھی اپنی ترجیحات میں ملک میں سیاسی و اقتصادی استحکام کیلئے امن کو ہی ترجیح دینا ہوگی اگر ایسا ممکن ہوتا ہے تو پھر ہمیں امن و استحکام کی منزل پر پہنچنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

Marfat.com

اصلاح معاشرہ میں مساجد کا کردار

مولانا محمد راغب حسین نعیمی☆

اسلامی اداروں میں مسجد نہایت اہم مقام رکھتی ہے ۔ یہ صرف جائے عبادت ہی نہیں بلکہ معاشرے کی اصلاح اور اجتماع کا ایک مقام بھی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے دور مبارک میں مسجد کی حیثیت ایک سماجی مرکز کی تھی ۔ معاشرے کے تمام اہم امور کی انجام دہی اسی مرکز ''مسجد'' میں ہوتی تھی۔ سیرت رسول ﷺ کی روشنی میں مسجد معاشرے کی سوچ کے ارتکاز اور اصلاح کیلئے درج ذیل کردار ادا کرتی رہی ہے۔

۱) مقام عبادت:

مسجد در حقیقت مقام عبادت ہے۔ مسلمان پانچ وقت اور جمعہ وعیدین کی نماز کے لئے اسی مقام پر جمع ہو کر اسلام سے محبت کا اظہار کرتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کسی آبادی کیلئے سب سے پہلے مسجد کے قیام کا اعلان فرماتے تھے کہ وہاں سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام بلند ہو۔ مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کا قیام اسی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ مسجد نبوی میں مرد وعورت، بچے بوڑھے، عربی وعجمی، مسلم وغیر مسلم سب داخل ہوتے تھے۔ مگر آج ہم نے اپنی اپنی مساجد کو محدود کر دیا ہے۔

۲) مقام دعوت وتبلیغ:

اسلام کی ترویج کیلئے مسجد کو نہایت اہم مقام حاصل رہا ہے۔ اسلام کی دعوت اور تبلیغ کیلئے نبی کریم ﷺ مسجد کو ہی استعمال فرمایا کرتے تھے۔ حتی کہ دیگر

☆ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ وچیئر مین سرفراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم وتحقیق

Marfat.com

مذاہب کے پیروکاروں اور راہنماؤں کے ساتھ، مکالمہ اور گفتگو مسجد نبوی میں ہی ہوتی تھی۔ غیر مسلموں کو مسجد میں آنے سے منع نہیں کیا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ نجران کے عیسائی وفد نے مسجد نبوی میں اپنے طریقہ کار کے مطابق باجازت رسول اکرم ﷺ عبادت کی تھی۔

۳) مقام تعلیم و تعلم:

دین اسلام کی تبلیغ کے ساتھ ساتھ مسجد دور نبوی ﷺ سے ہی تعلیم و تعلم کا مقام رہی ہے۔ مسجد نبوی سے متصل "مقام صفہ" اصحاب نبی ﷺ کیلئے مقام تعلیم و تعلم تھا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کا ایک گروہ وہاں جمع رہتا اور دین اسلام کی تعلیم حاصل کرتا۔ انہیں لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ بعد میں آنے والے ادوار میں مسلمانوں نے اپنی تہذیب کی ترویج مسجد سے متصل بڑے بڑے مدارس کی تعمیر اور ان میں تدریسی سرگرمیوں کے اجراء سے کی۔ آج بھی اگر ایک امام اپنی مسجد میں ناظرہ اور درس قرآن کریم کی تعلیم دے تو اس کا تعلق سماج سے مضبوط بنیادوں پر استوار ہو سکتا ہے۔

۴) حکومتی اجلاس اور اظہار رائے عامہ:

نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کو خصوصی و عمومی مشاورت کیلئے مسجد میں ہی بلا لیا کرتے تھے۔ صحابہ کرام مسجد نبوی میں اہم معاملات پر غور و فکر کرنے، معاشرے کی بہتر اصلاح اور ترقی کیلئے تدابیر پر گفتگو آپ ﷺ کی موجودگی میں مسجد میں ہی کرتے تھے۔ اسی طرح ہر اہم معاملہ کا فیصلہ چاہے وہ سفارت کاری کا مسئلہ ہو یا جنگ کا،

Marfat.com

گورنروں کا چناؤ ہو یا سپہ سالار کا، لوگوں کے فوجداری معاملات کے فیصلے ہوں یا دیوانی معاملات، سارے فیصلے مسجد میں ہی مرتب ہوتے۔

۵) عائلی معاملات پر مشاورت:

نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے درمیان ہونے والے عائلی معاملات کا فیصلہ اور اس بارے میں مشاورت مسجد میں فرمایا کرتے تھے۔حتی کی نکاح وطلاق کے معاملات بھی مسجد میں ہی حل کیے جاتے۔آج خاندانی اور عائلی سطح پر بڑھتا ہوا اختلاف اور نزاع جو آگے چل کر مقدمہ بازی، نفرتوں اور خاندانوں میں دشمنی پر ختم ہوتا ہے، کی بنیادی وجہ بھی یہی ہے کہ معاشرے میں رہنے والوں نے مسجد کے ساتھ اپنے تعلق کو مشاورت کیلئے ختم کرلیا ہے۔

۶) سماجی سرگرمیوں کا مقام:

ماضی میں مسجد معاشرے کے تانے بانے کو قائم رکھنے میں اہم کردار ادا کرتی رہی ہے۔ادائیگی فرائض کیلئے مسجد میں آنے والے ایک دوسرے سے ملتے اور حالات سے آگاہ رہتے تھے۔حتی کہ نبی کریم ﷺ کسی صحابی کی عدم موجودگی پر اس کے بارے دریافت فرماتے اور اس کے حالات جاننے کی کوشش کرتے۔اگر وہ کسی مشکل میں ہوتا تو آپ ﷺ اس کی مدد کرنے کی کوشش کرتے اور اگر وہ کسی بیماری میں مبتلا ہوتا تو آپ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر اس کی عیادت کیلئے جاتے اور اس کی صحت کیلئے دعا کرتے۔عیادت کیلئے مسلم غیر مسلم کی کوئی تفریق نہ تھی۔

Marfat.com

۷) علاج معالجے اور طبی امداد:

اسلامی تمدن میں باقاعدہ ہسپتال کا وجود تاخیر سے عمل میں آیا۔ اس کی بنیادی وجہ مساجد میں ہی علاج معالجہ کی سہولت کا دستیاب ہونا تھا۔ نبی کریم ﷺ کے دور مبارک اور بعدازاں جنگوں میں ہونے والے زخمیوں اور دیگر بیماروں کا علاج معالجہ مسجد میں ہوا کرتا تھا۔ برصغیر پاک و ہند میں 100 سال قبل مساجد کے ائمہ امامت کے ساتھ ساتھ حکمت بھی کیا کرتے تھے۔ اس طرح معاشرے کے ساتھ ان کا نہایت قریبی تعلق قائم ہوتا تھا۔ آج بھی فلاح انسانیت کے امور، حادثات اور آفات میں خلق خدا کی خدمت اور بنیادی طبی امداد کی فراہمی مسجد و امام اور معاشرے کے مابین موجود دوریوں کو ختم کر سکتی ہے۔ آج بھی مختلف مسلم ممالک (انڈونیشیا، ملائیشیا) میں مساجد کو فری طبی امداد کیلئے بھی استعمال میں لایا جا رہا ہے۔

۸) مقام حل تنازعات:

تنازع انسانی زندگی کا اہم جزو ہے۔ عائلی زندگی ہو یا سماجی معاملات، معاشی معاملات ہوں یا دیگر تنازعات مسجد میں بیٹھ کر آسانی سے حل کیے جا سکتے ہیں۔ مسجد کے تقدس کے پیش نظر نہ صرف ہر کوئی سکون کے ساتھ ایک دوسرے کی بات سنتا ہے بلکہ امام مسجد کے کیے ہوئے فیصلوں کو قبول بھی کرتا ہے۔ اسی طرح دو افراد، خاندانوں یا گروہوں کے درمیان پیدا ہونے والے تنازعات کو مسجد میں بہتر اور مؤثر انداز سے حل کیا جا سکتا ہے۔

Marfat.com

۹) تعمیر امن اور قیام امن:

اسلامی مشاورتی اصول اپنا کر مساجد معاشرے میں نہ صرف تعمیر امن کا باعث بن سکتی ہیں بلکہ اس مقام سے امن کیلئے بھی خاصی کوششیں کی جا سکتی ہیں۔ مسجد میں موجود امام فیصلہ کرتے وقت اگر ان اصولوں پر عمل کرے تو یقیناً ایک طرف اس کی اپنی شخصیت پر اثر بنے گی تو دوسری طرف اس کے کئے فیصلوں کو فریقین تسلیم بھی کریں گے۔

۱۰) قیام امن کے سنہری اصول:

ایک امام مسجد ان سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر معاشرے میں امن قائم کر سکتا ہے۔

i) اعتماد و بھروسہ ii) ذاتی معاملات کو صیغہ راز میں رکھنا

iii) فریقین کا احترام iv) مثبت رویہ

v) جذباتیت سے گریز vi) مشاورت اور ثالثی میں فرق سمجھنا

vii) لوگوں کیلئے بہتری کا حصول

viii) لوگوں کے مابین جھگڑا ختم کرنا

ix) دوسروں کی ثقافت و تہذیب کو سمجھنا

x) معاشرے کے افراد کے معاملات کی بہتری کیلئے سوچنا

xi) مقامی روایات اور قوانین کا شعور و آگہی

xii) معاشرے کے فعال افراد سے رابطہ سازی۔

Marfat.com

xiii) اللہ سبحانہ وتعالیٰ اور اس کی مخلوق کے درمیان تعلق قائم کرنا اور انہیں ان کی روح کی غذا دے کر پرسکون کرنا۔

درج بالا گفتگو سے واضح ہو جاتا ہے کہ ''مسجد'' نہ صرف جائے عبادت ہے بلکہ ''سماجی مرکز'' بھی ہے۔ مسجد کو آج دوبارہ سے سماجی مرکز بنانے کی ضرورت ہے۔ سماجی مرکز کی حیثیت سے مسجد کو معاشرے میں ہونے والے تنازعات ختم کرنے کیلئے اہم ستون کے طور پر استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ تعمیر امن اور قیام امن کیلئے بھی کوششیں کی جا سکتی ہیں۔ ''ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ'' ذہن میں رکھتے ہوئے ہم میں سے ہر ایک جب مسجد کو اس کا اصل مقام دلانے کیلئے کوشاں ہوگا تو یقیناً اس مقام کو دوبارہ وہی اہمیت حاصل ہو جائے گی جو ماضی میں اسے حاصل تھی۔ اس امر کے حصول کیلئے سب سے زیادہ ذمہ داری ائمہ مساجد کی ہے۔ یقیناً وہ اپنی کوشش وکاوش اور محنت سے اسے وہ مقام دوبارہ دلانے میں کامیاب ہو سکتے ہیں جو اس کا اصل مقام ہے۔

.......................☆☆☆.......................

Marfat.com

اسلام کا تصورِ امن

حافظ ارشد اقبال☆

ا۔ تعارف:

قرآن و سنت کے مطالعے سے واضح ہے کہ مسلم معاشرے کی تشکیل "کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَانًا" کے ارشاد رسول ﷺ سے عبارت ہے۔اس فرمان کے مطابق اللہ کی بندگی کے بعد اہم ترین امر باہمی اُخوت و محبت اور امن کا قیام ہے۔گویا اسلام کسی درجہ پر بھی بغض و حسد اور فتنہ و فساد کی اجازت نہیں دیتا، خواہ یہ انفرادی سطح کا معاملہ ہو یا اجتماعی سطح کا۔

۲۔ قرآن و سنت کی روشنی میں قیام امن کی تاکید:

زندگی کے تمام گوشوں کو فتنہ و فساد سے محفوظ رکھنے کے لیے حضور نبی اکرم ﷺ نے اُمت کو یہ تاکید فرمائی کہ وہ آپس میں اُنس و محبت کو فروغ دیں اور قتل و خون ریزی کے جذبہ کو نہ درآنے دیں:

ترجمہ: "میرے بعد کافروں کا سا شعار نہ اختیار کر لینا کہ تم میں سے بعض، بعض کی گردن مارنے لگیں۔"(۱)

(i) مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی اور قیام امن:

مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کے سلسلہ میں حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

والّذی نَفسِی بِیَدِہٖ لایُؤمنُ احد حتّٰی یحبّ لأخیہ مایُحبُّ لِنَفسِہ(۲)

☆......ڈائریکٹر الخضر ریسرچ سنٹر، لاہور

Marfat.com

ترجمہ: ''قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے!
کوئی بندہ اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے دوسرے بھائی کے لیے
وہی پسند نہ کرے جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہو۔''

(ii) اللہ کے بندوں کی صفات سے امن پر دلائل:

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ط وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ O (۳)

ترجمہ: ''اور (اہل ایمان) غصہ ضبط کرنے والے ہیں اور لوگوں سے (ان کی غلطیوں پر) درگزر کرنے والے ہیں، اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت فرماتا ہے۔''

قرآن حکیم نے اہلِ حق کے اوصاف بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ وہ سراپا امن، محبت اور پیکرِ اُخوت ہوتے ہیں:

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا O (۴)

ترجمہ: ''اور (خدائے) رحمان کے (مقبول) بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستگی سے چلتے ہیں اور جب ان سے جاہل (اکھڑ) لوگ (ناپسندیدہ) بات کرتے ہیں تو وہ سلام کہتے (ہوئے الگ ہوجاتے) ہیں۔''

(ii) بے امنی کے خاتمے کے لیے قرآنی حکم:

آپس کی ناچاقی اور پھوٹ کو باہمی اتفاق اور امان سے بدلنے کے لیے یوں

Marfat.com

تلقین فرمائی گئی:

لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوٰهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ اِصْلَاحٍ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا○(۵)

ترجمہ: ''ان کے اکثر خفیہ مشوروں میں کوئی بھلائی نہیں سوائے اس شخص (کے مشورے) کے جو کسی خیرات کا یا نیک کام کا یا لوگوں میں صلح کرانے کا حکم دیتا ہے اور جو کوئی یہ کام اللہ کی رضا جوئی کے لیے کرے تو ہم اس کو عنقریب اجر عطا کریں گے۔''

۳۔ سماجی رویے میں نرم خوئی قیامِ امن میں معاون:

حضور نبی اکرم ﷺ نے غیظ و غضب کی جگہ نرمی اور حسنِ خلق کی تعلیم دی ہے۔ کیونکہ اس سے ہی امن و امان کو قوت حاصل ہوتی ہے اور قوم و ملک فتنہ و فساد سے بڑی حد تک محفوظ رہتے ہیں۔ اگر ایک فریق سخت ہوا اور دوسرا اس کے مقابلہ میں نرمی کی پالیسی اختیار کر لے تو یقیناً مشتعل جذبات ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ آپ ﷺ نے نرمی کے پہلو کو اختیار کرنے کے حوالے سے فرمایا:

ترجمہ: ''بے شک اللہ تعالیٰ نرم خو ہے اور نرمی کو پسند کرتا ہے اور وہ نرمی پر جو کچھ عطا کرتا ہے جو وہ سختی اور اس کے علاوہ دوسری چیزوں پر نہیں عطا فرماتا۔''(۶)

نبی اکرم ﷺ نے معاشرتی اور سماجی سطح پر قیام امن کا آغاز افراد معاشرہ کی اخلاقی تربیت سے فرمایا۔ آپ ﷺ نے حُسنِ اخلاق کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا:

اِنّ من احبّکم الیّ احسنکم اخلاقاً(۷)

ترجمہ: ''تم میں سے مجھے سب سے زیادہ محبوب وہ ہے جو تم میں حسنِ خلق

Marfat.com

میں بڑھا ہوا ہے۔"

نبی اکرم ﷺ نے جس سماجی شعور کا ابلاغ فرمایا، اس میں انسانی حقوق کی حرمت واضح حیثیت رکھتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق بالخصوص انسان سے بہت محبت رکھتا ہے اور اس کی تکلیف واذیت کو جو خود انسانوں کی طرف سے ہو، گوارا نہیں فرماتا ہے۔" اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے ابن آدم! میں بیمار ہوا اور تو نے میری عیادت نہ کی، وہ حیرت سے جواب میں کہے گا پروردگار عالم! میں تیری عیادت کیسے کرتا، تو تو ساری دنیا کا خود پالنہار ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تیرے علم میں یہ بات نہیں تھی کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہو گیا اور تم نے اس کی عیادت نہیں کی؟ کیا تمہیں خبر نہیں تھی کہ اگر اس کی عیادت کو تم جاتے تو مجھے اس کے پاس پاتے۔ اے اولاد آدم! میں نے تم سے کھانے کا مطالبہ کیا! لیکن تم نے مجھے کھانا نہیں کھلایا۔ بندہ بول اٹھے گا، اے رب! میں کیسے کھلاتا تو تو خود سارے عالم کی پرورش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا یہ بات نہیں پیش آئی کہ میرے فلاں بندے نے تم سے کھانا چاہا اور تم نے اسے نہیں کھلایا، کیا تم کو خبر نہیں تھی کہ اگر تم اسے کھلاتے تو تم مجھے وہاں موجود پاتے۔ اے آدم کی بیٹو! میں نے تم سے پانی کی خواہش کی اور تم نے پانی نہیں پلایا۔ بندہ چیخ پڑے گا، پروردگار! تو رب العالمین ہے، میں تجھے کس طرح پانی پلاتا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا اور تم نے توجہ نہیں دی حالانکہ اگر تو اسے پانی پلاتا تو یقیناً تو اس کا بدلہ میرے پاس پاتا۔"

Marfat.com

۴۔ قیام امن اور مسلمانوں کا باہم تعلق:

نبی اکرم ﷺ نے عام مومنین کو باہم اُلفت و محبت اور اُخوت و ہمدردی کی یوں تلقین فرمائی:

ترجمہ: ''مومنین آپس میں باہمی رحم دلی، پیار و محبت اور نرم رویہ کی وجہ سے ایک جسم کی مانند ہوتے ہیں کہ جب اس کا ایک عضو درد میں مبتلا ہوتا ہے تو اس کے درد کی وجہ سے پورا جسم درد اور بخار میں مبتلا ہو جاتا ہے۔''(۸)

۵۔ قیام امن اور اہل قرابت سے تعلق:

سماجی امن کے قیام کے لیے آپ ﷺ نے یہ تعلیم دی کہ بڑوں کی عزت کی جائے اور چھوٹوں سے شفقت و محبت کا برتاؤ کیا جائے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لیس منّا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا(۹)

ترجمہ: ''جو شخص ہمارے چھوٹوں پر مہربانی نہ کرے اور نہ ہمارے بڑوں کی بزرگی کا لحاظ و پاس نہ کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

۶۔ امن کو تباہ کرنے والے سماجی رویے:

امن کو تباہ کرنے والے سماجی رویے درج ذیل ہیں:

(i) تکبر و غرور:

سماجی رویوں میں غرور و تکبر امن کو تباہ کر دیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لایدخل الجنّة أحد فی قلبه مثقال حبّة من خردل من

Marfat.com

کبر۔(۱۰)

ترجمہ: ''کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی تکبر ہوگا۔''

(ii) غصہ:

امن وامان اور سکون واطمینان کو جو چیزیں برباد کرتی ہیں ان میں بے موقع غصہ بھی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے اس سے بھی سختی سے منع فرمایا۔ کیونکہ غصہ انسان کو حدِ اعتدال پر قائم نہیں رہنے دیتا۔ ایک دفعہ ایک شخص آپ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور درخواست کی کہ وصیت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ غصہ نہ کرو، اس نے بار بار اپنا سوال دہرایا۔ مگر آپ ﷺ نے یہی جواب دیا: **''لاتغضب''** ''غصہ نہ کیا کرو۔''

ایک بار آپ ﷺ نے فرمایا کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو اکھاڑے میں کسی کو پچھاڑ دے بلکہ پہلوان وہ ہے جو غصہ میں اپنے آپ پر قابو رکھے۔

(iii) انتقام:

انتقام بھی امن کو برباد کردیتا ہے، انتقام کی ممانعت کے حوالے سے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

ترجمہ: ''دورِ جاہلیت کا سب کچھ میں نے اپنے پیروں تلے روند دیا۔ زمانہ جاہلیت کے خون کے سارے انتقام اب کالعدم ہیں۔ پہلا انتقام جسے میں کالعدم قرار دیتا

Marfat.com

ہوں، میرے اپنے خاندان کا ہے۔ ربیعہ بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے مار ڈالا تھا، اب میں معاف کرتا ہوں۔'' (۱۱)

۷۔ قیام امن کی قومی جہت:

قیام امن کی قومی جہت کے حوالے سے چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

(i) امن برباد کرنے والوں کی سزا:

وہ لوگ جو زمین پر فتنہ و فساد برپا کرتے ہیں اور لوگوں کا امن و سکون برباد کرتے ہیں ان کے متعلق ارشاد ربانی ہے:

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ۝ (۱۲)

ترجمہ: ''بیشک جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد انگیزی کرتے پھرتے ہیں (یعنی مسلمانوں میں خونریزی، رہزنی اور ڈاکہ زنی وغیرہ تک کے مرتکب ہوتے ہیں) ان کی سزا یہی ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا پھانسی دیئے جائیں یا ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹے جائیں یا (وطن کی) زمین (میں چلنے پھرنے) سے دور (یعنی ملک بدر یا قید) کر دیئے جائیں۔ یہ (تو) ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہے اور ان کے لئے آخرت میں (بھی) بڑا عذاب

Marfat.com

ہے۔“

(ii) فتنہ گر کا دوہرا جرم:

فتنہ گر دوہرے جرم کا مرتکب ہوتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ اور مخلوق کو پامال کرتا ہے۔ اس لیے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی کی اور اس کی حدوں کو توڑا، اور انسانوں کی جان یا مال یا دونوں کو نقصان پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کے حق کا تقاضا یہ ہے کہ اس پر شرعی حد جاری کی جائے اور انسانی حقوق کا مطالبہ ہے کہ اس سے بدلہ لیا جائے، زخم و قتل کا بھی اور مال و دولت کا بھی، چنانچہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ اس آیت کے سلسلہ میں فرماتے ہیں:

”جب کوئی رہزنی کرے اور بدامنی پھیلائے تو دیکھا جائے گا کہ اگر اس نے قتل کا ارتکاب بھی کیا ہے اور مال بھی لیا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا، پھر قتل کیا جائے یا پھانسی چڑھایا جائے گا اور اگر اس نے صرف قتل کیا ہے اور مال نہیں لیا ہے تو اسے قتل کیا جائے گا اور اگر صرف مال چھینا ہے اور قتل نہیں کیا ہے تو اس کا دایاں ہاتھ اور بایاں پاؤں کاٹا جائے گا اور اگر صورت یہ پیش آئی ہے کہ اس نے نہ قتل کیا اور نہ مال لیا صرف ڈرایا دھمکایا ہے تو اسے جلاوطن کر دیا جائے گا۔“ (۱۳)

۸۔ قیامِ امن کی بین الاقوامی جہت:

(i) نبی اکرم ﷺ نے عام انسانی برادری کے ساتھ رحم و کرم کی تاکید فرمائی۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

لا یرحم اللہ من لا یرحم الناس۔

Marfat.com

ترجمہ: ”جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر رحم نہیں فرماتا۔“ (۱۴)

(ii) انسانیت اور کائنات انسانی کے ساتھ رواداری و محبت کے سلسلہ میں فرمایا:

الراحمون یرحمهم الرحمن ارحموا من فی الأرض یرحمکم فی السماء (۱۵)

ترجمہ: ”مہربان اور ترس کھانے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے۔ لہٰذا تم زمین والوں پر رحم کرو، آسمان والا (اللہ تعالیٰ) تم پر رحم فرمائے گا۔“

(iii) عالمگیر ہمدردی کو ابھارتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا:

لیس المؤمن الذی یشبع و جاره جائع۔

ترجمہ: ”وہ شخص ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا جو خود تو پیٹ بھر کر سوئے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔“ (۱۶)

۹۔ نبی اکرم ﷺ کی عملی سیرت اور امن کا قیام:

مکی دور میں اہل مکہ نے حضور نبی اکرم ﷺ کو ہر طرح کی اذیت پہنچائی۔ اس کے بعد بھی ان لوگوں نے آپ ﷺ کو چین نہیں لینے دیا اور دن رات دین اسلام کو بیخ و بن سے اکھیڑ پھینکنے کی جدوجہد میں مصروف رہے۔ ۸ھ میں فتح مکہ کے سال جب آپ ﷺ فاتح کی حیثیت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے، تو آپ ﷺ نے یہ اعلان فرمایا: ”من دخل دار أبی سفیان فهو آمن و من أغلق بابه فهو آمن۔“ (۱۷)

ترجمہ: ”جو ابو سفیان کے گھر میں داخل ہو جائے وہ حالتِ امن میں ہے جو اپنے

Marfat.com

گھر کے دروازے بند کر لے وہ حالتِ امن میں ہے۔"

اور یہ صرف اعلان ہی نہ تھا بلکہ اس حکم پر پورا پورا عمل ہوا، اور اہل مکہ نے اس اعلان سے فائدہ اٹھایا۔ حدیث میں ہے کہ جوں ہی یہ اعلان ہوا اہل مکہ اپنے گھروں اور مسجد حرام میں چھپ گئے۔ پورے مکہ کی آبادی میں صرف چار افراد ایسے تھے جو قانون کی مخالفت کے سبب امن سے محروم رہے۔ تمام اہل مکہ کو حضور نبی اکرم ﷺ نے امن سے نوازا، اور ان کے سارے قصور سے درگذر فرمایا۔ فتح مکہ کے دن قریش اپنے گناہوں اور زیادتیوں کی وجہ سے حد درجہ خائف تھے اور اپنی جگہ یقین کیئے ہوئے تھے کہ سب کو ان کے جرائم کی سزا دی جائے گی۔ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے:

"سردارانِ قریش کعبۃ اللہ میں اس یقین کے ساتھ داخل ہوئے کہ تلوار ان کو معاف نہیں کرے گی۔"

ان ہی کا بیان ہے کہ جس وقت نبی اکرم ﷺ نے خانہ کعبہ کے دروازے پر آ کر سوال کیا کہ تم میرے متعلق کیا خیال رکھتے ہو؟ تو انہوں نے بیک زبان کہا" آپ ﷺ اپنے چھوٹوں کے بردبار بھائی اور اپنے بڑوں کے مہربان بھتیجے ہیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا:

أقول كما قال يوسف لاتثريب عليكم اليوم يغفر الله لكم وهو أرحم الراحمين۔ (۱۸)

ترجمہ: "میں یوسف (علیہ السلام) کی طرح اعلان کرتا ہوں کہ آج تمہارے لئے کوئی سرزنش نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تم کو معاف فرمائیں وہ بڑا رحم کرنے والا

Marfat.com

ہے۔''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ اس اعلان کے بعد خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی اور انہوں نے ایک نئی زندگی محسوس کی ان کے الفاظ یہ ہیں:

فخرجوا کأنما نشروا من القبور۔ (۱۹)

ترجمہ: ''وہ تمام (سردارنِ قریش) کعبہ سے اس طرح نکلے جیسے وہ قبروں سے نکل کر نئی زندگی پانے پر خوش وخرم ہوں۔''

۱۰۔ پرامن ممالک سے تعلقات کا حکم:

اسلام ایک بین الاقوامی برادری تشکیل دینے والا دین ہے۔ درج ذیل آیت مبارکہ غیر مسلموں اور غیر مسلم حکومتوں سے تعلقات کی استواری کے لیے دستور کی حیثیت رکھتی ہے:

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ○ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓي اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰۗئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ (۲۰)

ترجمہ: ''اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں فرماتا کہ جن لوگوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ نہیں کی اور نہ تمہیں تمہارے گھروں سے (یعنی وطن سے) نکالا ہے کہ تم ان سے بھلائی کا سلوک کرو اور اُن سے عدل و انصاف کا برتاؤ کرو، بیشک اللہ

Marfat.com

عدل وانصاف کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے۔O اللہ تو محض تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے سے منع فرماتا ہے جنہوں نے تم سے دین (کے بارے) میں جنگ کی اور تمہیں تمہارے گھروں (یعنی وطن) سے نکالا اور تمہارے باہر نکالے جانے پر (تمہارے دشمنوں کی) مدد کی۔ اور جو شخص اُن سے دوستی کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیںO" (۲۱)

..................☆☆☆..................

..................حوالہ جات..................

۱......صحیح بخاری، کتاب العلم، رقم:۱۲۱

۲......صحیح بخاری کتاب الایمان، باب ان یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ، رقم:۱۳

۳......آلِ عمران:۱۳۴

۴......الفرقان:۶۳

۵......النساء:۱۱۴

۶......صحیح مسلم، کتاب البر والصلہ باب فضیل الرفق، رقم:۲۵۹۳

۷......صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعود، رقم:۳۵۴۹

۸......بخاری، کتاب الادب، باب رحمۃ الناس والنائم، رقم:۵۶۶۵

۹......ترمذی، کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی رحمۃ العیان، رقم:۱۹۲۰

۱۰......سنن ترمذی، کتاب البر والصلہ عن رسول اللہ، باب ماجاء فی الکبر، رقم:۱۹۹۸

۱۱......صحیح مسلم، کتاب الحج باب حجۃ النبی ﷺ، رقم:۱۲۱۸

۱۲......المائدہ:۳۳

۱۳......مصنف ابن اَبی شیبہ

۱۴......بخاری، کتاب التوحید، رقم:۶۹۴۱

Marfat.com

۱۵......ترمذی، کتاب البر والصلہ، باب ماجاء فی رحمۃ الناس، رقم:۱۹۲۴

۱۶......مسند ابو یعلی، رقم:۲۸۹۹

۱۷......سنن ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ماجاء فی خبر مکہ، رقم:۳۰۲۲

۱۸......طحاوی شرح معانی الآثار، ج۳، ص:۲۲۵

۱۹......شرح معانی الآثار

۲۰......الممتحنہ:۸۔۹

۲۱......تلخیص مقدمہ سیرۃ الرسول ﷺ

Marfat.com

مَنْ قَتَلَ نَفْسًام بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ
فَکَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا.

جو شخص کسی کو (ناحق) قتل کرے گا (یعنی) بغیر اس کے
کہ جان کا بدلہ لیا جائے یا ملک میں خرابی کرنے کی سزا
دی جائے اس نے گویا تمام لوگوں کو قتل کیا۔

(المائدہ: آیت ۳۲)

Marfat.com

امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے

ڈاکٹر طاہر رضا بخاری☆

دنیا کی تمام قوتیں ہر زمانے میں امن کی ضرورت محسوس کرتی اور امن قائم کرنے کے لیے کوشش کرتی رہی ہیں۔ اس زمانے میں بھی ہر ملک میں امن کمیٹیاں قائم ہیں۔ اور جو ملک یا جماعت یا شخص امن قائم کرنے کے لیے کوئی خاص کام کرتا ہے تو اس کو انعام دیا جاتا ہے۔ دنیا کے تقریباً تمام ممالک کی ایک تنظیم اقوام متحدہ بھی ہے۔ جس کی سلامتی کونسل کا مقصد ہی دنیا میں امن قائم کرنا ہے۔ جب کوئی ملک کسی دوسرے ملک پر حملہ آور ہوتا ہے تو دوسرے تمام ممالک مل کر سلامتی کونسل کے ذریعے اس ظلم کو روکنے کی انتہائی کوشش کرتے ہیں۔ تاکہ ان دونوں میں دوستی ہو جائے اور دوسرے ممالک جنگ کی لپیٹ میں آنے سے بچ جائیں اور دنیا کے امن میں خلل نہ آنے پائے۔ اس کے باوجود جب بھی کسی بڑے ملک کا داؤ چلتا ہے کسی چھوٹے ملک کے خلاف جارحانہ پیش قدمی کرتا اور اسے ہڑپ کرنے کے لیے ہر قسم کے ظلم و زیادتی سے کام لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر ملک کو اپنی حفاظت کے لیے اپنے سالانہ بجٹ کا نصف سے زیادہ حصہ جنگی ساز و سامان بنانے یا خریدنے اور اپنے فوجی طاقت بڑھانے میں خرچ کرنا پڑتا ہے۔ پھر بھی ہر ملک کو اپنی سلامتی کا ہر وقت خطرہ لگا رہتا ہے۔ دنیا کے کسی خطے اور کسی ملک کے رہنے والوں کو امن و امان میسر نہیں اور اس کی وجہ سے دنیا کی دوسری راحتیں بھی میسر نہیں ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ جو بڑی طاقتیں دنیا

☆ ڈائریکٹر جنرل مذہبی امور محکمہ اوقاف پنجاب

Marfat.com

میں امن قائم کرنے کی دعویدار ہیں، ان کے سوچنے کا انداز اور کام کرنے کا طریقہ فطرت کے بالکل برعکس اور اصول کے سراسر خلاف ہے۔ کیونکہ وہ مرض کا علاج تو کرتے ہیں لیکن اس کے اسباب پر توجہ نہیں دیتے۔

آج دنیا کی تمام قومیں اخلاقی پستی کے بھنور میں گرفتار اور روز بروز پستی کی تہہ میں اترتی چلی جارہی ہیں۔ اخلاقی گراوٹ نے اچھے اور برے کی تمیز اٹھادی ہے۔ خودغرضی اور حرص نے لوگوں کو ایسا اندھا بنادیا ہے کہ وہ اپنے تھوڑے سے فائدے کے لیے دوسرے کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ اسلام ان سب برائیوں کی روک تھام کرتا ہے کیونکہ اس کی نگاہ برائیوں کی جڑ یعنی نفس کی اصلاح پر ہوتی ہے۔ نفس کی اصلاح ہو جائے تو زندگیاں سنور جاتی ہیں اور خوشی کی فضا عام ہوکر انسانیت کو پھلنے پھولنے کو موقع ملتا ہے۔

اسلام شروع سے آخر تک امن وسلامتی کا دین ہے۔ اس کی امن پسندی ہر دور میں مسلم رہی ہے۔ اسلام کسی پر زبردستی اور سختی کر کے نہیں منوایا گیا۔ قرآن حکیم کا فیصلہ ہے "لا اکراہ فی الدین" کہ دین کے بارے میں کسی پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کی بعثت سے پہلے دنیا میں امن وامان کی حالت نہایت خراب تھی۔ انسانیت دم توڑ رہی تھی۔ عجمی بادشاہوں نے دنیا کو غلام بنا رکھا تھا۔ مجبور اور بے بس انسانوں پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے جاتے تھے۔ خود عرب میں جنگ وفساد کا بازار گرم تھا۔ رسول اکرم ﷺ نے آج سے چودہ سو برس پہلے دنیا کو زندگی کے صحیح انداز سکھائے اور انسان کو صحیح مقام عطا کیا۔ قرآن حکیم نے سورہ مائدہ

Marfat.com

آیت نمبر ۳۲ میں واضح الفاظ میں بیان فرمایا: "من قتل نفسا بغیر نفس اوفساد فی الارض فکانما قتل الناس جمیعاومن احیاھا فکانما احیا الناس جمیعا "(۱) جس نے کسی شخص کو کسی جان یا فساد کے بدلے کے بغیر جو اس کی وجہ سے زمین میں پھیلا ہو، قتل کر دیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی شخص کو بچالیا تو گویا اس نے تمام آدمیوں کو بچالیا۔ قرآن مجید نے دہشت گردی، بدامنی اور فتنہ وفساد کو ختم کرنے اور اس کی مذمت کرتے ہوئے کئی اسلوب اختیار کئے ہیں۔ ارشاد ہے: "الفتنة اشد من القتل "(۲) شرارت قتل سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا ہے: "الفتنة اکبر من القتل "(۳) فتنہ قتل سے بھی زیادہ سنگین ہوتا ہے۔ معاشرتی امن وامان کو تہہ تیغ کرنے اور فتنہ وفساد کے مرتکب کو انتہائی ناپسندیدہ قرار دیا گیا ہے۔ فرمان ہے: " اللہ لایحب الفساد "(۴) اور اللہ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد ہے "ان اللہ لایحب المفسدین "(۵) یعنی اللہ فساد کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ فساد کا بنیادی سبب اور وجہ ظلم اور زیادتی کی ترویج ہے۔ اسلام مرض کی تشخیص کرتے ہوئے سب سے پہلے ان بنیادی عوامل کی بیخ کنی کرتا ہے۔ جس کے سبب فتنہ وفساد اور بدامنی کا اندیشہ ہوتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہے "ولاتعتدوا ان اللّٰہ لایحب المعتدین " (۶) کسی کے ساتھ زیادتی نہ کرو بے شک اللہ تعالیٰ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔

امن عالم کے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ طاغوتی قوتوں کی ریشہ دوانیاں اور استحصالی نظام کی بالادستی کے قیام کی کوششیں ہیں۔ قرآن نے واضح احکام

Marfat.com

میں حکم فرمادیا"ولاتفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا"(۷) زمین پر امن قائم ہو چکنے کے بعد اس میں فساد نہ مچاؤ۔احکام قرآنی اور احادیث نبویہ ﷺ میں مسلمانوں کو اس امر کا پابند بنایا گیا ہے کہ پر امن زندگی اور خوشگوار فضا کے لیے ملک کے اقتدار اعلیٰ کو مستحکم رکھیں کہ اسی سے امن وامان کا قیام ہو سکتا ہے۔مملکت کے استحکام کے لیے جائز احکام کی بجا آوری اور امیر مملکت کی اطاعت کرنی چاہیے۔(۸) اور اسی طرح اتحاد کو چھوڑ کر انتشار کی فضا پیدا کرنے والوں کی موت کو جاہلیت کی موت مرنا قرار دیا گیا ہے۔(۹)

امن عالم کے راستے میں ایک اور سب سے بڑی رکاوٹ قبائلی تعصب اور برادری ازم یا دور جدید میں بین الاقوامی سطح پر مختلف قوموں کا اتحاد ہے۔اس حوالے سے اسلام نے اپنی قوم یا اتحادیوں کا ساتھ دینے کی حدیں بھی متعین کر دی ہیں آپ نے فرمایا: جو شخص ناحق طور پر اپنی قوم کی حمایت کرے وہ اس اونٹ کی مانند ہے جو کنویں میں گر پڑے اور اسے دم سے پکڑ کر باہر نکالا جائے۔(۱۰) اسی طرح سراقہ بن مالک نے نبی ﷺ کا یہ فرمان روایت کیا ہے کہ تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو اپنی قوم کی جانب سے ظلم کی مدافعت کرے۔جب تک کہ وہ گناہ کا مرتکب نہ ہو۔(۱۱)

دنیا میں فتنہ وفساد سے بچنے اور امن کی راہیں ہموار کرنے کے لیے ایک مربوط نظام وضع کیا جا رہا ہے یہ بات محض ارشادات یا فرامین کی حد تک ہی نہیں بلکہ تربیت اور پیش آمدہ معاملات اور امور کے حوالے سے ایک مکمل لائحہ عمل اور واضح ہدایات عطا فرمائی جا رہی ہیں۔یعنی اول تو یہ فتنہ پیدا ہی نہ ہو اس کے اثرات پنپنے ہی نہ پائیں اور دوم یہ کہ اگر ایسے حالات آجائیں تو پھر ایک مسلمان کے لیے اسلام کیا

Marfat.com

لائحہ عمل مرتب کرتا ہے۔ چنانچہ دین کی منشا یہی ہے کہ ان فتنوں کی فضا میں اپنا دامن بچا کر گوشہ نشین ہو جاؤ اور اگر کہیں کوئی زیادتی بھی کر جائے تو معاشرتی امن وسکون کیلئے برداشت کر جاؤ۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"عنقریب ایک فتنہ پیدا ہوگا اور مسلمانوں میں اختلاف پیدا ہوگا جب یہ زمانہ آئے تو اپنی تلوار لے کر احد پہاڑ پر چلا جا اور تلوار کو اس پر مار یہاں تک کہ وہ ٹوٹ جائے"(۱۲)

اس فرمان سے یہ بات بخوبی اخذ کی جا سکتی ہے کہ فتنہ وفساد کی فضا میں کسی ایک گروہ کا ساتھ دینے کی بجائے خود کو محفوظ کرنا انتہائی بہتر اور معاشرتی امن کے لیے فائدہ مند ہے۔ آج بعض اوقات ایسے حوادث اور لڑائیاں جن سے ہم دامن بچا سکتے ہیں مگر محض اس لئے خود کو الگ نہیں کرتے کہ شاید اس سے دنیا ہماری کمزوری کا تاثر لے گی۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کی بڑے واضح انداز میں ہدایت فرمادی:

"تکون فتنة علی ابوابھا دعاة الی النار فان تموت وانت عاض علی جذل شجرة خیرلك من تتبع احدامنھم "(۱۳)

یعنی ان کے دروازے پر فتنے پیدا ہوں گے دوزخ کی طرف بلانے والے ہوں گے پھر اگر تو درخت کی جڑ کو چباتا ہوا مر جائے یہ تیرے لئے بہتر ہے اس سے کہ تو ان کو بلانے والوں میں سے ہو کسی ایک کی پیروی میں۔

اسی طرح اسلام نے عام لوگوں کو سر عام تلواروں کی نمائش سے بھی منع فرمادیا کہ اس سے دہشت اور وحشت کے آثار ظاہر ہوتے ہیں۔ نیز اگر بامر مجبوری کرنا بھی پڑے تو اس احتیاط کے ساتھ کیا جائے کہ تلوار یا نیزے کی نوک تک بھی کسی کو

Marfat.com

غیرارادی طور پر نہ لگے۔اسی طرح آپ تاریخ انسانی کا مطالعہ کریں تو آپ کو یہ زریں اصولوں کی کہکشاں صرف اسلام کے تابناک افق پر ہی نظر آئے گی کہ حالت جنگ میں بھی اسلام اپنے لشکر اور مجاہدین کو جو ہدایات جاری کرتا ہے ان میں امن عامہ کی تاکید کس درجہ غالب نظر آتی ہے۔

1۔عورتیں اور بچے قتل نہ کئے جائیں۔

2۔لاشوں کا مثلہ نہ کیا جائے۔

3۔دیگر مذاہب کی نہ تو عبادت گاہیں تباہ کی جائیں نہ ان کے مذہبی پیشواؤں کو قتل یا تنگ کیا جائے۔

4۔آبادیاں ویران نہ کی جائیں، جانوروں کو ہلاک نہ کیا جائے، فصلیں تباہ نہ کی جائیں اور پھلدار درخت نہ کاٹے جائیں۔

5۔اگر دشمن سے کوئی عہد باندھا جائے تو اس وقت تک اس عہد کی خلاف ورزی نہ کی جائے جب تک دشمن خود اسے توڑنے کا اعلان نہ کر دے۔لوگ اگر اطاعت قبول کر لیں تو ان پر ہاتھ نہ اٹھایا جائے۔(۱۴)

اسی طرح نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو یہودی قبائل اور دیگر کے ساتھ امن وامان کے قیام کے لیے دوستی کے معاہدے کئے جن کی اہم دفعات درج ذیل تھیں:

1۔اس معاہدے میں شریک ہونے والے ہر فریق کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔

2۔ہر فرقہ اپنے مذہبی شعائر کسی روک ٹوک کے بغیر ادا کر سکے گا۔

Marfat.com

3۔ ہر فرقے کی عبادت گاہوں کا تحفظ کیا جائے گا۔

4۔ ایک دوسرے سے دھوکہ، ظلم اور غدر نہیں کیا جائے گا۔

مذکورہ دفعات امن عالم کے قیام اور ایک خوبصورت اعلی معاشرے کی تخلیق کے حوالے سے وہ بنیادی اصول ہیں جن کی ہر دور میں ضرورت، اہمیت اور افادیت موجود رہتی ہے۔ عصر حاضر میں جب دنیا دہشت گردی کے ہاتھوں تنگ آچکی ہے۔ نت نئے کمیشن ان مسائل کو حل کرنے میں اپنی توانائیاں صرف کئے ہوئے ہیں، دنیا کے تمام مصلحین اور انقلابیوں نے عالمی امن کے نام پر انسانیت کو وہ زخم دیئے ہیں جس سے انسانیت بستر مرگ پر آن پڑی ہے۔ اہل درد اس تباہی، بے سکونی اور بدامنی کا علاج چاہتے ہیں یہ علاج اگر ممکن ہے تو صرف اور صرف دامن اسلام میں۔

لوٹ جا عہد نبی کی سمت رفتار جہاں
پھر میری پسماندگی کو ارتقا درکار ہے

امن عالم کے قیام کے راستے میں سب سے بڑی رکاوٹ ظلم اور استحصال ہے یہ خواہ انفرادی سطح پر ہو یا اجتماعی سطح پر، خواہ کسی ایک قبیلے کا ہو یا ملک کا، اسلام ظلم، استحصال اور ناانصافی کی بیخ کنی کرتے ہوئے دنیا کو رواداری اور عفو و درگزر کی طرف مائل کرتا ہے۔ خلافت فاروقی میں ایک بوڑھا ایک مکان کے دروازے پر بھیک مانگ رہا تھا۔ خلیفہ وقت امیر المومنین چپکے سے گئے اور اس کا بازو پکڑ لیا اور اس سے بھیک مانگنے کی وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ خود کمانے سے عاجز ہوں جزیہ ادا کرنے کے لئے اور ضروریات زندگی پورا کرنے کے لئے بھیک مانگ رہا ہوں۔ آپ اس کو اپنے گھر لے گئے اور اس کی ضروریات فراہم کیں اور پھر بیت المال کے افسر کو بلایا اور

Marfat.com

زیادتی سے پرہیز کرتا ہے، تقوی اور پرہیزگاری کو فروغ ملتا ہے اور اسلام اور ایمان کا لب لباب یعنی سلامتی اور امن کا چرچا ہوتا ہے۔ اور اس فکر کو عام کرتا ہے کہ تمام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ عمومی طور پر اپنے انداز اور اسلامی تعلیمات کے آئینے میں امن قائم کرنے کی بھرپور اور منظم کوشش میں ہمہ تن سرگرم عمل رہیں۔

بدامنی کے فروغ میں ایک بڑا بنیادی سبب عدم برداشت کا بھی ہے۔ معمولی معمولی باتوں پر عزتیں لٹ جاتی ہیں اور انسانی جانیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ بچوں کے معمولی جھگڑے خاندانوں کی بربادی کا پیش خیمہ بن جاتے ہیں۔ مذہب سے بے گانگی اور دین سے دوری کے سبب لوگ راہ عمل کی بجائے راہ فرار اختیار کرتے ہیں اس لئے اس متمدن دور میں بھی خودکشی کی شرح حیرت انگیز ہے۔ عدم برداشت اور تشدد پسندی کی وجہ سے مذہبی حلقے آج سب سے زیادہ عدم توازن کا شکار ہیں۔ دوسرے کے نقطہ نظر کو سننے اور برداشت کرنے کی روایت کا ختم ہو جانا معاشرتی بدامنی کی سب سے بڑی وجہ ہے۔ اسی طرح اپنے عقائد اور نظریات دوسروں پر نافذ کرنا ہر شخص اپنا حق سمجھنے لگا ہے۔ جس کے سبب مذہبی اور دینی حلقے سب سے زیادہ دہشت اور وحشت کا شکار ہو چکے ہیں۔

معاشی اور معاشرتی ناہمواری میں امیر، امیر تر اور غریب، غریب تر ہوتا جا رہا ہے ایک کو سوکھی روٹی بھی میسر نہیں اور دوسرے کے جانور بھی ڈبل روٹی اور مکھن پر پل رہے ہیں۔ محبت اور قناعت جیسے انسانی جذبے معاشرے سے مفقود ہو کر رہ گئے ہیں۔ اسی طرح سیاسی عدم توازن اور پسند و ناپسند نے بھی ہیجان خیزی اور تشدد پسندی کو فروغ دیا ہے۔ جس کی لاٹھی اس کی بھینس نے بین الاقوامی سطح پر کمزور قوموں اور

Marfat.com

چھوٹے ممالک کی زندگی اجیرن کردی ہے۔ ان تمام مسائل کا حل اگر کہیں ہے تو صرف اور صرف اسلام کے دامن امن وسلامتی میں جو کہ سراسر عدل، محبت اور امن پر مبنی ہے۔

میں سمجھتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ کے صرف ایک فرمان ۔"لا یؤمن احد کم حتی یحب لاخیہ ما یحب لنفسہ" (۱۷) "تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ اپنے بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے کرتا ہے" کو کوئی بھی معاشرہ حرز جاں بنالے تو وہ امن کا گہوارہ اور محبت کا گلستان بن جائے گا اس لئے کہ ہر شخص اپنے لئے خوبصورت، اعلی اور بہتر بات کو پسند کرتا ہے، ایمانی اور انسانی تقاضے کے مطابق جب وہ اپنے لئے پسند کی جانے والی چیز کو دوسروں کے لئے بھی مقدم بنائے گا تو اس سے ہر طرف امن اور محبت کی خوشبو پھیل جائے گی۔

تحمل، برداشت اور حلم و بردباری ان اخلاقی صفات میں سے ہیں جو افراد کے لئے انفرادی طور پر اور اقوام کے لئے اجتماعی طور پر کامیابی، عزت وعظمت اور ترقی و بلندی کا ذریعہ بنتی ہیں۔ حلم کی وجہ سے انسان کے نفس میں وہ قوت برداشت اور وہ سکون واطمینان پیدا ہوتا ہے کہ کسی حالت میں بھی قوت غضبیہ غالب نہیں آتی۔ ایک حلیم انسان کی مرضی ومنشا کے خلاف کوئی بات ہو یا اس کو کتنی تکلیف پہنچائی جائے تو وہ صبر وضبط سے کام لے کر اسے برداشت کرتا ہے۔ قرآن مجید نے اس کی تاثیر یہ بیان کی ہے کہ دشمنی دوستی میں بدل جاتی ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

"لا تستوی الحسنة ولا السئية ادفع بالتی هی احسن فاذا الذی بینك وبینه عداوة كانه ولی حمیم" (۱۸)

Marfat.com

”اور اے نبی نیکی اور بدی یکساں نہیں ہیں تم بدی کو اس نیکی سے دفع کرو جو بہترین ہو۔ تم دیکھو گے کہ تمہارے ساتھ جس کی عداوت پڑی ہوئی تھی وہ جگری دوست بن گیا۔“

رسول اکرم ﷺ نے برداشت، تحمل، حلم، بردباری اور حوصلہ وصبر اختیار کرنے کی نہ صرف تعلیم دی بلکہ اپنے اسوہ حسنہ کے ذریعے اس کی لازوال مثالیں قائم کی ہیں آپ کی محبوبیت کا ایک اہم راز یہ ہے کہ مزاج مبارک میں برداشت اور تحمل کی بے نظیر خصوصیت تھی۔ لوگوں کی سخت کلامی، ان کے ناروا سلوک اور سخت ترین اذیت رسانی کے باوجود آپ ان پر خفا نہ ہوتے آپ کی یہی قوت برداشت اور متانت آپ کی صداقت کی سب سے بڑی علامت ہے۔ اسی علامت کو دیکھ کر اور آزما کر یہود کا ایک بہت بڑا عالم زید بن سعنہ آپ پر ایمان لایا اور اپنا آدھا مال صدقہ کر دیا اور پھر غزوہ تبوک میں شہید ہو گیا۔ (۱۹) طائف والوں نے آپ کے ساتھ جو سلوک کیا وہ ناقابل فراموش تھا سیدہ عائشہ صدیقہ نے نبی اکرم ﷺ سے دریافت کیا: کیا احد کے دن سے زیادہ تکلیف دہ دن آپ پر گزرا ہے؟ فرمایا تیری قوم نے یوم العقبہ کو جو تکلیفیں پہنچائیں وہ بہت زیادہ سخت تھیں یعنی جس دن ثقیف کے سرداروں عبد یالیل وغیرہ کو دعوت دی اور انہوں نے جو سلوک میرے ساتھ روا رکھا وہ بڑا روح فرسا تھا (۲۰) آپ نے مصائب و آلام اور حزن والم سے بھرپور اس گھڑی میں بھی معاشرتی امن کے قیام کے لئے جس بلند حوصلے کا ثبوت دیا انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

اس کائنات میں سب سے مشکل کام طاقت اور قوت رکھنے کے باوجود کسی

Marfat.com

زیادتی کو برداشت کر کے مسکرا دینا ہے اور بے شک آپ کی حیات مبارکہ کے امتیازی اوصاف میں ایک بنیادی وصف بے مثال اور لازوال قوت برداشت ہے۔ اعلان نبوت کے بعد مکی اور مدنی زندگی کا کوئی لمحہ ایسا نہیں کہ جس میں اسلام دشمنوں نے ہر ممکن طور پر اسلام، مسلمانوں اور پیغمبر اسلام ﷺ پر ظلم و زیادتی کی کوئی کسی چھوڑی ہو لیکن آپ ہمیشہ قرآن پاک کی تعلیمات کا مظہر اتم و اکمل بن صبر و رضا کا مجسم پیکر بنے رہے۔ ہر زبانی و جسمانی اذیت کا جواب عفو و درگزر اور صبر و استقامت سے دیا۔

مذکورہ بالا گفتگو سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ قرآنی نظام حیات، مثبت انسانی اور اخلاقی رویوں کی تعمیر کے لئے جو لائحہ عمل مرتب کرتا ہے وہ یہ ہے کہ کسی فرد یا قوم کی طرف سے ظلم و زیادتی کا ارتکاب کرنے کی صورت میں حتی الامکان عفو و درگذر، رواداری، قیام امن اور قوت برداشت کا مظاہرہ کیا جائے۔ یہ تعلیمات کسی قسم کی کمزوری کو ظاہر نہیں کرتیں بلکہ ان کا اصل مقصد قومی اور بین الاقوامی سطح پر امن کے قیام کے لئے اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرنا ہے۔ کسی ایک فریق کی اشتعال انگیزی پر دوسرے فریق کا ویسا ہی ردعمل نہ صرف امن آشتی کیلئے زہر قاتل ہے بلکہ بسا اوقات ایسے رویوں کی بھاری قیمت بھی چکانا پڑتی ہے۔ میدان جنگ ہو یا جنگی قیدیوں کی قسمت کا فیصلہ، گلے میں کپڑا ڈال کر کھینچنے والے بدو کا ہاتھ ہو یا راہوں میں کانٹے بچھانے کے اقدامات، ازواج مطہرات پر تہمتیں لگانے والے فریق، انسان کامل اور پیامبر امن و سلامتی ہر ہر مرحلے پر قیام امن کے لئے ایسی مثالیں قائم فرماتے ہیں کہ جس سے رہتی دنیا تک انسانیت روشنی حاصل کرتی رہے گی۔

دشمنوں سے انتقام لینا انسانی فطرت کا تقاضا ہے اور بالخصوص ان لوگوں

Marfat.com

سے جنہوں نے گھر چھینا ہو، زمین تنگ کر دی ہو، وطن چھوڑنے پر مجبور کر دیا ہو، پیاروں کا خون کیا ہو لیکن فتح یاب ہو کر امن کے قیام کا پرچم بلند کرنا اور خون کے پیاسوں کو معافی سے سرفراز کرنا تاریخ عالم میں اسلام کے علاوہ کہیں نظر نہیں آئے گا۔ فتح مکہ کے روز سعد بن عبادہ کی طرف سے جب یہ آواز آئی "الیوم یوم الملحمۃ" تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سعد نے غلط کہا "الیوم یوم المرحمۃ" آج کا دن رحمت کا دن ہے۔(۲۱)

ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ فاتحانہ شان سے مکہ میں داخل ہوتے وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "من دخل دار ابی سفیان فھو امن" جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو گیا اس کے لئے امان ہے۔ ابوسفیان نے عرض کی کہ میرے گھر میں کتنے لوگ سما سکیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو حکیم بن حزام کے گھر میں داخل ہو گا اسے بھی امان ہے۔ ابوسفیان کا گھر مکہ کے فراز میں اور حکیم کا گھر مکہ کے نشیب میں تھا۔ یہاں تک کہ حضور نے فرمایا کہ جو مسجد میں داخل ہو گیا اسے بھی امان ہے جس نے اپنے گھر کا دروازہ بند کر لیا اس کو بھی امان ہے۔ ابوسفیان نے کہا "ھذہ واسعۃ" اس اعلان میں بڑی وسعت ہے۔(۲۲)

مکہ کی فتح کا عظیم انعام مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اور انہی بابرکت ساعتوں میں امن وسلامتی کے اس عظیم پیغمبر عالم نے رحمت وحکمت سے لبریز ان کلمات سے اپنے دشمنوں کو رحمت وشفقت اور امن وراحت کی جو دولت عطا فرمائی، پوری انسانی تاریخ اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ اس فاتح اعظم نے اپنے خون کے پیاسے دشمنوں کے سامنے اس عظیم فتح کے موقع پر جو خطبہ ارشاد فرمایا،

Marfat.com

اس میں دنیا کے تمام فاتحین، سپہ سالاروں اور اقوام عالم کے لئے رشد و ہدایت کا ایسا دلکش درس ہے۔ جس سے آج کی امن کی متلاشی دنیا خصوصی طور پر فیض یاب ہوسکتی ہے۔ فتح مکہ، اسلامی حکومت کی تاسیس، امن عالم کی بنیاد، آزادی اور رواداری کا عظیم چارٹر، عدل و انصاف اور انسانی مساوات کی حقیقی تاریخ کا مظہر ہے۔ اس روز محسن انسانیت، پیغمبر امن و سلامتی ﷺ نے کعبۃ اللہ کے دروازے پر کھڑے ہوکر "امن عالم" اور "بنیادی انسانی حقوق" سے متعلق تاریخ ساز اعلان فرمائے۔ آپ نے فرمایا: ''یا معشر قریش! ان اللہ اذهب عنکم نخوة الجاهلية وتعظمها بالاباء والناس من ادم وادم من تراب ثم تلاهذه الاية '' یا یها الناس انا خلقنکم من ذکر وانثی وجعلنکم شعوبا وقبائل لتعارفوا '' ان اکرمکم عند الله اتقکم" (۲۳)

"اے گروہ قریش! اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی رعونت اور اپنے آباؤ اجداد کے ساتھ تفاخر کو دور کردیا ہے۔ سارے لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم کو اللہ نے مٹی سے پیدا کیا تھا۔ پھر آیت تلاوت فرمائی: اے لوگو ہم نے تمہیں مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور بنادیا ہے تمہیں مختلف قومیں اور خاندان تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ تم میں سب سے زیادہ معزز اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔" (۲۴)

آپ نے مزید فرمایا: ''لاتثریب علیکم الیوم یغفر الله لکم وهو ارحم الرحمین اذهبوا وانتم الطلقا'' (۲۵)

" آج میری طرف سے تم پر کوئی گرفت نہیں، اللہ تعالی تمہارے سارے

Marfat.com

دنیا میں امن قائم کرنے کے لئے کوشش کرنا ہم سب مسلمانوں کی ذمہ داری ہے کہ یہ ہمارے دین کے تین بڑے مقاصد (۱) تربیت نفس (۲) اصلاح معاشرہ (۳) امن عالم کا قیام ہے۔ امن عالم کا قیام دین کے ان تین مقاصد کا سب سے بڑا اور اہم جزو ہے۔ اس مقصد کی تکمیل میں اسلام کا تربیتی پروگرام بڑا مؤثر کردار ادا کرتا ہے۔ بالخصوص روزے اور نماز کا مقصد ہی تربیت نفس کے ذریعے پاکیزہ زندگی اور تقوی حاصل کر کے اس کے اعلیٰ اور ارفع مقصد یعنی قیام امن کے لئے کوشاں ہونا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ جو مذہب دنیا میں امن عامہ قائم کرنے کی دعوت دیتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا... پیغام امن یعنی اسلام ہے۔ لغت کے اعتبار سے اسلام کے معنی صلح کرنا اور فرمانبردار ہونا ہے۔ صلح وسلامتی اور امن ہی کا نام اسلام ہے۔ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں تو ایک دوسرے کو السلام علیکم کہتے ہیں یعنی تم پر سلامتی ہو۔ یہ اسلام کا ایک ایسا شعار ہے جو اس کی روح پر دلالت کرتا ہے۔ قرآن کی رو سے زمین کے اوپر فتنہ وفساد برپا کرنا، ایک قتل ناحق کرنا پوری انسانیت کو قتل کر دینے کے مترادف ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے تمام مسلمان امن وسلامتی میں رہیں۔

الغرض اسلام محض ایک عقیدہ ہی نہیں ہے اور نہ صرف اجتماعی اور انفرادی زندگی سنوارنے اور نکھارنے تک محدود ہے بلکہ اس کا تیسرا اور سب سے بڑا مقصد پوری دنیا میں امن قائم کرنا بھی ہے۔ جس کے بغیر نہ اخلاق کی پابندیاں قائم رہ سکتی ہیں اور نہ دل ودماغ کو شائستگی حاصل ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب کبھی جنگ

Marfat.com

کی تو ظلم وزیادتی کو مٹانے اور امن وامان قائم کرنے کے لئے ہی کی۔

آج دنیا امن کی پیاسی ہے اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کرتی ہے اور اس کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اگر امن کی کوششوں کو اخلاص اور صحیح جذبے کے ساتھ جاری رکھا جائے تو تمام دنیا کے مسلمان اس کے لئے دوسری قوموں کے شانہ بشانہ بلکہ اپنے مذکورہ تربیتی نظام کے ساتھ، ان سے کہیں زیادہ آگے ہوں گے۔ بلاشبہ اسلام سب سے اچھا نظام ہے جو اپنی تمام جہتوں کے ساتھ بالخصوص قیام امن کے حوالے سے کوئی قوم یا کوئی مذہب نہ آج تک پیش کر سکا ہے نہ آئندہ پیش کر سکے گا۔
رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: تم اہل زمین پر رحم کرو اللہ تعالیٰ جو آسمانوں کا مالک ہے تم پر رحم کرے گا۔

مزدکی ہو کہ فرنگی ہوس خام میں ہے
امن عالم تو فقط دامن اسلام میں ہے

........................☆☆☆........................

حوالہ جات

(۱) الآیہ الکریمہ: المائدہ، ۳۲
(۲) الآیہ الکریمہ: البقرہ، ۱۹۱
(۳) الآیہ الکریمہ: البقرہ، ۲۱۷
(۴) الآیہ الکریمہ: البقرہ، ۲۰۵
(۵) الآیہ الکریمہ: القصص، ۷۷
(۶) الآیہ الکریمہ: البقرہ، ۱۹۰
(۷) الآیہ الکریمہ: لاعراف، ۵۶
(۸) مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن وفی کل حال، ج ۶ ص ۲۰
(۹) مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن وفی کل حال، ج ۶ ص ۲۱
(۱۰) ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی العصبۃ، ج ۴ ص ۳۳۱، حدیث ۵۱۱۷
(۱۱) مسلم، کتاب الامارہ، باب وجوب ملازمۃ جماعۃ المسلمین عند ظہور الفتن وفی کل حال، ج ۶ ص ۲۱

Marfat.com

(۱۲) ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب التثبت فی الفتنہ، ج ۲، ص ۱۳۰۹، حدیث ۳۹۶۰

(۱۳) ابوداؤد، کتاب الفتن، ج ۴، ص ۹۶، حدیث ۴۲۴۶

(۱۴) موطا امام مالک، کتاب الجہاد، باب نہی عن قتل النساء والولدان فی الغزو، ج ۲، ص ۴۴۸

(۱۵) الامام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، کتاب الخراج، القاہرہ المطبعۃ السلفیۃ ۱۳۱۶ھ، ص ۱۶۴

(۱۶) پروفیسر ٹی ڈبلیو آرنلڈ، The Preaching of Islam (اردو ترجمہ) دعوت اسلام مترجم: شیخ عنایت اللہ، مطبوعہ محکمہ اوقاف پنجاب ۱۹۷۲ء، ص ۶۰

(۱۷) الامام البخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، لجنۃ احیاء کتب السنۃ، مصر، ج ۱، ص ۲۸

(۱۸) الآیۃ الکریمۃ: حم السجدہ: ۳۴

(۱۹) محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۳، ج ۷، ص ۳۶

(۲۰) ایضاً ج ۲، ص ۵۷۹

(۲۱) ایضاً ج ۵، ص ۳۳۸

(۲۲) ایضاً ج ۲، ص ۳۲۹-۳۳۰

(۲۳) الآیۃ الکریمہ: الحجرات ۱۳

(۲۴) مفصل خطبہ محمد بن یوسف الصالحی الشامی، سبل الھدیٰ والرشاد فی سیرۃ خیر العباد، لجنۃ التراث الاسلامی، مطبوعہ قاہرہ، ۱۹۸۳، ج ۵ کے صفحات ۶۴-۶۵ پر ملاحظہ کیجئے۔

(۲۵) ابن القیم الجوزی، زاد المعاد فی ھدی خیر اعباد، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۱۹۸۵، ج ۳، ص ۴۴۲

Marfat.com

دہشت گردی کا پس منظر

مولانا محمد راغب حسین نعیمی ☆

ہمارے ہاں دہشت گردی کے بنیادی اسباب میں سے ایک سبب جہاد کی غلط تعلیم ہے جب لوگوں کو اسلام کے صحیح تصور کی تفہیم کی بجائے اپنی من گھڑت تشریحات جہاد کے ضمن میں پیش کی گئیں تو اس سے ملک میں فساد کو فروغ حاصل ہوا۔ اب یہاں پر ایک نقطہ توجہ طلب ہے، وہ یہ ہے کہ اسلامی ملک کی فوج کی حیثیت کیا ہے؟ آیا وہ جہاد کے لئے ہی تیار کی جاتی ہیں یا نہیں؟ یہ ایک اہم سوال ہے۔ اگر ہم اپنے وطن عزیز پاکستان کی افواج کا موٹو دیکھیں تو ہمیں ان کے موٹو میں مسلمانیت جھلکتی ہوئی نظر آتی ہے اور جتنے بھی جنگی ہتھیار ہمارے ہاں تیار ہوئے جیسے حتف، عنزہ، الخالد، مشاق وغیرہ سارے نام اسلامی ہیں جس سے ہم یہ بآسانی اخذ کر سکتے ہیں کہ ہماری فوج میں اسلام کی روح جلوہ گر ہے اور مزید یہ کہ ملک کی فوج ہی اس مقصد کے لئے تیار کی جاتی ہے کہ وہ جہاد کا فریضہ سرانجام دے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے دراصل باقاعدہ باتنخواہ اسلامی فوج کی داغ بیل ڈالی۔ دوسری قابل غور بات یہ ہے کہ کیا حضرت عمر نے باقاعدہ فوج تیار نہ کرلی تھی اور ان کے لئے چھاؤنیوں کی تعمیر نہیں کی؟ اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ جہاد کا وہ تصور جو عہد رسالت میں تھا کہ ہر شہری مجاہد ہے وہ حضرت عمر کی طرف سے باقاعدہ فوج کی تشکیل سے اب یہ رخ اختیار کر گیا کہ عامۃ الناس ایک طرف ہو گئے

☆ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ و چیئر مین سرفراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم و تحقیق

Marfat.com

اور جہاد کے لئے مخصوص افراد کو تربیت دے کر ایک فوج کی تشکیل عمل میں لائی گئی۔ اب اگر ہم سے ہر کوئی مجاہد بن بیٹھے تو ہم میں سے کسی کے بچنے کی صورت نظر نہیں آتی۔ ہاں ہر بندہ اپنی جگہ مجاہد ہے مگر اس معنی کے لحاظ سے جو کہ نبی کریم ﷺ جہاد سے واپسی پر فرمایا کرتے تھے کہ اب ہم جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف لوٹ رہے ہیں۔ جنگ، جہاد اصغر اور زندگی گزارنا جہاد اکبر۔

جہاد کی غلط تعلیم سے دہشت گردی کو فروغ تب حاصل ہوا جب کچھ مجاہدین فوج سے ہٹ کر تیار کیے گئے۔ اب وہ جہاد جس کے لئے انہیں تیار کیا گیا تھا جب اپنے منطقی انجام کو پہنچا تو اب مسئلہ پیدا ہوا کہ یہ مجاہدین کیا کریں؟ عام زندگی کا اصول یہ ہے کہ جس فرد کو جس کام کے لئے تیار کیا جائے وہ اس کام سے ہٹ کر کوئی دوسرا کام سرانجام نہیں دے سکتا مثلاً جب کوئی فوجی ریٹائر ہو کر واپس لوٹتا ہے تو وہ عموماً سکیورٹی فراہم کرنے والی کمپنیز میں ملازمت کر لیتا ہے۔ غیر سکیورٹی گارڈ کے طور پر یا سکیورٹی انچارج کے طور پر یا پھر کوئی ایڈمنسٹریٹو پوزیشن سنبھال لیتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی سوچ اس نہج پر پروان چڑھی ہوتی ہے جس کے بعد وہ اپنے مخصوص دائرہ کار سے ہٹ کر کسی اور شعبہ زندگی میں چل نہیں سکتا۔ اب ایسی ہی کچھ صورت حال ان تیار کردہ مجاہدین کی ہوگئی کہ بعد میں وہ معاشرے میں ڈھل نہ سکے اور انہوں نے اپنے نقطہ نظر سے جہاد کے فروغ کا بیڑا اٹھائے رکھا اور پھر یہ غلط تصور جہاد ملک میں دہشت گردی کا سبب بن گیا۔

ملک میں دہشت گردی کے فروغ کے دیگر اسباب میں ایک اور اہم اسلام دشمن قوتوں کا کردار ہے لیکن اس میں یہ پہلو انتہائی قابل توجہ ہے کہ اسلام دشمن قوتیں تو

Marfat.com

اپنا کام کرتی ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کون لوگ ہیں جو ان کے آلۂ کار بنتے ہیں۔کیا ان کے آلۂ کار ہم میں سے نہیں؟ وہ ہمارے ہی معاشرے کے افراد ہیں، ہم میں سے ہیں، ہمارے درمیان اٹھتے بیٹھتے ہیں۔اس کا مطلب یہ بھی ہوا کہ ہم نے اپنے معاشرے کی تربیت اس طور پر نہیں کی کہ وہ دوسروں کے مفادات کے لئے استعمال نہ ہوں اور اپنے ملک کی تباہی کا سامان نہ کریں مثلاً اگر ملک میں کہیں بم بلاسٹ ہو تو اس کام کی انجام دہی کے لئے کوئی غیر ملکی تو نہیں آتا ہمارے یہاں کے لوگ ہی ان کے دست و بازو بنتے اور ان کے مذموم ارادوں کی تکمیل کے لئے خود کو پیش کرتے ہیں۔اسلامی تاریخ کا ایک انتہائی المناک پہلو یہ ہے کہ اپنوں کے بھیس میں کچھ ضمیر فروش بکاؤ افراد ہمیشہ اہل اسلام کی صفوں میں شامل رہے اور مار آستیں کی مانند درپردہ مسلمانوں کے مفادات کو گزند پہنچانے میں باطل قوتوں کے اشاروں پر ناچتے رہے۔ اسی المیے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا۔

جعفر از بنگال و صادق از دکن
ننگ دنیا ، ننگ دیں ، ننگ وطن

بلاشبہ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ اسلام دشمن قوتیں اپنا کام کرتی ہیں۔ اور اس کے پیچھے ایک لمبی تاریخ ہے کہ بعثت نبوی ﷺ سے قبل عرب میں جو ایک تصور تھا کہ نبی آخر الزماں کی بعثت کس قوم کے ہاں متوقع کی جارہی تھی لیکن جب نبوت بنو اسحاق سے بنو اسماعیل کی طرف منتقل ہوئی تو وہاں پر اس قوم نے بنو اسماعیل میں نبوت کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔البتہ یہ بنو اسحاق کی غلط فہمی ہے کیونکہ نبوت بنو اسحاق سے بنو اسماعیل کی طرف نہیں بلکہ بنو عمران کی طرف منتقل ہوئی تھی کیونکہ حضرت عیسیٰ

Marfat.com

علیہ السلام بنو اسماعیل میں سے نہیں بلکہ بنو عمران میں سے تھے یوں درحقیقت نبوت بنو اسحاق سے بنو عمران میں منتقل ہوئی تھی نہ کہ بنو اسماعیل میں۔ اس ضمن میں بنو اسحاق کو یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے۔

یہ بات مسلمہ ہے کہ اسلام دشمن قوتیں کارفرما ہیں لیکن دیکھنا یہ ہے کہ ہم نے ان قوتوں کا کیا تدارک کیا۔ تدارک کرنا تو درکنار ہم تو خود تفریق کا شکار ہیں اور اتحاد کی طاقت کے بغیر مخالف عناصر کا مقابلہ بعید از امکان ہے۔ ان اسلام دشمن قوتوں سے ہٹ کر جب ہم بین الاقوامی سیاست پر نظر ڈالیں تو دہشت گردی کے عفریت کی پرورش میں ہمیں کچھ ملک دشمن قوتوں کا ہاتھ بھی دکھائی پڑتا ہے جو کسی نہ کسی طور اپنا کام کر رہی ہیں۔ اور یہ ناگریز ہے کیونکہ ہمارے ہاں جو سیاست رواج پا چکی ہے وہ بڑی بے رحم ہے۔ جیسے کسی نے خوب کہا کہ سیاست کے سینے میں دل نہیں ہے۔ اور معروضی حالات ہمیں واضح طور پر اس بات کا پتہ دیتے ہیں کہ اس سیاست میں آج کا حلیف کل کا حریف اور آج کا حریف کل کا حلیف بنا لیا جاتا ہے۔

وہ وقت کہ جب امریکہ اور روس دونوں ممالک بام عروج پر تھے دنیا کے دو بلاکس تھے ایک Pro-Russian اور ایک Pro-America روس کی شکست و ریخت کے بعد دنیا کے سامنے Unipolar system ہو گیا۔ یعنی کہ طاقت کا مرکز اب صرف ایک قرار پایا اور وہ ہے امریکہ۔ اب جب امریکہ کو محسوس ہو گیا کہ طاقت کسی اور خطہ میں جمع ہو رہی ہے اور وہ اس کی سلامتی کیلئے خطرہ بھی ہیں تو اس صورت حال میں بھی ہمیں اس قسم کے معاملات نظر آتے ہیں۔ پاکستان کا مسئلہ یہ رہا کہ پاکستان کو رشین بلاک کی طرف سے شمولیت کی پیشکش ہوئی لیکن کچھ اس طرح

Marfat.com

کی صورتحال پیدا کی گئی کہ پاکستان اس بلاک میں نہ جاسکا بلکہ امریکن بلاک میں چلا گیا۔ پاکستان کے ہمسایہ ملک بھارت کے ساتھ ماضی میں وقوع پذیر ہونے والی مختلف جنگیں اور جھڑپیں اس بات کی غماز ہیں کہ ملک دشمن طاقتیں اپنے کام میں جتی ہوئی ہیں۔اس کے ساتھ ساتھ اسلامی ممالک کی جو Proxy war ہے، جس میں پاکستان بھی شریک ہے، تو اس کے بھی اثرات ہیں۔من جملہ ملک دشمن عناصر کے دہشت گردی میں ملوث ہونے کے شواہد موجود ہیں۔

دہشت گردی کے فروغ کا ایک سبب غربت بھی ہے۔ایک حدیث پاک میں فرمان رسول ﷺ کہ ایسا نہ ہو کہ غربت انسان کو کفر تک پہنچادے۔ کفر تک پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ پچاس ہزار، لاکھ دو لاکھ کے عوض بم کسی جگہ رکھ دیا یا پیسے کی خاطر ٹارگٹ کلنگ کر دی۔ تو اگر آپ نے کسی غریب کی تربیت کر دی تو اس سے معاشرے میں بہتری آئے گی کہ کم سے کم وہ غریب کسی دہشت گرد تنظیم کے ہاتھ لگنے سے رہ جائے گا۔ایک پولیس آفیسر نے خوب کہا کہ غریب کے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنی جان پر بھی کھیل جاتا ہے۔

آپ ذرا تاریخ کے اوراق الٹیں تو ہمیں اس بندے کی مثال ملتی ہے جس کا حج اس لئے قبول ہوا کہ اس نے اپنی حج کے لئے جمع کردہ رقم اپنے ہمسایہ کو دے دی جس نے غربت کے ہاتھوں تنگ آکر مردار کا گوشت کھایا تھا۔ کہنے کی بات یہ ہے کہ غربت ایک واقعی ٹھوس وجہ ہے البتہ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس پر ہم قابو پاسکتے ہیں لیکن اسے حل کرنے لئے تھوڑی توجہ چاہیے۔جب معاشرہ ترقی کرے گا تو دہشت گردی میں کمی آئے گی۔یہاں یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ معاشرے کی ترقی کے لئے

Marfat.com

ضروری ہے کہ اس میں مڈل کلاس کی اکثریت ہو اور ہمارا المیہ یہ ہے کہ یہاں یہ مڈل کلاس ختم ہو رہی ہے، غریب غریب تر ہو رہے ہیں اور امیر امیر تر اور مڈل کلاس جنہوں نے ترقی کی طرف بڑھنا ہوتا ہے وہ معدوم ہو رہے ہیں۔

یونہی فرقہ واریت بھی ایک ظاہر و باہر سبب ہے لیکن سوال یہ اٹھتا ہے کہ یہ پیدا کیوں ہوتی ہے؟ ایک تو مذہب کی غلط تعبیر اس کی بنیاد بنتی ہے اور اسی طرح کم علمی بھی۔ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ ایک طرح سے علم کی زیادتی بھی اس کی ایک وجہ قرار دی جاتی ہے جس طرح القاعدہ کا سربراہ ڈاکٹر ایمن الظواہری ہے اور اس کے پیروکار پڑھا لکھا طبقہ ہے۔ حدیث میں ایسے علم سے پناہ طلب کی گئی جو انسان کو گمراہی کے راستے کی طرف لے جائے۔ اور یہ علم کی بظاہر زیادتی مذہب کی غلط تعبیر کا باعث بھی بن سکتی ہے اور ایک وہ مرحلہ ہوتا ہے جہاں ایسا شخص اپنے بارے میں یہ گمان پالیتا ہے کہ:

"بجا ہے میرا فرمایا ہوا"

کہ جو میری رائے ہے وہ حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے اور جو اس کے خلاف کرے گا وہ دائرہ اسلام سے خارج ہوگا۔ کیونکہ علم کی زیادتی نے اس کے اندر اس احساس کو جنم دیا کہ جو کچھ وہ کہتا ہے وہ عین اسلام ہے اس لئے جو اس کے کہے سے ہٹے وہ گویا اسلام سے روگردانی کر رہا ہے اور پھر اس کے بعد اس کے اسلام سے خروج کا فتویٰ جاری کر دیا جاتا ہے اور بعد ازاں اسے واجب القتل قرار دے دیا جاتا ہے۔ اور اس شخص کو ٹھکانے لگانے کے لئے پھر دوسروں کو سبز باغ دکھائے جاتے ہیں اور انہیں بہکانے کے لئے جنت کی حوروں کا جھانسہ دیا جاتا ہے۔ جیسے ماضی میں حسن

Marfat.com

بن صباح نے اپنی نام نہاد جنت بنا کر یہ کام کیا تھا۔ چنانچہ جب ہم اپنے معاشرے پر نظر دوڑاتے ہیں تو فرقہ واریت اور اس سے جڑے دیگر عناصر دہشت گردی کا سبب معلوم ہوتے ہیں۔

اس ضمن میں ایک اہم رویہ اختلاف رائے کو برداشت نہ کرنا ہے کیونکہ جس کو زیادتی علم کا زعم ہو وہ دوسرے کی رائے کو اہمیت دینے پر مائل نہیں ہوتا کہ دوسرا اس سے کیونکر اختلاف رائے کر سکتا ہے جبکہ وہ علم میں اس سے کمتر ہے۔ اگر ہم ذخیرۂ فقہ پر نظر دوڑائیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کس طرح اختلاف رائے کو نہ صرف برداشت کیا جاتا رہا بلکہ بسا اوقات دوسرے کی رائے کو قبول کرتے ہوئے اپنی رائے کو پیچھے کر دیا گیا۔ امام ابوحنیفہ کی مجلس فقہاء جس میں چالیس فقہاء جمع ہوتے تھے اور پھر یہ پہلو بھی کہ فقہ حنفی تقدیری فقہ ہے جس کے مسائل فرض کی بنیاد پر اخذ کئے گئے ہیں کہ جو مسئلہ کبھی پیش آسکتا تھا اس کو پہلے سے فرض کر کے اس کا حکم شرعی تلاش کیا گیا۔ مثلاً کتب فقہ میں بیان کیا گیا کہ وضو کے بغیر نماز جائز ہے اور وہ ہے حالت عذر میں مثلاً ایک شخص سیاچن گلیشیر پر ڈیوٹی پر مامور ہے ہاتھ میں گن لیے جسم پر سردی سے بچنے کا مخصوص لباس پہنے وہ 20- سینٹی گریڈ میں کھلے آسمان کے نیچے کھڑا ہے کہ جونہی وہ اپنے جسم کا کوئی حصہ بے لباس کرتا ہے وہ شل ہو جائے گا۔ اب وہاں پر نماز پڑھنے کے لئے وضو کی حاجت نہیں۔

ہم دیکھ سکتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ نے کیسے اختلاف رائے کو برداشت کیا کہ اگر کسی شاگرد کی بات بھی پختہ نظر آئی تو آپ نے اپنی رائے پر اس کی رائے کو ترجیح دی جیسے جگہ جگہ فتوی صاحبین کے قول پر بھی ملتا ہے کیونکہ جب امام اعظم کو وہ رائے قوی

Marfat.com

معلوم ہوئی تو آپ نے وہی رائے اپنالی۔ جب ہم اپنی رائے پر اڑ جانے کی بجائے دوسرے کی رائے سنتے اور غور و فکر کرتے ہیں تو یوں ہم معاملے میں بہتر پہلو تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور جب اختلاف رائے کو برداشت نہ کیا جائے تو شدت پسندی جنم لیتی ہے جو آہستہ آہستہ نفرت کی طرف جاتی ہے اور نفرت سے پھر دہشت گردی جنم لیتی ہے اور پھر اس سے وہی صورتحال پیدا ہوتی ہے جو ہم وطن عزیز پاکستان میں دیکھ رہے ہیں۔

پھر ہمارے نظام کی کچھ خرابیاں جیسے انصاف کی عدم دستیابی اور حصول انصاف میں تاخیر بھی بگاڑ کا باعث ہیں کہ جب کسی شخص کو زیادتی پر انصاف نہ فراہم کیا جائے تو پھر اس کا ذہن انتقامی جذبات کی آماجگاہ بن جاتا ہے وہ جیسے کہتے ہیں۔

تنگ آمد بجنگ آمد

یعنی پھر وہ اپنی جان کی پرواہ کیے بغیر اپنے ساتھ ہونے والی زیادتی کا بدلہ لینے کے لیے خود اٹھ کھڑا ہوگا جس کا لازمی نتیجہ فتنہ و فساد کی صورت میں نمودار ہوگا۔ خاص طور پر ہمارے ہاں اسلامی نظام عدل اور اسلامی قوانین کا فقدان جرائم کی شرح کے بڑھنے کا باعث ہے کہ لوگوں کو انصاف کے تقاضوں کے مطابق اور جلد انصاف دستیاب نہیں۔ ایک مقدمہ سالہا سال چلتا ہے اور اس کے اخراجات کمزور فریق کی کمر توڑ دیتے ہیں مگر حق نہیں ملتا اور دوسرا فریق پیسے یا اپنی معاشرتی مضبوط حیثیت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے اثر و رسوخ کے بل بوتے پر اپنی منشا کے موافق فیصلہ لینے میں بآسانی کامیاب ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

اسلام میں کسی بھی انسان کے قتل کی ٹھوس وجوہات تین ہیں: قتل کرے، شادی شدہ ہوتے ہوئے زنا کا ارتکاب کرے یا اسلام سے ارتداد کرے اور یہ بغاوت ہے اور بغاوت کی سزا کئی ممالک میں قتل ہی ہے۔

طالبان کا لوگوں کو قتل کرنا خلاف قانون ہے جسے ہم ماورائے عدالت قتل کہتے ہیں۔اب یہ کہنا کہ طالبان باقاعدہ جرگے کے ذریعے لوگوں کو سزا سناتے ہیں تو یہ ماورائے عدالت قتل نہ ہوا، اس تاثر کو جنم دیتا ہے کہ پاکستان گویا اسلامی ریاست نہیں ہے کہ اس میں ان نظریات کی پاسداری نہیں کی جارہی جن پر اس کا قیام عمل میں آیا تھا لیکن اس شبہہ کے ازالے کے لئے ہمیں دیکھنا چاہیے کہ کسی بھی ریاست کی حیثیت کے تعین کے لئے اس کے آئین سے مدد لینا پڑے گی اور پاکستان کا آئین اسلامی نظریات کے تابع ہے اس لئے پاکستان کی ریاست نتیجاً اسلامی قرار پائی جانی چاہیے۔ جہاں اسلامی نظریاتی کونسل ریاست کے مفتی کی نمائندہ ہے اور وہاں وفاقی شرعی عدالت بطور سیاست کے قاضی کا بھی وجود رکھتی ہے۔یہاں پر اصل میں دو چیزوں کو گڈمڈ ہونے سے محفوظ رکھنا چاہیے ریاست اور حکومت۔آپ حکومت کے بارے میں بحث کر سکتے ہیں کہ اسلامی ہے یا نہیں کہ وہ اسلام کے اصولوں کے تحت حکمرانی سرانجام دے رہی ہے یا ان سے بالکل غیر ہم آہنگ ہے۔

طالبان کا نظریہ اصل میں یہ ہے کہ صرف وہ اسلام کے صحیح نمائندہ ہیں اور باقی سب اسلام سے بے بہرہ۔اس لئے ان کا فیصلہ دوسروں کو تسلیم کرنا پڑے گا اور اگر وہ نہ مانیں تو اس پر وہ واجب القتل ٹھہرے گا اور واجب القتل کے اہل، مال اولاد جائیداد سب جائز، ان سے جنگ جائز۔اس لئے وہ بچوں، بوڑھوں اور عورتوں کو بھی

Marfat.com

نشانہ بنانے سے نہیں چونکتے ۔اور اس کے ساتھ طالبان میں شدت پسندی کے روز بروز پروان چڑھنے کا ایک خاص تاریخی پس منظر بھی ہے اور وہ یہ کہ سب مسلمانان عالم باہم رشتہ اخوت سے منسلک ہیں ۔ ان کی مثال جسد واحد کی ہے جس طرح کے حدیث میں بھی وارد ہے ۔ان کا تھیسز یہ ہے جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا اور وہ چونکہ مسلمان ملک تھا دنیا کے سب مسلمانوں کو امریکہ کے خلاف اٹھ کھڑے ہونا چاہیے تھا ۔اب جو جو ملک اس کے خلاف نہ کھڑا ہوا بلکہ وہ امریکہ کا سہولت کار بنا اسے حملے کے لئے اپنے ملک کی حدود استعمال کرنے کی اجازت دی تو اس نے مسلمانوں کے خون کو حلال سمجھا اور کسی مسلمان کے خون کو حلال سمجھنے کی وجہ سے وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گئے ۔اور جب وہ حکمران مرتد ہوئے تو اب ان کا خون حلال ٹھہرا اور اسی طرح جن لوگوں کے ووٹوں سے وہ حکمران منتخب ہوئے وہ بھی اس حکم کے تحت آئے ۔یونہی جن افواج نے حملہ آوروں کی مسلمانوں کے خلاف مدد کی وہ بھی مذکورہ حکم میں آئے ۔تو یہ ایک ایسا سلسلہ چلا کہ ان کے نزدیک ان کے سوا اس ملک میں کوئی بھی مسلمان نہ رہا اور پھر ان کا قتل جائز ٹھہرا اور وہ اسے باعث ثواب سمجھ کر انجام دیتے ہیں ۔اس سوچ کی اصلاح کے لئے ائمہ وخطباء کو اپنا کردار ادا کرنا ہوگا ۔یہی وہ سوچ کا انداز ہے جو طالبان کے ساتھ ساتھ ،القاعدہ ،اخوان المسلمین ،داعش کی صورت میں ہمارے سامنے ہے ۔یہاں داعش سے متعلق یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ ان کے ہاں یہ جدید سائنسی علوم ممنوع ہیں ۔کسی بھی اسلامی ملک میں ان علوم کی ترویج ان کے نزدیک جائز نہیں ۔اس لئے انہوں نے شام میں جتنی لیبارٹریز تھیں تمام کو تہس نہس کر دیا وہی کام جو کسی دور میں ہلاکو خان نے کیا کہ بغداد پر حملہ آور ہو کر وہاں کی

Marfat.com

لائبریریاں جلادیں۔

المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں اس مخصوص سوچ سے نمٹنے کی سعی نہیں کی گئی، اس سوچ کے مقابل کاؤنٹر نیرٹو (Counter Or Alter Narrative) یا متبادل بیانیہ پیش نہیں کیا گیا اور جس نے بھی اس نوع کی کاوش کی اسے راستے سے ہٹا دیا گیا کیونکہ ان کے نظریے کو عوام و خواص میں قبولیت کی نگاہ سے دیکھا گیا اور یوں طالبان کو ان سے خطرہ لگا کہ ان کی وجہ سے لوگوں کے سامنے ان کا چہرہ بے نقاب ہوا۔ اور حکومت کا المیہ یہ رہا کہ وہ اس طرح کے جرات مندانہ اقدام کرنے والوں کی حفاظت نہ کرسکی۔ اس پس منظر میں ریاست کو اپنی ذمہ داریوں سے واقفیت رکھنا اور ان سے عہدہ برآ ہونا بہت ضروری ہے اگر ریاست اپنی ذمہ داریاں صحیح معنوں میں انجام دے تو بہتری یقینی ہے البتہ اگر حکومت اپنے فرائض میں کوتاہی کا شکار رہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ ہماری ریاست ہی سرے سے غیر اسلامی ہے۔

اگر ہم اپنے اس خطہ عالم کی تاریخ کا تجزیہ کرنے کے لئے ایک صدی پیچھے نظر دوڑائیں تو ہم یہاں برطانوی استعماریت کو اپنے قدم مضبوط کرتے ہوئے دیکھتے ہیں اور پھر ان کا کوئی 90 سال کا قیام و غلبہ ہے۔ چنانچہ اپنے اقتدار کو مستحکم کرنے کے لئے انہوں نے جو اقدام کئے ان میں ایک بنیادی نکتہ مسلمانان برعظیم کی وحدت کو کمزور سے کمزور کرنا تھا اس سے نہ صرف مسلمان ان کی حکومت کے خلاف کھڑے ہونے کا قابل نہ رہتے بلکہ اس طرح فریق ثانی کو چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ازل سے جاری کشمکش میں بھی اپنا حصہ ڈالنے کا خاطر خواہ موقع ہاتھ آیا جسے انہوں نے بہت عیاری سے استعمال کیا۔ برطانوی استعمار اس پہلو سے بخوبی آگاہ تھا کہ

Marfat.com

مسلمانوں میں انتشار اسی پہلو میں اختلاف کی صورت میں پیدا کیا جانا چاہیے جوان کی وحدت کا ضامن ہے یعنی دین اسلام۔ چنانچہ انہوں نے یہاں پر مذہبی تنازعات کھڑے کرنے کے لئے اپنے وظیفہ خواروں کو آلہ کار بنایا اور یوں مسلمان مختلف فرقوں میں بٹنے لگے اور مذہبی اختلافات شدید سے شدید تر ہوتے گئے۔ اور یہی مذہبی تنازعات اب بڑے پیمانے پر دہشت گردی کا باعث بن چکے ہیں۔

دوسری طرف نظام تعلیم کو اس طرز پر استوار کیا گیا کہ مسلمان آہستہ آہستہ اسلامی تعلیمات سے دور ہوں بلکہ ان میں دین و مذہب کی حیثیت محض نام کی رہ جائے کہ وہ ہوں تو مسلمان لیکن ان کی سوچ اسلام کی اصل روح سے بالکل ناآشنا ہو جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کو تہذیب مغرب سے متعارف کروایا تاکہ وہ اپنی معاشرت میں بھی مغرب کی نقالی کو شعار بنائیں اور اپنی تہذیب اسلامی کے آداب واطوار سے منہ موڑ لیں۔ اور پھر یہی ہوا کہ مسلمان تہذیب مغرب سے یوں مرعوب ہوئے کہ ان کی اپنی تہذیب گویا ایک قصہ پارینہ دکھائی دینے لگی۔

سن اے تہذیب حاضر کے گرفتار
غلامی سے بدتر ہے بے یقینی

یہ وہ تاریخی پس منظر ہے جو ایک صدی سے برصغیر کے اہل اسلام پر شدید اثر انداز ہوا۔ اس سے نہ صرف اسلامی تعلیمات سے دوری نے جنم لیا بلکہ فرقہ واریت کا عفریت بھی خوب پروان چڑھا اور اب اس کو جکڑنا ایک امر محال دکھائی دے رہا ہے۔ ملت اسلامیہ کثیر گروہوں اور فرقوں میں بٹ کر نظریاتی طور پر بالکل ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی اور اسی مخصوص من گھڑت نظریات کی بنیاد پر ہمارے سامنے قتل وغارت

Marfat.com

کا بازارگرم کرتی ہوئی مختلف جماعتیں طالبان ، داعش وغیرہ کی صورت میں ظاہر ہوئیں۔

ان سب مسائل پر قابو پانے کے لئے ہمیں اپنے اندر احساس ذمہ داری کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا میڈیا اس میں مثبت کردار ادا کرے کہ لوگوں میں شعور بیدار ہو۔ بے ہودہ ڈراموں اور فلموں کی بجائے میڈیا صحت مندانہ پروگرامز نشر کرے جس سے عوام الناس کو وطن عزیز پاکستان کی نظریاتی بنیادوں سے شناسائی حاصل ہوتا کہ ہماری نوجوان نسل قیام پاکستان کے پس منظر سے آشنا ہو اور پھر اس کی بقا کے لئے ویسے ہی مثبت اور ولولہ انگیز کردار ادا کرے جو ماضی میں ہمارے بڑوں نے کیا تا کہ وہ خطہ زمین جس کے قیام کے مطالبے میں نمایاں ترین پہلو دین اسلام کے نظام زندگی کی ترویج تھی اسے خاک وخون کی تاریک وادی بننے سے بچایا جا سکے۔

معاشرے میں امن وامان کے فروغ کے لئے عدلیہ اور پولیس ودیگر محکموں کے کردار سے انکار ممکن نہیں۔ اگر یہ اور دیگر حکومتی ادارے اپنے فرائض کو سمجھیں اور دیانتداری کو مشعل راہ بناتے ہوئے بدعنوانی کے آگے سینہ سپر ہو جائیں تو وہ دن دور نہیں جب ملک عزیز ایک مثالی نظام کا منظر پیش کرے گا۔ عدلیہ کا فرض ہے کہ وہ سستے اور بروقت انصاف کو یقینی بنائے اور نظام عدل میں جس قدر خرابیاں وقت کے ساتھ در آئی ہیں ان کا تجزیہ کرتے ہوئے خاتمہ کر کے اس میں اصلاحات کی جائیں اور اس اہم قومی ادارے کو از سر نو توانا اور مضبوط بنایا جائے تا کہ اس سے معاشرے میں جرائم کا سدباب ہو اور یوں ہی انتقامی کارروائیوں کا سلسلہ ختم ہو۔ یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہم صاف شفاف نظام کی ہر قیمت پر حمایت کرنے کے لئے تیار ہو جائیں

Marfat.com

اور اپنے مفادات و مصالح کو بالائے طاق رکھتے ہوئے انصاف کے اصولوں کے نفاذ کے لئے خود کو پیش کر دیں۔

اسی طرح مذہبی طبقات کو بھی بدلتی ہوئی دنیا میں اس بات کا احساس ہو جانا چاہئے کہ۔

زمانہ منتظر ہے پھر نئی شیرازہ بندی کا
بہت کچھ ہو چکی اجزائے ہستی کی پریشانی

اور اس لحاظ سے انہیں بھی اب مسلکی اختلافات کو نظر انداز کرتے ہوئے دین اسلام کی بنیادی تعلیمات کو فروغ دینے پر توجہ مرتکز کرنی چاہیے اور باہمی بے جا تعصب کے جذبات سے نجات حاصل کر لینی چاہیے تاکہ امت ایک بار پھر سے متحد ہو کر بڑے پیمانے پر اسلام کی نمائندگی کر سکے جیسے کہ اقبال نے کہا تھا۔

ایک ہوں مسلم حرم کی پاسبانی کے لئے
نیل کے ساحل سے لے کے تابخاک کاشغر

اس ضمن میں مختلف مذہبی جماعتوں کو وطن عزیز پاکستان کو امن کا گہوارہ بنانے کے لئے جہاد کی غلط تعلیمات سے جڑی ہوئی غلط فہمیوں کو دور کرنے کی سعی کرنا ہوگی اور اس سے بھی پہلے اپنے اذہان کو ہر طرح کی خلش سے آزاد کر لینا چاہیے اور اب مزید انہیں چاہیے کہ وہ دہشت گردی اور دہشت گردوں کی مخالفت میں کسی مصلحت کو آڑے نہ آنے دیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ بہت دیر ہو جائے۔

چھپا کے آستیں میں بجلیاں رکھی ہیں گردوں نے
عنادل باغ کے غافل نہ بیٹھیں آشیانوں میں

Marfat.com

سب سے بڑھکر اہم ترین ذمہ داری حکومت کے کندھوں پر آتی ہے کہ وہ اپنے کردار کو نہ صرف محسوس کرے بلکہ بلا تاخیر اسے بھرپور طریقے سے انجام دے۔ پاکستان کی تاریخ میں فتنہ و انتشار کوئی ایک دہائی سے زوروں پر ہے لیکن اہل وطن کو تاحال حکومتی کردار پر بہت سے تحفظات ہیں اور دہشت گردی کے ناسور میں نمٹنے کے لئے کسی جماعت یا کسی مخصوص طبقہ کی رعایت کسی طور پر نہ کی جائے اور اس راہ میں جب قوم دہشت گردی کی جنگ میں اپنے فوجی جوانوں کی پشت پناہی پر آمادہ ہے تو اب جو بھی اس قومی اتحاد کے باوجود تذبذب کا شکار نظر آئے اس کے بارے میں سنجیدہ لائحہ عمل مرتب کرے اور ان سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے تا کہ آنے والا وقت اسلام ، پاکستان اور ہماری آئندہ نسلوں کے لئے امن وسلامتی کی کرنیں لے کر طلوع ہو۔

..........................☆☆☆..........................

Marfat.com

وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا. وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ. اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ.

اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور (یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں خدا کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے ویران ہو چکی ہوتیں اور جو شخص خدا کی مدد کرتا ہے خدا اس کی ضرور مدد کرتا ہے۔

(سورۃ الحج آیت ۴۰)

Marfat.com

علمائے کرام کی ذمہ داریاں دورِ حاضر میں

صاحبزادہ محمد امانت رسول☆

علمائے کرام کے لیے دو باتیں بہت اہم ہیں:

1) دانشوارانہ پختگی

2) دانشوارانہ دیانت داری

صاحبِ علم وہی ہوتا ہے جس میں یہ دونوں خوبیاں موجود ہوں۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا کہ

فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ(۱)

اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سارے کے سارے مسلمان (ایک ساتھ) نکل کھڑے ہوں، تو ان میں سے ہر ایک گروہ (یا قبیلہ) کی ایک جماعت کیوں نہ نکلے کہ وہ لوگ دین میں تفقہ (یعنی خوب فہم وبصیرت) حاصل کریں اور وہ اپنی قوم کو ڈرائیں جب وہ ان کی طرف پلٹ کر آئیں تا کہ وہ (گناہوں اور نافرمانی کی زندگی سے) بچیں۔

اس آیت میں دو باتیں علماء اور اہلِ علم کے لیے بیان ہوئی ہیں:

☆ چیئرمین ادارہ فکر جدید، لاہور

Marfat.com

(۱) تفقہ فی الدین (۲) انذار۔

تفقہ سے مراد فقط جاننا نہیں بلکہ گہرائی کے ساتھ سمجھنا بھی ہے جسے میں نے دانشوارانہ پختگی سے تعبیر کیا ہے۔ یہ علمی پختگی درسِ نظامی یا کسی یونیورسٹی سے ڈگری لے کر نصیب نہیں ہوتی۔ یہ خدا کی عنایت کے بعد، علمی دیانت (Intelectual Honesty) سے پیدا ہوتی ہے۔اس علمی پختگی کے حوالے سے فرمایا:

من یرد اللّٰہ بہ خیراً یفقہ فی الدین

اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اُسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔

اس آیت کے مطابق، دین میں تفقہ حاصل کرنے کا مقصد انذار ہے۔ انذار ایسا فریضہ ہے جو انبیاء علیہم السلام ادا کرتے رہے۔قرآن مجید میں رسول اللہ ﷺ کو بشیر ونذیر کہہ کر بھی مخاطب کیا گیا ہے(اعمال صالحہ کی ادائیگی پہ خوشخبری دینے والے اور اعمال سیئہ کے برے نتائج سے ڈرانے والے)۔قرآن مجید نے جن انبیاء علیہم السلام کا نام لے کر ذکر کیا ان کے فرائض میں سے ایک فریضہ انذار بھی بیان کیا۔پھر جب سلسلہ نبوت اپنے اختتام کو پہنچا اور رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ٹھہرے۔ حضور اکرم ﷺ کے بعد اب یہ فریضہ ان کا ٹھہرا دیا گیا جنہوں نے دین میں تفقہ حاصل کی۔اس لیے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے علماء کو بنی اسرائیل کے انبیاء جیسا فرمایا کہ انذار کا مشن اب علماء کے سپرد ہے۔

تفقہ فی الدین کا معاملہ کسی طرزِ فکر، نقطہ نظر اور مسلک کے ساتھ خاص نہیں

Marfat.com

ہے۔ بلکہ یہ دین کے تمام پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ یہ تفقہ چند کلامی وفقہی مسائل اور تفسیری موشگافیوں سے بھی متعلق نہیں ہے۔اس سے مراد دین کی وہ گہرائی ہے جو ایک عالم کو عصرِ حاضر کے چیلنجز کے لیے تیار کرتی ہے۔ یونانی فلسفہ کا دور ہو یا مغربی سائنس کا زمانہ، نوآبادیاتی نظام کا وقت ہو یا مابعد نوآبادیاتی نظام، سرمایہ دارانہ نظام ہو یا جاگیردارانہ نظام، سوشلزم ہو یا کمیونزم، مغربی فلسفہ الحاد ہو یا لادینیت، جدیدیت ہو یا مابعد جدیدیت الغرض کوئی گمراہی وضلالت کی شکل ہو وہ اپنے زمانے کے چیلنجز کا شعور بھی رکھتا ہے اور تفقہ فی الدین کی قوت سے ان کا جواب دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہے۔ ''سورۃ النحل'' میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دعوت کے تین اصول بیان کیے ہیں:

۱۔حکمت ۲۔ موعظت حسنہ ۳۔ مجادلہ حسنہ

لفظ حکمت میں بہت سے معنٰی پوشیدہ ہیں لیکن دعوت دین کے معاملے میں حکمت سے مراد دلیل و برھان ہے جو عقل وفطرت کے تقاضے کے مطابق ہو جسے سمجھنے میں عقل وفطرت کو اجنبیت نہ ہو۔

جب علمائے کرام عوام الناس کو دین کی طرف بلائیں تو حکمت کے پہلو کو ہمیشہ مدنظر رکھیں۔ صوفیاء کے اندازِ تربیت کو اس لیے عوام الناس میں پذیرائی ملی اور لوگ ان کے معتقد بنے کہ انہوں نے حکمت کے پہلو کو ہمیشہ مدنظر رکھا۔ اس لیے لاکھوں غیر مسلموں نے قبول اسلام کا شرف حاصل کیا، بدقسمتی سے جب بھی حکمت کو نظر انداز کیا گیا تو معاشرے میں بے علمی اور بے چینی نے ہی جنم لیا۔ ہمارے ہاں مناظروں کی ایک روایت وجود میں آ گئی۔ مقابل ومخالف کے سر کو جھکانے کی کوشش

Marfat.com

اور زبان بند کرانے کی سعی کی گئی اور دل سے منوانے کی کوشش نہیں کی گئی۔ دین اسلام داعی بننے کی تلقین کرتا ہے اور ہمارے ہاں وکیل تیار ہوئے۔ داعی کا کام خلوصِ دل اور خیر خواہی کے جذبات کے ساتھ دوسرے کو بات سمجھانا ہے، وہ حق اور سچ بات دوسرے کے سامنے رکھ دیتا ہے اور رب تعالیٰ سے قبولیت کی دعا کرتا ہے۔

جہاں علمی اور فکری حوالے سے اس کے فہم میں کوئی غلطی ہوتی ہے وہ اپنی غلطی کو فراخدلی سے تسلیم کرتا اور دوسرے کی صحیح بات کو اختیار کرتا ہے۔ وکیل گھر سے ہی یہ ٹھان کے نکلتا ہے کہ میں غلط بھی ہوں تو میں نے ہر صورت میں اپنے حریف کو شکست دینی ہی دینی ہے۔ ہم نے دین کے معاملے میں بھی وکیل (Advocate) تیار کیے ہیں مبلغ و داعی تیار نہیں کیے جو فی الواقع دین کی سمجھ رکھنے والے ہوں۔ اس لیے آج ہماری مساجد و مدارس دعوت و تبلیغ کا مرکز نہیں مناظروں کی آماجگاہ بن کر رہ گئے ہیں۔ بدقسمتی سے داعی و مبلغ بھی تیار ہوئے تو وہ تفقہ فی الدین سے عاری........

مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمت میں تبلیغی جماعت کے بانی مولانا الیاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے تھانوی صاحب سے تبلیغی جماعت قائم کرنے کی اجازت مانگی۔ پہلے انہوں نے انکار کیا لیکن بعد میں تین شرائط کے ساتھ اجازت مرحمت فرمائی۔ پہلی شرط: لوگوں کو ان کے کاروباروں سے نہیں اٹھواؤ گے۔ دوسری شرط: وعظ ونصیحت کا منصب عام لوگوں کے سپرد نہیں کرو گے۔ تیسری شرط: دین کی ترجیحات قائم رکھو گے۔ اب آپ ان تین نکات کو مدنظر رکھ لیجئے اور غور کیجئے۔ اگر دین کی دعوت و تبلیغ کا فریضہ بھی سرانجام دیا گیا تو انہی تنظیموں کے ذریعے جنہوں نے لوگوں کو ان کی

Marfat.com

دوکانوں اور کاروباروں سے کئی کئی روز کے لیے اٹھالیا اور بیوی بچوں سے دور کر دیا۔ بوڑھے والدین کی خدمت سے محروم کر دیا۔ یہ سب کچھ دین کے نام پر ہو رہا ہے....

عام سادہ لوح افراد جماعت سے منسلک ہوئے اور کچھ ہی عرصہ میں وہ مبلغ بن گئے اور لوگوں کو دین کی دعوت دینے لگے۔ قرآن مجید ''انذار'' کے لیے ''تفقہ فی الدین'' کی شرط لگاتا ہے لیکن ہم چند مہینوں میں عام آدمی کو سمجھانے اور سکھانے کے مقام پہ بٹھا دیتے ہیں اور وہ اپنے فہم کے مطابق لوگوں کو خدا کے دین کی باتیں بتاتا اور راہنمائی کرتا ہے۔ لیکن اب دین کی ترجیحات کو الٹا کر دیا گیا۔ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں مسلمان پر لازم ہیں لیکن کہیں حقوق اللہ متاثر ہوتے ہیں اور کہیں حقوق العباد۔ دین کے نام پر ایک مسلمان کی معاشرتی، سماجی اور خاندانی زندگی کو تزلزل کر کے رکھ دیا جاتا ہے۔ اس سے ایک خوفناک تصور دین سے متعلق ابھرتا ہے کہ دین فقط چند عبادات اور چند اعتقادات کا نام ہے۔ دین سماجی، معاشرتی، سیاسی اور معاشی امور کو بیان نہیں کرتا اور نہ ہی اہمیت دیتا ہے۔ اس لیے جو شخص بھی متدیّن اور متشرع بنتا ہے تو سب سے پہلے اس کی زندگی کا جو پہلو متاثر ہوتا ہے وہ سماجی ذمہ داریوں کا پہلو ہے۔

اندازہ کیجئے! یہ دین کا کتنا بھیانک اور خطرناک تصور ہے جو ''تفقہ فی الدین'' سے محرومی کی بنیاد پر قائم ہوتا ہے۔ دعوتِ دین کے لیے دوسری بات موعظت حسنہ ہے، قرآن مجید میں ''قول بلیغ'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ یعنی دل میں اتر جانے والی بات...... یہ اندازِ گفتگو بڑے سے بڑے جانی دشمن کا دل بھی موہ لیتا ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

Marfat.com

وَمَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا اِلَى اللّٰهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ اِنَّنِيْ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ وَلَا تَسْتَوِى الْحَسَنَةُ وَلَا السَّيِّئَةُ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِيْ بَيْنَكَ وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ ○ (۲)

اور اس شخص سے زیادہ خوش گفتار کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک عمل کرے اور کہے : بے شک میں (اللہ عزّ وجل اور رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے) فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ اور نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے، اور برائی کو بہتر (طریقے) سے دور کیا کرو سو نتیجتاً وہ شخص کہ تمہارے اور جس کے درمیان دشمنی تھی گویا وہ گرم جوش دوست ہو جائے گا۔

یہ آیت اپنے معنی و مفہوم میں واضح ہے، تیسری بات مجادلہ حسنہ ہے۔ قرآن مجید نے بحث و مباحثہ اور مجادلہ کو تیسرے نمبر پہ بیان کیا ہے۔ اس سے یہ بات سمجھ آتی ہے اگر مجادلہ کی ضرورت بھی پیش آئے تو اس میں بھی خوبصورت طریقہ اختیار کرنے کی تعلیم ہے۔ دنیا میں مختلف اذھان وافکار کے لوگ موجود ہیں۔ ممکن ہیں کچھ لوگ ایسے بھی ہوں جنہیں بحث و مباحثہ کے ذریعے بات سمجھ آئے تو اس بحث میں بھی احسن طریقہ اختیار کرنے کی تعلیم ہے۔ یعنی دین کے داعی بننا ہے تا کہ مقابل کے دل و دماغ میں ہرگز یہ تاثر نہ پیدا ہو کہ مجھے اپنے نظریے اور فکر کو اختیار کرنے کے لیے جبراً آمادہ کیا جا رہا ہے یا ذہنی اذیت کا شکار کیا جا رہا ہے۔ ہمیں داعی و مبلغ بننا ہے۔ دین کی

Marfat.com

بات دوسروں تک پہنچانی ہے۔

بلّغوا عنی ولو اٰیة (۳)

ہم اپنے آپ کو دین کا داعی بنا کر پیش کریں، وکیل نہیں۔ وکیل نہ کیس کی تیاری کرتا ہے، بات غلط ہو یا صحیح بہرحال اُسے اپنی بات درست ثابت کرنی ہوتی ہے۔ ہمارے معاشرے میں یہی ذہنیت پروان چڑھ چکی ہے۔ اس لیے مناظرے کیے جاتے ہیں۔ ایک دوسرے کے خلاف فتوؤں کی توپ چلائی جاتی ہے۔ ایک دوسرے کے اکابر کو برا بھلا کہا جاتا ہے اور پگڑیوں کو اچھالا جاتا ہے۔ اپنے آپ کو سچا اور دوسرے کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے کیا کیا جاتا ہے۔ اس سے اسلام کو نقصان پہنچتا ہے۔ نوجوان نسل اس ماحول سے باغی ہو کر دین سے دور ہوتی چلی جاتی ہے۔

مدارس میں تعلیم حاصل کرنے والے علمائے کرام سماجی دھارے کا حصہ بن کر آگہی دینے اور لینے کے بجائے ایک خاص دائرے میں بند ہو کر رہ جاتے ہیں۔ اس بڑی دنیا میں دین اسلام کی خدمت کے موضوع آمین بالجہر، غائبانہ نماز جنازہ، چند فقہی اور کلامی مسائل رہ گئے ہیں۔ اجتماعی طور پر، اس رویے اور ذہنیت سے، امت مسلمہ کا بہت نقصان پہنچ رہا ہے اور حقیقتاً آج اسی کو صحیح کرنے کی ضرورت ہے۔

..........................حوالہ جات..........................

۱......سورۃ التوبہ:۱۲۲

۲......سورۃ حم سجدہ:۳۳،۳۴

۳......ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل، رقم الحدیث:۲۶۶۹

Marfat.com

قُلْ يَآاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(آل عمران:٦٤)

"کہیے: اے اہل کتاب! آیئے اس ایک بات پر اکٹھے ہو جائیں جو تمہارے اور ہمارے درمیان ایک جیسی ہے یعنی ہم اللہ کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ گردانیں اور اللہ کو چھوڑ کر کوئی دوسروں کو ارباب نہ بنائیں۔"

Marfat.com

امام مسجد اپنا کاروبار کریں

نجم ولی خان☆

میرا مختلف مساجد کے ائمہ کرام اور خطباء حضرات کو مشورہ تھا کہ وہ امامت کو اپنے روزگار کا ذریعہ نہ بنائیں، امام مسجد کسی سکول میں استاد کی نوکری بھی کر سکتا ہے، وہ نورانی قاعدہ، ناظرہ قرآن ہی نہیں بلکہ مختلف مضامین کی ٹیوشن بھی پڑھا سکتا ہے۔ وہ اپنی مسجد کے ساتھ جنرل سٹور، پھلوں، جوسز یا سبزیوں وغیرہ کی دوکان بھی بنا سکتا ہے۔ امام مسجد کو اپنے ماہانہ خرچ کیلئے مسجد کے چندے یا نمازیوں کی مالی امداد پر انحصار نہیں کرنا چاہئے کہ یہ اس کی عزت نفس کو مجروح کرتا ہے۔ میں دھیمی اور منطقی شخصیت کے حامل ڈاکٹر راغب حسین نعیمی کی دعوت پر جامعہ نعیمیہ کے ذیلی ادارے سر فراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم و تحقیق میں مختلف مساجد کے ائمہ کرام اور خطباء حضرات کے ساتھ بات چیت کر رہا تھا، علامہ راغب حسین نعیمی ائمہ کرام اور خطباء حضرات کو معاشرے کے مختلف طبقات کی طرف سے ان کے بارے فیڈ بیک سے آگاہ کرنا چاہ رہے تھے۔ یہ ایک احسن کاوش تھی جس کا انہوں نے اہتمام کیا۔ انہوں نے مجھے کہا کہ میں ایک مقتدی کے طور پر اپنے تجربات اور مشاہدات سے علماء کو آگاہ کروں۔

میں نے ائمہ کرام اور خطباء حضرات سے کہا کہ میں دین کے علم میں ان سے بہت پیچھے ہوں مگر میں معاشرے کا طالب علم ہوں، اپنی سوسائٹی کی روزانہ بہت دلچسپی

☆ سینئر اینکر پرسن و کالم نگار روزنامہ ''نئی بات''

Marfat.com

کے ساتھ سٹڈی کرتا ہوں، سب سے پہلے تو میں یہ چاہتا ہوں کہ ہمارے تمام ائمہ کرام اور خطباء حضرات کسی صورت بھی فرقہ واریت کو فروغ نہ دیں، جو رفع یدین اور آمین بالجہر کے حامی ہیں، وہ رفع یدین کرتے رہیں اور جو آمین پست آواز میں کہنا چاہتے ہیں وہ پست آواز میں کہتے رہیں، اپنے مکتب فکر کی ترویج ضرور کریں مگر اس کیلئے انہیں دوسروں کے عقائد ونظریات کی نفی کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرا موقف تھا کہ ہمارے مسلکی اختلافات کی بنیاد یا تو تاریخی واقعات ہیں یا علمی نوعیت کی تشریحات ہیں، بڑے سے بڑا عالم بھی تاریخ کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ ہاں، علمی اختلافات پر دلائل ضرور دے سکتا ہے مگر یہ اختلافات عوام تک منتقل کرنا اور ان کی بنیاد پر جنگ وجدل کروانا کسی طور پر عقل مندی نہیں۔ میں نے انہی دو اختلافات کو بنیاد بنایا اور کہا کہ آپ اہل حدیث مساجد میں چلے جائیں تو وہاں آپ کو ایسے پوسٹر جا بجا ملیں گے جن پر رفع یدین کرنے اور زور سے آمین کہنے کے حق میں مختلف احادیث بہت ہی ٹھوس حوالوں کے ساتھ درج ہوں گی اور دوسری طرف اہلسنت وجماعت کی مساجد میں اتنی ہی ٹھوس احادیث اور حوالے اس کی نفی کرتے ہوئے مل جائیں گے۔ جنگ جمل ہوئی، کون حق پر تھا اور کون نہیں تھا، اس کا فیصلہ نہ ہوسکتا ہے اور نہ ہی کرنا ضروری ہے، جن کو خلفائے راشدین بننے کی سعادت حاصل ہونا تھی وہ ہو چکی، اب ہم ان کی ترتیب میں تبدیلی نہیں کرسکتے لہٰذا ہمیں ان تاریخی واقعات پر بحث کرنے کی ضرورت ہی نہیں۔ علمی نوعیت کے اختلافات علمائے کرام کو طے کرنے چاہئیں۔ اختلافی معاملات پر مناظرے اور مقابلے عوام کی ذمہ داری نہیں ہونے چاہئیں۔ ایک محترم امام مسجد نے مجھ سے کہا کہ اگر کوئی ہم سے سوال کرے تو کیا ہم اسے نہ بتائیں کہ کیا درست ہے اور

Marfat.com

کیا غلط۔ میرا جواب تھا، آپ اسے ضرور بتائیں کہ آپ کے مکتب فکر کے مطابق کیا درست ہے۔ آپ دوسروں کے مؤقف کو رد کرنے کی بجائے اپنی تعلیمات کا موضوع اپنے مؤقف کے حق میں دلائل سے کر سکتے ہیں اور اس سے بھی کہیں زیادہ اہم یہ ہے کہ آپ اختلافی نوعیت کے سوال کرنے والے سے پوچھیں کہ کیا وہ اللہ اور اس کی مخلوق کے فرائض کو بجا طور پر ادا کرتا ہے، کیا وہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرتا ہے، ہم میں سے بہت سارے ایسے ہیں جو نماز، روزے، زکوۃ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی بجائے اختلافی مسائل پر بحث کو ہی اصل دین سمجھتے ہیں۔ میرا مؤقف ہے کہ دنیا میں عیسائیوں، ہندوؤں اور یہودیوں سمیت گوناگوں مذاہب کو ماننے والے مسلمان ہوئے بغیر ہی مر جاتے ہیں، ہم انہیں تو مسلمان نہیں کر پاتے مگر دیوبندی بریلویوں کو، بریلوی دیوبندیوں کو، شیعہ سنیوں کو، سنی شیعوں کو، اہل حدیث اہل سنت کو اور اہل سنت اہل تشیع کو اپنی اپنی راہ پر لانے یا راہ پر نہ آنے کی صورت میں جہنم کی وعید دینے میں زیادہ دلچسپی اور تن دہی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ آپ تشریحات میں جائیں مگر میرے نزدیک تو ایمان کی بنیاد صرف کلمہ طیبہ میں بیان کی گئی دونوں حقیقتوں کو تسلیم کرنا ہے، اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور دوم یہ کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے (آخری) نبی ہیں۔ جس نے اس کو مان لیا وہ مسلمان ہے اور اس سے آگے بڑھتے ہوئے اگر کوئی ہمارے مطابق اپنا نظریہ درست نہیں رکھتا تو اس کے مسلمان ہونے سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں، اس شخص کو گناہ گار ضرور کہا جا سکتا ہے۔ میری نظر میں اس وقت جو امت مسلمہ کو تقسیم ہونے سے روکنے کی نیت کے ساتھ امت کے درمیان موجود اختلافی امور پر خاموشی اختیار کر لیتا ہے، وہ بھی اللہ عزوجل کی، کالی کملی والے

Marfat.com

کی اوران کے دیئے ہوئے دین برحق کی خدمت کرتا ہے۔

میں چیزوں کو سادہ نظر سے دیکھتا ہوں، میں اس شخص کی دل سے عزت نہیں کر سکتا جو میرے سامنے ہاتھ پھیلاتا ہے، اگر میرا امام اپنی ضروریات کیلئے مجھ سے زکوۃ، فطرانہ، صدقہ اور ہدیہ وصول کرتا ہے تو پھر میں کبھی دل سے اسے اپنے سے افضل نہیں مانوں گا چاہے وہ علم اور کردار میں مجھ سے کتنا ہی بہتر کیوں نہ ہو، میں انسانی فطرت اور معاشرتی روایات کے تناظر میں بات کر رہا ہوں، مقتدیوں کے آگے مصلے پر اسی کو کھڑا ہونا چاہئے جو اپنے مقتدیوں کا محتاج نہ ہو۔ مجھے کہنے دیجئے کہ یقینی طور پر وہ آیات یہودی علماء کے حق میں نازل ہوئیں جو اللہ کے احکامات کو قلیل معاوضے کے عوض بیچ دیتے تھے۔ میں جانتا ہوں اور مانتا بھی ہوں کہ امامت کے عوض تنخواہ کو جائز قرار دیا گیا ہے کہ یہ امامت کرنے اور قرآن سنانے کی نہیں، امام کے وقت اور پابند ہونے کے عوض دی جاتی ہے مگر کیا ہی بہتر ہو کہ ہمارے امام، امامت کے عوض تنخواہ وصول نہ کریں۔ جب اذان ہو تو وہ شٹر گرا کے مسجد میں آجائیں، جماعت کروائیں اور واپس اپنے کاروبار یا نوکری پر لوٹ جائیں۔ میرے ایسے دوست موجود ہیں جن کی دوکانیں ہیں اور وہ اپنا کاروبار نماز کے وقت بند کر دیتے ہیں اور بڑی تعداد میں گاہک ان کے اس معمول سے واقف ہو چکے ہیں۔ وہ ظہر، عصر یا مغرب کی نماز کے وقت کا خیال رکھتے ہیں۔ میں اس موضوع پر پہلے بھی لکھ چکا اور اب بھی کہتا ہوں کہ دین کا علم وہی کیوں حاصل کرتے ہیں جن کے گھر میں بچوں کو تعلیم دینے کیلئے پیسے نہیں ہوتے اور جن کے گھر چار دانے ہوتے ہیں وہ اپنے بچوں کو ڈاکٹر اور انجینئر بنانے کی ضد تو کرتے ہیں مگر عالم دین بنانے کی نہیں اور شاید یہی وہ بنیادی وجہ ہے جس نے ہم سب

Marfat.com

کی نظر میں علمائے کرام کا وہ مقام نہیں رہنے دیا جس کے وہ اصل حق دار ہیں۔ میں نے امام وخطیب حضرات سے کہا کہ میرے علم میں وہ لوگ بھی ہیں جو مساجد اور مدارس سے ہی اتنا کما لیتے ہیں کہ وہ کمرشل مارکیٹوں کے مالک ہوتے اور قیمتی گاڑیاں چلاتے پھرتے ہیں۔ وہ اپنے ساتھ ڈھیروں مسلح گن مین بھی افورڈ کر لیتے ہیں مگر عملی طور پر امام وخطیب حضرات میں سے کتنے اس معاشی مقام تک پہنچتے ہیں، ان اعداد وشمار کو ضرور دیکھا جانا چاہیئے۔ ہمارے اماموں کی بہت بڑی تعداد تو ایک مسجد سے فارغ ہوتی ہے تو دوسری مسجد حاصل کرنے کیلئے ماری ماری پھرتی ہے۔ میں نے سرفراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ پیس اینڈ ایجوکیشن کے شرکاء سے کہا کہ میرا علم اور فہم ناقص سہی مگر میری نظر میں وہ لوگ بہت افضل ہیں جو اپنا روزگار ہونے کے باوجود دین کا علم حاصل کرتے اور اس کے فروغ کیلئے کوشاں ہوتے ہیں۔ مجھے خوشی ہوئی کہ راغب حسین نعیمی اس فیلڈ میں کام کر رہے ہیں جس میں کام کرنے کی اصل ضرورت ہے۔

.....................☆☆☆.....................

Marfat.com

"یَاَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَی اللّٰہِ اِلَّا الْحَقَّ" (النساء:۱۷۱)

"اے اہل کتاب اپنے دین میں غلو سے کام نہ لو اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق کے سوا کچھ نہ کہو"

"اِیَّاکُمْ وَالْغُلُوَّ فِی الدِّین"

(سنن، ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب قدر حصی الرمی، ج ۳، رقم الحدیث: ۳۰۲۹)

تم اپنے آپ کو دین میں غلو کرنے سے بچاؤ۔

Marfat.com

مبلغ کی خصوصیات واوصاف

مولانا محمد راغب حسین نعیمی☆

سبق پھر پڑھ صداقت کا عدالت کا شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

امامت وتبلیغ دین اسلام کا اہم ترین شعبہ ہے کہ اس کا واضح مفہوم بندگان خدا کو پیغام خدا سے روشناس کرانا اور مختلف امور زندگی میں انہیں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کرنا ہے۔ تبلیغ کا یہ کام اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء کرام علیہم السلام کے سپرد کیا گیا جنہوں نے اپنے اپنے دور میں لوگوں کو راہ حق کا راستہ دکھایا اور ان تک خالق کائنات کا پیغام پہنچایا۔ چنانچہ نبوت ورسالت کا یہ سلسلۃ الذہب بالآخر پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر آکر اختتام پذیر ہوا اور آپ کو خاتم النبیین بنا کر کائنات عالم میں مبعوث کیا گیا۔ قرآن حکیم اس پر یوں ارشاد فرماتا ہے:

ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین (۱)

یوں رسول اکرم ﷺ کی نبوت آخری ہوئی اور آپ کے لئے دین اسلام کو کامل بنا دیا گیا:

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دینا (۲)

اب اسلام کی کاملیت کا مظہر ہے کہ جس طرح نبوت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ

☆ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ وچیئرمین سرفراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم وتحقیق

Marfat.com

والسلام کے ساتھ تمام نبوتیں منسوخ ہوئیں یوں ہی آپ کے دین کے آگے دیگر تمام ادیان نا قابل قبول ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین (۳)

باقی رسل عظام کی طرح جناب رسالتمآب ﷺ نے جب اس دنیا سے پردہ کیا تو اب تبلیغ اسلام کی ذمہ داری امت کے ان اصحاب کے ذمہ آئی جنہوں نے اسلام کی تعلیمات سے اپنے سینوں کو خوب منور کرلیا۔ اب وہ لوگوں کو راہ ہدایت دکھانے کے لئے مشعل اسلام اٹھائیں اور مخلوق کو اس کے خالق کے احکام پہنچائیں۔

مبلغ اور اس کی خصوصیات واوصاف:

چنانچہ وہ شخص جو تبلیغ دین کے کام کے لئے نکلے، مبلغ کہلاتا ہے۔ اس امر عظیم کی انجام دہی کے لئے ایسے فرد میں متعدد شرائط وکوائف کا ہونا ضروری ہے تا کہ وہ اس کام کو بطریق احسن ادا کر سکے۔ ہم یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک مبلغ یا امام و خطیب میں درج ذیل خصوصیات کا وجود ان کے کردار وعملیت کو بڑھا دے گا۔

1 علمی خصوصیات 2 شخصی خصوصیات 3 تبلیغی خصوصیات

ا۔ علمی خصوصیات:

اس سے مراد ایک مبلغ کی علمی حیثیت وقابلیت ہے۔ علم کسی بھی مبلغ کے لئے شرط اولین قرار دیا جا سکتا ہے کہ اس کے بغیر تبلیغ کا تصور ہی نہیں تو علمی اعتبار سے ایک مبلغ میں دو اوصاف ہونے چاہیں پختگی اور وسعت۔

Marfat.com

قرآن وسنت کا علم:

چونکہ یہاں مبلغ سے ہماری مراد ایسا شخص ہے جو دین اسلام کی ترویج و اشاعت کا کام کرتا ہے، تو سب سے پہلے اسے دین اسلام کی تعلیمات کے بنیادی سرچشمہ "قرآن حکیم" کا علم رکھنا ضروری ہے کہ مبلغ لوگوں کو دین کے امور سے باخبر کرتا ہے۔ اگر وہ قرآن وحدیث اور علوم ضروریہ سے بخوبی آگاہ نہیں تو اس کی ناپختہ تعلیمات سے لوگ سیدھے راستے کی طرف کسی صورت گامزن نہیں ہو سکتے۔ اس کے بجائے وہ لوگوں کی گمراہی وتباہی کا باعث بنے گا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک صاحب کو لوگوں کو خطاب کرتے سنا تو اس کے قریب آئے اور کہا:

کیا تم قرآن کے ناسخ ومنسوخ کی معرفت رکھتے ہو؟

اس کا جواب نفی میں پا کر آپ نے فرمایا:

تم خود بھی ہلاکت میں پڑے اور دوسروں کو بھی ہلاکت میں ڈالا۔ (۴)

یہ اس لئے کہ اپنی علمی کم مائیگی کی وجہ سے وہ دوران تبلیغ آیات واحکام قرآن کی تعبیر وتشریح میں بالضرور ٹھوکر کھائے گا جس کا انجام لوگوں کی بے رہروی اور فتنہ پروری پر ہوگا اسی لئے ان مسائل کا سدباب کر نے کے لئے حدیث پاک میں سخت وعید وارد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من قال فی القرآن برایه فاصاب فقد اخطأ (۵)

اور اسی طرح حدیث وسنت اسلام کا دوسرا بنیادی سرچشمہ اور قرآن کریم کی تفسیر ہے کہ قرآن کے معانی کا بیان بھی منصب رسالت میں ذکر کیا گیا۔ ارشاد ہوتا

Marfat.com

ہے:

و انزلنا الیک الذکر لتبین للناس مانزل الیھم و لعلھم یتفکرون(۶)

اس لحاظ سے حدیث کی من مانی یا غلط تشریح کرنا بھی قابل گرفت جرم اور گناہ ہے چنانچہ کئی جگہ وضاحت کے ساتھ اس فعل کی مذمت وارد ہوئی ہے۔آپ نے فرمایا:

چنانچہ مسلم امہ کے عمومی زوال کی داستان میں اصحاب علم میں علمی وفکری ناپختگی کا فقدان ہی تھا جس پر دل گرفتہ ہوکر اظہار افسوس کرتے ہوئے اقبال نے کہا تھا۔ ؎

واعظ قوم کی وہ پختہ خیالی نہ رہی
رہ گئی رسم اذان روح بلالی نہ رہی
برق طبعی نہ رہی شعلہ مقالی نہ رہی
فلسفہ رہ گیا تلقین غزالی نہ رہی

جدید علوم سے آگہی:

دینی علوم سے آگہی کے ساتھ ایک مبلغ کو جدید علوم و مسائل سے بھی واقفیت ضروری ہے تاکہ اس کے علم میں اتنی وسعت ہو کہ وہ اپنے سامعین کو اطمینان بخش تعلیمات فراہم کر سکے۔اس سے ایک طرف اس کے موضوعات میں جدت آئے گی اور وہ لوگوں کو معاشی و معاشرتی پیچیدگیوں میں رہنمائی کے قابل ہوگا بلکہ جدید علوم سے بہرہ ور افراد بھی اس کی گفتگو سے بخوبی استفادہ کر سکیں گے جس سے مبلغ اور اس

Marfat.com

کے سامعین کے درمیان فاصلہ کم ہوگا اور اس کی تبلیغ کی افادیت میں کئی گنا اضافہ ممکن ہو سکے گا۔

بالخصوص وقت کے بدلنے کے ساتھ انسانی معاشرے میں جو تبدیلیاں رونما ہوتی ہیں ان سے نت نئے مسائل اور پیچیدگیاں منظر عام پر آتی ہیں جن کا وجود پہلے نہ تھا۔ اب مبلغ کو چاہئے کہ وہ ان جدید پیش آمدہ مسائل و معاملات کا مطالعہ کرے اور ان کے متعلق اسلامی احکام کو سمجھے تاکہ اپنے متعلقین تک صحیح معلومات بہم پہنچائے۔ چنانچہ اس ضمن میں طبقہ علماء کا فرض ہے کہ ان مسائل پر تحقیق کریں اور اس کے مختلف پہلوؤں کا جائزہ لے کر اس کا شرعی حکم تلاش کریں۔ امام ابو یوسف کے بارے میں آتا ہے کہ ایک بار وہ بازار میں ادھر ادھر گشت کر رہے تھے۔ کسی نے ان سے پوچھا کہ حضرت آپ کا بازار میں کیا کام؟ امام نے جواب میں فرمایا کہ لوگ میرے پاس شرعی احکام کے استفسار کے لئے آتے ہیں اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ مجھے زمانے کے چال چلن کا علم ہو کہ لوگ کس طرح لین دین کرتے ہیں۔

اس سے اس بات کا بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ عالم کے لئے اپنے مخصوص حلقے سے باہر نکل کر معاشرے میں ہونے والے روزمرہ کے مختلف معاملات سے شناسائی ضروری ہے تاکہ اسے زمانے کے رسم و رواج کی حقیقت معلوم ہو جو اس کو اس کام کی شرعی حیثیت کے تعین میں مدد دے گی۔

زبان دانی:

علم میں پختگی اور وسعت کے بعد اہم چیز زبان دانی ہے۔ زبان دانی سے

Marfat.com

یہاں ہماری مراد زبان پر اس قدر مہارت ہے جس کے ساتھ وہ سلیقے سے اپنی بات دوسروں تک پہنچا سکے اور اس سے مضحکہ خیز قسم کی غلطی سرزد نہ ہو۔ علم ایک مبلغ کو مواد (material) فراہم کرتا ہے اور زبان اس مواد کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنتی ہے یعنی اس مواد کو پیش کرنے (presentation) میں زبان کا کردار نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ مبلغ کو اس زبان پر گرفت ہونی چاہئے جس میں اس نے لوگوں سے گفتگو کرنی ہے تاکہ وہ اچھی طرح اور وہی بات منہ سے نکالے جو وہ کہنا چاہ رہا ہے۔

اور زبان دانی کے لئے اس زبان کے ادب کی طرف رجوع کرنا پڑے گا جیسے ہمارے ہاں تبلیغ کا ذریعہ اظہار اردو زبان ہے تو مبلغ کو چاہئے کہ وہ اردو زبان کے ادب کے مطالعے میں شغف پیدا کرے تاکہ اس کی زبان و بیان میں نکھار آئے جس سے نہ صرف اس کی گفتگو میں دلکشی اور چاشنی در آئے گی بلکہ وہ اپنی بات کو بہتر انداز میں اور عمدہ الفاظ میں ڈھالنے کے قابل ہو سکے گا۔

شخصی خصوصیات:

مبلغ کا اپنا کردار نہایت اہمیت رکھتا ہے۔ وہ شخص جو دوسروں کو بھلائی کی دعوت دینے پر نکلے اس کی بات کے مؤثر ہونے کے لئے ازحد ضروری ہے کہ لوگ اس کے کردار کے بارے میں اچھی رائے رکھتے ہوں صرف تبھی وہ اس کی بات پر کان دھریں گے ورنہ وہ اس کی طرف ہرگز مائل نہ ہوں گے اور اس کی بات کو بے وقعت گردانیں گے اور اس کے اس عمل کو دوغلا پن اور منافقت سے تعبیر کریں گے۔ اب

Marfat.com

ہمیں اس پہلو کا جائزہ لینا ہے کہ ایک آئیڈیل مبلغ کی شخصیت میں کون کون سے اوصاف ہونے چاہئیں۔

اگر ہم مبلغ کے مفہوم کو سوچیں تو ہمارے ذہن کی سطح پر یہ بات ابھرتی ہے کہ مبلغ کا بلاواسطہ تعلق قول سے ہے کہ وہ بات کے ذریعے لوگوں کی رہنمائی کرتا ہے چنانچہ اسے نہ صرف دوران تبلیغ بلکہ اپنی عملی زندگی میں بھی بات کا سچا ہونا لازم ہے اس میں دروغ گوئی کا عیب ہرگز نہ ہو کہ یہ ایسا عیب ہے جو مبلغ کے منصب تبلیغ سے قطعاً میل نہیں کھاتا۔ اس سے اس کی بات کا اعتبار یا تو بالکل سرے سے قائم نہ ہوگا اور اگر اس کا جھوٹا پن لوگوں پر دیر سے بھی کھلے تب بھی لوگ اس سے آن کی آن میں متنفر ہو جائیں گے اور پھر ان کا پہلے کا سا اعتبار دوبارہ حاصل کرنا گویا محالات میں سے ہوگا۔ مبلغ تو رہا ایک طرف حدیث میں فرمایا کہ ایک عام بندہ مومن سے بھی جھوٹ کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ایسے ہی حدیث مبارکہ میں ہے "ایاکم والکذب فان الکذب یھدی الی الفجور وان الفجور یھدی الی النار وان الرجل لیکذب ویتحری الکذب حتی یکتب عنداللہ کذابا"(۷)

اگر ہم سیرت نبوی کی ورق گردانی کریں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ جب رسول اکرم ﷺ نے دعوت دین آغاز کیا تو اپنے دعوی پر سب سے پہلی دلیل اپنے کردار کو ٹھہرایا اور اس میں بھی بالخصوص اپنی صداقت و امانت کو۔ یوں آپ کے اعلان نبوت سے قبل کی چالیس سالہ زندگی تبلیغ بالعمل کا مظہر ہے اور اس کے بعد جا کر تبلیغ بالتقریر کا مرحلہ آتا ہے۔ اور یہ کردار کی ہی قوت تھی کہ آئندہ محض تیرہ سالوں میں فرزندان توحید

Marfat.com

کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی اور بتوں کے آگے جھکی ہوئی پیشانیاں اب خالق حقیقی کی بارگا میں سجدہ ریز ہوگئیں۔

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدے سے دیتا ہے آدمی کو نجات

یوں پتہ چلتا ہے کہ کسی بھی مبلغ کا کردار اور پھر اس کی صداقت و دیانت گویا اس کی تبلیغ کی روح اور اس میں کامیابی کی بنیاد ہے۔اسی لئے حدیث میں علم ضار سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی گئی ہے کہ جو انسان کی گمراہی کا سبب بنے اور یونہی علم بغیر عمل کے بھی باعث خسران ہے۔اس لئے مبلغ کو اپنے کردار کی صفائی پر پہلے توجہ دینی چاہیے تاکہ اس کا پیغام تاثیر آشنا اور مخلوق خدا کے لئے منفعت کا سامان کرے۔

تیری خودی میں ہو اگر انقلاب پیدا
عجب نہیں کہ چار سو بدل جائے

مزید برآں اس کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ مبلغ کے قول وفعل میں مطابقت ہو۔ وہ بھلائی کی تبلیغ کرے اور خود بھی اس کے اوپر عمل پیرا ہو ورنہ ایسی تبلیغ جو عمل سے خالی ہو عملی منافقت ٹھہرے گی اور اس کے فعل شنیع ہونے میں کوئی دورائے نہیں ہوسکتیں۔ یوں مبلغ کا کام اصلاح ہے اور اس میں سب سے پہلے اسے اپنی ذات کی اصلاح پر توجہ دینی چاہیے اور اپنے کردار کو نکھارنا چاہیے۔

حق گوئی و بے باکی:

وصف صداقت ایک مبلغ میں اس قدر راسخ ہونا چاہئے کہ وہ دین کے مطابق

Marfat.com

حق بات بیان کرنے میں کسی مصلحت کا شکار نہ ہو اور معاشرے کے کسی عہدیدار یا طاقتور انسان سے نہ دبے ورنہ مصلحت پسندی اور خوف ایسی بیماریاں ہیں جن کی وجہ سے دین میں بگاڑ جنم لیتا ہے۔ یہاں ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ سچ میں بلاشبہ قوت ہے لیکن اس کی قوت کی نمود اسی صورت ممکن ہے جب انسان میں بے خوفی ہو۔

نکل جاتی ہو جس کے منہ سے سچی بات مستی میں
فقیہ مصلحت بیں سے وہ رند بادہ خوار اچھا

چنانچہ ایک حدیث پاک میں فرمایا:

الساکت عن الحق شیطان اخرس (۸)

کہ سچ کی بات کہنے سے زبان روکنے والا گونگا شیطان ہے۔

اس فرمان نبوی سے حق کے پرچار سے رکنے کی مذمت خوب ظاہر ہے تو ایک مبلغ میں یہ زیادہ قابل مذمت ٹھہرے گی کیونکہ مبلغ ایک عوامی شخصیت ہے جس سے بہت سے لوگوں کا تعلق ہوتا ہے یوں اس کا پیغام اور رویہ ان لوگوں کی نظر میں قابل تقلید ہوتا ہے اس طرح مبلغ، امام یا عالم کے بگاڑ سے گویا ایک معاشرہ بگڑ سکتا ہے۔ اس لئے مبلغ کو اس پہلو پر نظر رکھ کر قدم بڑھانا چاہیے کہ کہیں لوگوں کو نیکی کی راہ کی طرف لانے کے بجائے وہ ان کی گمراہی کا باعث نہ بن جائے۔

احکام ترے سچ ہیں مگر اپنے مفسر
تاویل سے قرآں کو بنادیتے ہیں پاژند

تبلیغی خصوصیات:

Marfat.com

اس سے مراد وہ اوصاف واطوار ہیں جو ایک مبلغ کو تبلیغی حوالے سے مدنظر رکھنا ضروری ہیں۔اس ضمن میں سب سے پہلے جس چیز پر توجہ درکار ہے وہ ہے دعوت وتبلیغ کا طریق کار اور اس کے متعلقات۔مبلغ کو چاہئے کہ وہ تبلیغ کے طریقہ کار کو قرآن وسنت سے سمجھے اور اس پر عمل پیرا ہوتے ہوئے لوگوں سے گفت وشنید اور نشست و برخاست کرے تاکہ وہ یہ کام صحیح طور پر انجام دے سکے۔قرآن حکیم میں ہے:

ادع الیٰ سبیل ربك بالحکمة والموعظة الحسنة و جادلهم بالتی هی احسن(۹)

یوں آیہ مبارکہ میں تبلیغ کے تین طریقے مذکور ہیں:

(1) حکمت (2) عمدہ نصیحت (3) مجادلہ ومباحثہ

یونہی سیرت نبوی میں تبلیغ کے مختلف پہلوؤں کو مدنظر رکھا گیا چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کتاب مقدس میں ارشاد ہوتا ہے:

ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولك(۱۰)

اس لئے مبلغ کو اخلاق نبوی کی پیروی کرتے ہوئے تبلیغ میں نرمی اور شفقت سے کام لینا چاہئے تاکہ لوگ اسے ہمدرد اور مہربان پاکر اس کے اردگرد اکٹھے ہوں اور اسلام کا پیغام سنیں۔چنانچہ اس کے انداز میں شائستگی، رائے میں پختگی اور رائے میں اعتدال پسندی کی جھلک ہونی چاہئے۔

موضوع اور مواد کا چناؤ:

مبلغ اپنے موضوعات کا انتخاب احتیاط سے کرے جس میں اسلامی تاریخ و

Marfat.com

تہوار اور حالات حاضرہ کو دیکھتے ہوئے قرآن و حدیث اور سیرت کا مطالعہ کرے اور موضوع سے متعلق مواد کا چناؤ کرے یونہی سیرت صحابہ اور صالحین کے سوانح سے بھی رہنمائی حاصل کرے۔ اگر ہو سکے تو دوران مطالعہ اپنی گفتگو کے اہم نکات اور ان سے جڑی آیات و احادیث اور دیگر متعلقہ مواد کا ایک خاکہ تیار کرے اس سے نہ صرف وہ بآسانی موضوع پر بات کرنے کے قابل ہو سکے گا بلکہ اس کی گفتگو میں بہت حد تک ربط بھی پیدا ہو گا جس سے سامعین کو بات سمجھنے میں آسانی ہو گی۔

لوگوں کو محبت خدا تعالیٰ، محبت رسول ﷺ اور ان کی اطاعت کا درس دے کہ وہ امور کو بجالائیں اور منہیات سے اجتناب کریں۔ اس ضمن میں معاشرتی برائیوں اور نئے مسائل و معاملات کے حوالے سے لوگوں کو آگاہ کرے۔

گفتگو میں سلیقہ مندی:

مبلغ کا کام ہے کہ وہ گفتگو کے وقت لوگوں کی ذہنی استعداد اور نفسیات کو سمجھتے ہوئے عام فہم الفاظ میں بات کرے۔ موقع محل کے پیش نظر لہجے میں اتار چڑھاؤ تو ہو لیکن اس میں بھی میانہ روی ضروری ہے تا کہ اس کے انداز میں متانت نظر آئے اور نہایت بلند آواز یا زیادہ تیز رفتاری سے گفتگو نہ کرے کہ سامعین پر گراں گزرے یا انہیں بات سمجھنے میں دقت ہو کہ اس صورت میں تبلیغ کا مقصد لوگوں کو احکام اسلام سے آگاہ کرنا ہی فوت ہو جائے گا۔

اسی طرح مبلغ دوران گفتگو جسمانی حرکات و اشارات (Body

Marfat.com

(Language سے بھی کام لے کہ اس سے متکلم کو بات سمجھانے اور سامع کو بات سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

احساس ذمہ داری:

مبلغ کو اپنے منصب کا پاس نہایت ضروری ہے کہ یہ انبیاء کی وراثت ہے لہذا اسے محنت اور لگن کے ساتھ سرانجام دے تاکہ اس کی بات سننے والوں کے دل اسلام کے نور سے جگمگا اٹھیں۔ یونہی وقت کی پابندی اور باقاعدہ مطالعہ کی عادت بھی اسی احساس ذمہ داری کا تقاضا ہے کیونکہ اسی صورت تبلیغ کے ثمرات حاصل ہوسکتے ہیں۔

غرض، تبلیغ جو اسلام کا اہم ترین شعبہ ہے۔ اس کی ادائیگی میں احتیاط کی اشد ضرورت ہے تاکہ معاشرے کو اسلام کا صحیح پیغام پہنچے اور وہ جنت نظیر معاشرہ وجود میں آسکے جس کی بنیاد پیغمبر اسلام ﷺ نے صدیوں قبل رکھی تھی۔

اس روز خلد خود اتر آئے گی دہر میں
جس روز بن کے دہر میں انساں رہیں گے ہم

..............................حوالہ جات..............................

۱......الاحزاب:۴۰ ۲......المائدہ:۳ ۳......آل عمران:۸۵
۴......السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن ۵......ترمذی۔کتاب تفسیر القرآن، باب ماجاء فی الذی تفسیر القرآن برایہ، رقم:۲۹۵۲، مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت، لبنان
۶......النحل:۴۴
۷......ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی التشدید فی الکذب، ج۴،ص ۳۲۵، رقم الحدیث:۴۹۸۹
۸......ابوداؤد، کتاب الادب، باب یھجر اخاہ المسلم، رقم:۴۹۱۰، مطبوعہ دار الفکر، بیروت، لبنان
۹......النحل:۱۲۵ ۱۰......آل عمران:۱۵۹

Marfat.com

مذہبی اختلافات میں راہِ اعتدال

مولانا حافظ محمد سلیم ☆

اسلام کی بنیاد قرآن اور حدیث پر ہے۔ اسلام کی ان دو بنیادوں پر پوری امت مسلمہ متفق ہے۔ البتہ قرآن وحدیث کی تعبیر میں علماء کرام میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلافات فقہی بھی ہیں اور کلامی بھی ۔ ہر دو اختلافات علمی بھی ہیں بعض اوقات یہ اختلافات راہِ اعتدال کو چھوڑ کر شدت پسندی اور انتہاء پسندی تک پہنچ جاتے ہیں۔ شدت پسندی اور انتہاء پسندی امت کیلئے ضرر رساں اور نقصان دہ ہے۔ اسی سے فرقہ بندی پیدا ہوتی ہے۔ جس کی قرآن پاک میں ممانعت کی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۔(۱)

ترجمہ: تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں پھٹ نہ جانا۔

مذہبی اختلافات کے بارے میں آئمہ وخطباء کو کیا کردار ادا کرنا چاہئے تاکہ یہ امت فرقہ وارانہ کشمکش اور اس ضرر رساں دلدل سے محفوظ رہے۔ اس مسئلہ کو درج نکات کی روشنی میں سمجھا جاسکتا ہے۔

مذہبی اختلافات کی تاریخ:

مذہبی اختلافات کے بارے میں مؤرخین نے یہ نقطہ نظر قائم کیا ہے کہ جب

☆ اسسٹنٹ پروفیسر: شعبہ اسلامیات گورنمنٹ شالیمار کالج باغبانپورہ، لاہور

Marfat.com

تک اسلام عرب میں محدود رہا اس وقت تک عقائد کے بارے میں کسی قسم کی تحقیق، چھان بین اور بحث ونزع پیدا نہ ہوئی۔ کیونکہ عرب اقوام کا مزاج تخیل کی بجائے عمل کا رنگ لیے ہوئے تھا۔ لیکن جب اسلام وسعت پذیر ہوا اور اس میں دوسری اقوام داخل ہوئیں تو عقائد کے متعلق نکتہ آفرینیاں شروع ہوگئیں۔ (۲)

ان مباحث کا آغاز حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد ہوا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں شیعہ اور خوارج مذہبی گروہ پیدا ہو گئے تھے۔ ان کی باہمی چپقلش سے لوگوں میں مناظروں اور مباحثوں کا زور بڑھا اور مختلف عقائد پر شدید اختلاف رائے کا اظہار ہونے لگا۔ ایک دوسرے کا نیچا دکھانے کیلئے قرآن وحدیث سے استدلال اور اپنے اپنے مؤقف کی برتری کے ثبوت کیلئے عقلی دلائل بھی پیش کیے جاتے۔ (۳)

بنو امیہ کے دور میں سیاسی مصلحتوں کے تحت مسئلہ جبر وقدر ابھرا اور اس بنا پر جبریہ اور قدریہ فرقے پیدا ہوئے۔ جبریہ فرقے کو سیاسی مصلحتوں کے باعث سلاطین بنو امیہ کی پشت پناہی حاصل تھی۔ بنو امیہ کے دور تک عقائد کے یہ مباحث اور مناظرے صرف مسلمانوں میں ہی محدود رہے لیکن عباسیوں کے دور میں جب مسلمانوں کی درس گاہوں میں مجوسی، یہودی، عیسائی اور دیگر مذاہب سے تعلق رکھنے والے افراد تعلیم کے حصول کیلئے آنے لگے تو یہ مباحث اور وسعت اختیار کر گئے۔ (۴)

مذہبی اختلافات کی وجوہات:

مذہبی اختلافات کا آغاز سیاسی اختلافات سے شروع ہوا۔ یہ سیاسی اختلافات مذہبی اختلافات پر پوری طرح اثر انداز ہوئے۔ ۳۵ھ میں حضرت عثمان

Marfat.com

غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد امت مسلمہ میں دو بڑے سیاسی گروپ معرض وجود میں آئے۔

۱) شیعان علی رضی اللہ عنہ ۲) شیعان معاویہ رضی اللہ عنہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لشکر کے درمیان صفین کے مقام پر ایک خونریز جنگ ہوئی۔اس جنگ کے دوران دونوں رہنماؤں نے تصفیہ کیلئے ایک کمیشن پر اتفاق کرلیا۔اس میں حضرت ابوموسی اشعری رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے نمائندہ بنے اور حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی طرف سے نمائندہ بنے۔انہوں نے چھ ماہ کی مدت کے بعد عوام الناس کی مشاورت سے فیصلہ کرنا تھا۔اس کمیشن اوراس کے فیصلہ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں نے اتفاق کرلیا اوران کو حکم مان لیا یعنی ان کو ثالث مان لیا اور اتفاق کرلیا گیا کہ جو بھی یہ فیصلہ کریں گے وہ فریقین کی طرف سے قبول کیا جائے گا۔اسی ثالثی کے مسئلہ میں اختلاف کے نتیجہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لشکر میں سے ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جنہوں نے انسانوں کو حکم ماننے سے انکار کردیا اور کہا کہ انسانوں کو حکم ماننا قرآن کی صریح خلاف ورزی ہے۔قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

ان الحکم الا للہ

ترجمہ: حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔(۵)

تاریخ میں اس گروہ کا نام خارجی ہے۔ان کے عقائدونظریات میں بہت زیادہ شدت پسندی اور انتہاء پسندی پائی جاتی تھی ان کے چند عقائد درج ذیل ہیں۔

Marfat.com

۱) اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی گناہ کبیرہ ہے۔

۲) گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

۳) جو کافر کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔

۴) کافر کے خلاف جہاد فرض ہے۔

خارجیوں نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے انسانوں کو حکم مان کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس لیے یہ دونوں گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں اور گناہ کبیرہ کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔ لہٰذا حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ دونوں کافر ہو گئے ہیں۔ اس لیے ان کے خلاف جہاد فرض ہو گیا ہے۔ (۶)

۴۰ھ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تمام عالم اسلام میں بنو امیہ کی حکومت قائم ہو گئی۔ ۶۱ھ میں یزید کے دور حکومت میں تاریخ اسلام کا انتہائی افسوسناک واقعہ، واقعہ کربلا پیش آیا جس میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو ساتھیوں سمیت یزیدی افواج نے شہید کر دیا۔ واقعہ کربلا ہمیشہ امت مسلمہ میں موضوع بحث بنا رہا کہ یزید اس واقعہ کا ذمہ دار تھا یا نہیں تھا۔ ان بحثوں کے نتیجہ میں جبریہ اور قدریہ کے نام سے مزید دو فرقے معرض وجود میں آ گئے۔ جبریہ انسان کو مجبور محض مانتے تھے اور کہتے تھے کہ جو تقدیر میں لکھا ہوا ہے وہی ہوتا ہے۔ انسان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ انسان تقدیر کے سامنے مجبور ہے اپنے اس نظریہ جبر پر قرآن سے استدلال کرتے تھے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَمَا تَشَاءُوْنَ اِلَّا اَنْ يَّشَاءَ اللّٰهُ (۷)

Marfat.com

ترجمہ: اور تم کچھ نہیں چاہتے مگر وہی جو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا ہے۔

جبر یہ نقطہء نظر کے حاملین یہ نتیجہ نکالتے تھے کہ کربلا کے شہداء کا شہید ہونا ان کی تقدیر میں لکھا ہوا تھا۔ اس میں یزید سمیت کوئی بھی قصوروار نہیں ہے۔ منشاء الٰہی ایسے ہی تھی جیسے ہوا اس طرح وہ ثالث کرتے کہ اس میں یزید کا کوئی قصور نہیں ہے۔

دوسری طرف قدریہ نقطہء نظر کے حاملین انسان کی آزادی ارادہ کے قائل تھے قدریہ بھی اپنے نقطہ نظر پر قرآنی آیات سے استدلال کرتے جیسے

وَمَا أَصَابَكُمْ مِنْ مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ

ترجمہ: اور جو بھی تم پر مصیبت آتی ہے وہ تمہارے اپنے ہی اعمال کی وجہ سے آتی ہے۔ (۸)

قدریہ کا کہنا تھا کہ انسان اپنی سوچ، اپنے ارادے، انتخاب اور عمل میں آزاد ہے۔ اس لیے وہ اپنے کیے کا ذمہ دار بھی ہے۔ جو شخص اپنے گناہوں کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ پہ ڈالتا ہے وہ بہت بڑا ظالم اور فاسق ہے۔

جبریہ علماء کو بنو امیہ کے دور حکومت میں حکومت کی پشت پناہی حاصل تھی جبکہ قدریہ نقطہء نظر کے علماء اموی حکمرانوں کے عتاب کا نشانہ بنے رہے۔

اسی دور میں جبر و قدر کی ابحاث میں ایمان و عمل کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ ایمان کیا ہے؟ ایمان و عمل کا آپس میں تعلق کیا ہے؟ آیا عمل ایمان ہی کا حصہ ہے یا ایمان و عمل الگ الگ ہیں۔ اس مسئلہ کے نتیجہ میں مرجیہ اور وعیدیہ مکاتب فکر معرض وجود میں آئے۔ مرجیہ کا خیال تھا کہ ایمان کا تعلق صرف توحید و رسالت کے اقرار کے ساتھ ہے اگر ان بنیادی عقائد کو تسلیم کر لیا جائے تو عملی لغزشوں، کوتاہیوں اور

Marfat.com

گناہوں کے باوصف انسان مؤمن ہی رہتا ہے کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ ظاہری اعمال کی بناپر کسی شخص کے جنتی یادوزخی ہونے کا فیصلہ کرے دوسری طرف وعیدیہ نے کہا کہ ایمان کا تعلق صرف اقرار باللسان کے ساتھ ہی نہیں بلکہ تصدیق بالقلب اور اعمال حسنہ کے ساتھ بھی ہے جب تک ہمارا ایمان روزمرہ کے معمولات پر اثرانداز نہیں ہوتا اس وقت تک اسے مکمل ایمان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ وعیدیہ کے نزدیک گناہ کبیرہ کا مرتکب اس لائق ہی نہیں ہے کہ اسے مؤمن کہا جائے۔

مذہبی اختلافات میں علماء حق کا کردار:

خارجی، شیعہ، جبریہ، قدریہ، مرجیئہ اور وعیدیہ کے نظریات اور عقائد میں غلو کی وجہ سے شدت پیدا ہوگئی تو کچھ علماء حق نے امت مسلمہ کو اعتدال پسندی کی راہ بھی دکھانے کی کوشش کی۔ اس کوشش میں یکے بعد دیگرے درج ذیل تین تحریکیں معرض وجود میں آئیں۔

معتزلی تحریک:

مرجیئہ اور وعیدیہ کے اختلافات کی شدت کے نتیجہ میں راہ اعتدال اپنانے کیلئے معتزلی تحریک معرض وجود میں آئی۔ روایت ہے کہ حضرت حسن بصری اپنے شاگردوں کے درمیان تشریف فرما تھے ایک سائل نے سوال کیا کہ کیا گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مؤمن کہنا درست ہے؟ اس کا خیال تھا کہ آپ چونکہ مرجیئہ کے حامی ہیں اس لیے آپ اثبات میں جواب دیں گے تو بات آگے بڑھے گی۔ حضرت حسن بصری اس سوال کے مالہ وماعلیہ کے بارے میں ابھی سوچ ہی رہے تھے کہ ان کے ایک

Marfat.com

شاگرد واصل بن عطاء نے جواب دیا کہ ایسا شخص نہ مؤمن ہوگا اور نہ ہی کافر بلکہ دونوں کی درمیان کی منزل میں ہوگا۔ جسے اس نے المنزلۃ المنزلتین کا نام دیا، واصل بن عطاء کا یہ جواب مرجیئہ اور وعیدیہ کے انتہا پسندانہ نظریات کے درمیان مصالحت اور اعتدال پیدا کرنے کی ہی ایک صورت تھی کیونکہ مخالفت اس قدر شدت اختیار کر چکی تھی کہ ہر وقت فتنہ وفساد کا خطرہ رہتا تھا۔ تاہم وقت گزرنے کے ساتھ معتزلہ خود بھی اپنے نظریات میں غلو کا شکار ہو گئے اور راہ اعتدال سے خود بھی پھسل گئے۔ معتزلہ عقل کی وحی پر فوقیت کے قائل تھے۔ خلق قرآن، رؤیت باری تعالیٰ اور دیگر نظریات میں انہوں نے اس قدر شدت پسندی اور انتہاء پسندی کا مظاہرہ کیا کہ انہوں نے حکومت عباسیہ کے تعاون سے اپنے نظریات بالجبر منوانے کی پوری کوشش کی۔

اشعری تحریک:

معتزلی تحریک عقلیت پسندی کی تحریک تھی۔ یہ تحریک ابتداءً اصلاحی تھی تاہم اپنے نظریات میں غلو کی وجہ سے ان کے نزدیک مسلمات دین کی اہمیت ہی نہ رہی اور عام لوگ آزاد خیالی کی طرف جھکاؤ کرنے لگے۔ ان حالات میں اشعری تحریک معرض وجود میں آئی۔ یہ تحریک ابوالحسن علی اشعری کی طرف منسوب ہے۔ آپ کے سامنے دو انتہا پسندانہ نظریات کے حاملین تھے۔ ایک طرف معتزلہ جو عقل کی وحی پر فوقیت کے قائل تھے۔ اور دوسری طرف روایت پسند جو مذہبی معاملات میں عقل کو بالکل ہی استعمال نہیں کرنا چاہتے تھے۔ امام ابوالحسن علی اشعری نے ان دونوں انتہا پسندانہ نظریات میں درمیانی راہ اختیار فرمائی اور امت مسلمہ کو اعتدال پسندی کی طرف

Marfat.com

راہنمائی فرمائی۔ امام باقلانی، امام الحرمین، امام غزالی، علامہ شہرستانی، امام رازی اور علامہ آمدی اشعری تحریک کے عظیم نمائندے ہیں۔

ماتریدی تحریک:

یہ تحریک ماتریدی کے نام سے مشہور ہے۔ اس تحریک کے بانی امام ابو منصور ماتریدی ہیں۔ حنفی مکتب فکر کے لوگ عقائد میں ماتریدی ہیں اس تحریک کا مقصد معتزلہ اور اشاعرہ کے نظریات کے درمیان بیچ کی راہ نکالنا تھا۔ تاہم ماتریدی اشاعرہ کے مقابلہ میں گمنام ہیں۔

ان مختصر معروضات سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جب بھی مذہبی نظریات میں شدت پسندی کا رجحان بڑھا اور انتہا پسندی پیدا ہوئی تو ایسے میں اعتدال پسند علماء ہی اس امت کو ملتے رہے جنہوں نے بروقت راہ اعتدال کی نشاندہی کی اور قرآن وسنت کی حقیقی راہ کی طرف عوام الناس کو دعوت دی۔ راہ اعتدال اپنانے والے علماء ہی حق کہلاتے ہیں۔

برصغیر پاک و ہند میں مذہبی اختلافات:

جزوی فقہی اختلافات کی بنا پر اہل سنت و جماعت میں چار مذاہب پیدا ہوئے جو کہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کے نام سے موسوم ہیں اور عقائد کے اختلافات کی بنا پر اہل سنت کے ہی تین گروہ ملتے ہیں جو کہ اشعری، ماتریدی اور حنبلی کے ناموں سے موسوم اور معروف ہیں۔ اکثر بنیادی عقائد میں یہ متفق ہیں البتہ چند عقائد ان میں

Marfat.com

مختلف فیہ ہیں ان اختلافی مسائل اعتقادیہ میں فقہ مالکی اور فقہ شافعی کے مقلدین شیخ ابوالحسن علی اشعری کے قول کے تابع ہیں اسی لیے فقہ میں مالکی یا شافعی عقائد میں اشعری کہلاتے یں اور حنفی فقہ کے مقلدین عقائد میں ماتریدی ہیں۔ ابومنصور ماتریدی کے قول کے تابع ہیں اور امام احمد بن حنبل کے مقلدین عقائد میں بھی حنبلی ہیں۔ (۹)

برصغیر پاک و ہند میں ہر دور میں مسلمانوں کی اکثریت حنفی فقہ کے مقلدین کی رہی ہے تاہم تیرہویں صدی ہجری میں مسلمانوں کی حکومت کے خاتمہ کے بعد انگریز پوری طرح برصغیر پر قابض ہو چکے تھے۔ اس سیاسی بحران کے نتیجہ میں مذہبی بحران بھی پیدا ہوا اور کئی جدید کلامی مسائل ابھرے جن کی بنیاد پر ہندوستان کے علماء میں شدید کشمکش پیدا ہوگئی۔ پاک و ہند کے علماء کے درمیان کئی مناظرے اور مجادلے ہوئے۔ ان اختلافات کے نتیجہ میں یہاں کے مسلمان کئی مذہبی گروہوں میں بٹ گئے جیسے وہابی، دیوبندی، بریلوی، شیعہ، اہل قرآن، نیچری اور قادیانی وغیرہ ہیں۔ ان فرقوں میں مختلف فیہ مسائل میں سے چند درج ذیل ہیں۔

۱) امکان کذب باری تعالیٰ
۲) تجسیم باری تعالیٰ
۳) مسئلہ خاتم النبیین
۴) علم مصطفیٰ کیفیت وکمیت کے اعتبار سے
۵) مسئلہ علم غیب
۶) حضور کا مقام بشریت
۷) حیات النبی
۸) اختیار مصطفیٰ
۹) میلاد، قیام، عرس، نیاز، فاتحہ
۱۰) جن، فرشتہ، جنت اور دوزخ کا کوئی وجود ہے یا تمثیلی ہیں۔

بالخصوص اہل پاکستان اور بالعموم تمام امت مسلمہ کو سوچنا ہے کہ ان مسائل

Marfat.com

کے ساتھ کیسے نمٹا جائے۔ تاریخ شاہد ہے کہ مذہبی اختلافات پیدا ہو جاتے ہیں وہ کبھی بھی ختم نہیں ہوتے۔ مذکورہ مذہبی اور کلامی مسائل جو پیدا ہو چکے ہیں یہ مسلمانوں کی تاریخ کا حصہ ہیں اور رہیں گے یہ سوچنا کہ کس طرح یہ اختلافات ختم ہو جائیں یہ ناممکن ہے۔

مذہبی اختلافات کی حیثیت اگر علمی رہے اور دلیل اور منطق سے اختلافات کیا جائے تو مختلف نظریات علمی سرمایہ ہوتے ہیں۔ اس سے سوچ اور فکر کے نئے دریچے انسان کیلئے کھلتے ہیں۔ البتہ اگر یہ اختلافات شدت پسندی اور انتہاء پسندی کی طرف انسانی معاشرہ کو دھکیل دیں تو امت کیلئے ضرر کا باعث ہیں۔

شدت پسندی کا مطلب یہ ہے کہ کسی نقطہ نظر کے ماننے والے یہ سمجھیں کہ جو ہمارا نقطہ نظر ہے یہی حق اور صواب ہے اور باقی تمام نقطہ ہائے نظر باطل اور طاغوت ہیں اور انتہا پسندی یہ ہے کہ کسی بھی مسلک کے سالکین اپنے مسلک کے نظریات وعقائد اور تعبیرات بالجبر دوسروں پر مسلط کرنے کی کوشش کریں۔ شدت پسندی اور انتہاء پسندی مسلم معاشرے میں کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ گزشتہ تاریخی ادوار میں بھی اس فکر کے حاملین موجود رہے ہیں اور یہ بھی طے شدہ ہے کہ شدت پسندی اور انتہا پسندی سے امت مسلمہ کو کبھی بھی فائدہ نہیں ہوا ہمیشہ امت کو اس کا نقصان ہی پہنچا ہے۔ اس لیے کہ یہ تصور اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ اسلام امن پسندی اور بھائی چارے کا دین ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ پاکستان میں اس مسئلہ کا حل کیا ہے۔ راقم کے نزدیک اس کا حل دو اداروں کے پاس ہے۔ ایک علماء کرام اور دوسرا حکومت پاکستان۔

Marfat.com

علماء کرام کا کردار:

پہلا حل ایسا ہے جو فوری ہوسکتا ہے۔ یہ حل مکمل طور سے علماء کرام کے پاس ہے تاہم یہ فوری حل ضروری ہے۔ لیکن یہ حتمی اور دیرپا حل نہیں ہے اس فوری حل کیلئے درج ذیل تجاویز ہیں۔

۱) محراب و منبر کی صدا:

علماء کرام مذہبی اختلافی مسائل کو محراب و منبر اور عوامی اجتماعات کی زینت نہ بنائیں۔ یہ مسائل کتابوں اور فتاوی تک محدود رہیں۔ خطبات جمعہ و عیدین میں ان مسائل کو ہرگز بیان نہ کیا جائے۔ اگر کوئی اپنی علمی پیاس بجھانا چاہے تو وہ کتابوں کی طرف رجوع کرے۔

۲) مثبت انداز:

بعض مواقع پر بعض اختلافی مسائل کو اگر بیان کرنا ماحول کا تقاضہ ہو تو ان مسائل کو مثبت انداز میں ہی بیان کیا جائے۔ منفی انداز بیان سے احتراز کیا جائے مثلا مثلا اگر میلاد النبی کی شرعی حیثیت بیان کی جائے تو صرف میلاد کے ثبوت پر قرآن وحدیث کی دلائل بیان کیے جائیں اور جو میلاد النبی کے مخالفین ہیں ان کا ذکر تک نہ کیا جائے نہ ان کی کسی دلیل کا ذکر کیا جائے اور نہ ان کی کسی دلیل کی تردید کی جائے۔ اسی طرح اگر ایصال ثواب کا مسئلہ بیان کیا جارہا ہو تو صرف ایصال ثواب پر ہی قرآن وحدیث سے دلائل بیان کیے جائیں جو مکاتب فکر ایصال ثواب کو نہیں مانتے ان کا ذکر ہی نہ کیا جائے اس لیے کہ سامعین صرف قرآن وحدیث ہی سننا چاہتے ہیں۔ ایصال

Marfat.com

ثواب کی محفل میں صرف ایصال ثواب کی برکات اور ایصال ثواب کا شرعی طریقہ معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ مثبت انداز بیان سے کسی قسم کی پیچیدگی کا سامنا نہیں کرنا پڑتا۔

۳) خطابات کے موضوعات:

خطباء اور واعظین کو چاہیے کہ خطبہ جمعہ اور دیگر عوامی اجتماعات میں خطابت کیلئے درج ذیل قسم کے عنوانات میں سے موضوعات کا چناؤ کریں۔

ا) توحید اور دلائل توحید

ب) مقام مصطفیٰ یعنی حضور ﷺ کے امتیازی اوصاف

ج) سیرت مصطفیٰ یعنی رسول پاک کے معجزات

د) سیرت مصطفیٰ یعنی حضور کے اخلاق کریمانہ اور آداب معاشرت

ر) حقوق انسانی قرآن وحدیث کی روشنی میں

۴) موضوعات کی کثرت:

خطیب حضرات کے پاس ایک چھوٹی سی ذاتی لائبریری کا ہونا ضروری ہے جس میں تفسیر، حدیث، سیرت اور فقہ کے موضوعات سے متعلق کتابیں ہوں۔ خطبہ وعظ کی کتابوں کی بجائے اصل کتابوں سے تیار کیا جائے۔ ایک خطیب کے پاس اتنے موضوعات ہوں گے جو اس کے تصور سے باہر ہیں۔ مثلاً قرآن پاک میں 540 رکوع ہیں عام طور سے ہر رکوع ایک موضوع ہوتا ہے۔ بہت سے رکوع ایسے ہیں کہ ان میں ایک سے زیادہ موضوعات ہوتے ہیں۔ ہر رکوع کو ایک موضوع کہنا کم از کم ہے۔ اس

Marfat.com

طرح 540 موضوعات خطیب کی الماری کی شیلف پر موجود ہیں۔ ایک سال میں تقریباً 50 جمعے ہوتے ہیں۔ اس طرح گیارہ برس کیلئے خطبات جمعہ کے موضوعات ہمارے سامنے ہیں چونکہ قرآن پاک کے بہت سے رکوع ایک سے زیادہ موضوعات پر مشتمل ہوتے ہیں۔ اگر اندازاً اہم موضوعات کی تعداد کو قرآن پاک کے رکوع کے تعداد سے ڈبل کر لیں تو قرآن پاک میں خطبات کے موضوعات کی تعداد کا حساب یہ ہوگا (540x2=1080) اگر کوئی خطیب اس ترتیب کے مطابق چلے تو بائیس برس تک اس کے پاس خطبات کیلئے موضوعات کا وافر ذخیرہ ہوگا۔ احادیث و سیرت اور صحابہ کرام و اولیاء کرام کے موضوعات ان کے علاوہ ہیں۔

۵) تقریر کی تیاری:

بغیر تیاری یا کمزور تیاری کے ساتھ کبھی بھی خطبہ یا درس نہیں دینا چاہیے جن آیات پاک کا درس دینا ہو ان کی تین چار تفاسیر کا مطالعہ کریں روزانہ ایک گھنٹہ ضرور مطالعہ کریں بدھ تک آنے والے جمعہ کیلئے خطبہ جمعہ کی تیاری مکمل ہو جانی چاہیے۔ اس طرح تقریر کی تیاری کے بعد انسان کو خود سوچنے کا موقعہ ملتا ہے کہ کونسی چیز بیان کرنے والی ہے اور کونسی چھوڑنے والی ہے۔ اس کے برعکس اگر خطبہ کی تیاری بروز جمعہ سے ایک یا دو گھنٹے پہلے کی جائے تو وقت تو گزر جائے گا لیکن وہ اچھی، پرسکون اور اطمینان بخش تیاری نہیں ہوگی۔

۶) امامت و اقتداء کے فتاوی میں میانہ روی:

برصغیر پاک و ہند میں پائے جانے والے مسلم مکاتب فکر ایک دوسرے کے

Marfat.com

پیچھے نماز کی ادائیگی سے گریزاں ہیں اس گریز کی وجہ وہ فتاوی ہیں جن میں مختلف مکاتب فکر کے علماء نے ایک دوسرے پر بدعت اور کفر وشرک کے احکامات صادر فرمائے ہیں۔ان فتاوی کی تکنیکی عبارات سے پہلو بچاتے ہوئے اس مسئلہ کو آئین پاکستان کی روشنی میں سمجھنا زیادہ بہتر بھی ہے اور آسان حل بھی ہے۔

12 اپریل 1973ء کو آئین پاکستان متفقہ طور پر قومی اسمبلی نے منظور کیا اور 14 اگست 1973ء کو اس کا نفاذ عمل میں آیا۔اس آئین کو ووٹ دینے والوں میں عوامی، سیاسی جماعتوں کے نمائندوں کے علاوہ علماء کرام کی سیاسی جماعتوں کے نمائندے بھی شامل تھے۔جمعیت علماء پاکستان کے سات اور جماعت اسلامی کے چار ممبران شامل تھے علماء کرام کے کل اٹھارہ نمائندوں نے اس آئین کی منظوری میں حصہ لیا تھا۔آج تک 1973ء کے آئین میں اسلامی دفعات کا شامل کرانا پاکستان کی سیاسی تاریخ میں علماءء کی اہم خدمت سمجھا جاتا ہے۔آئین پاکستان منظور کرنے کی خدمت میں مولانا مفتی محمود صاحب، مولانا شاہ احمد نورانی صاحب اور ابو الاعلی مودودی صاحب بھی شامل تھے۔ان علماء کرام کی ساعی جمیلہ سے آئین پاکستان میں اسلامی دفعات شامل ہوئیں۔یہ آئینی اسلامی دفعات ہی ہیں جو پاکستان کو اسلامی ریاست ظاہر کرتی ہیں۔من جملہ ان اسلامی دفعات کے آئین پاکستان میں مسلمان کی تعریف بھی شامل ہے۔

A person who believes in Tauheed or Oneness of Allah and in the prophethood of Hazrat Mohammad (P.B.U.) as the last

Marfat.com

prophet of Allah has described as Muslim.

(Constitution of Pakistan)

ترجمہ: مسلمان وہ ہے جو توحید یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت محمد ﷺ کے آخری نبی ہونے پر بھی ایمان رکھتا ہو۔

آئین پاکستان میں مسلمان کی یہ تعریف اور دیگر اسلامی دفعات علماء کرام نے ہی شامل کرائی تھیں بظاہر علماء کرام کی مذکورہ تینوں سیاسی جماعتوں کے اٹھارہ نمائندوں نے آئین کو ووٹ دیا تھا لیکن دراصل اسمبلی سے باہر وہ تمام لوگ بھی اس میں شامل تھے جن کی علماء کی ان سیاسی جماعت کو حمایت حاصل تھی۔ آئین کی اسلامی دفعات دراصل قرآن وحدیث کی ہی تعبیر ہے۔ اور یہ سب سے اچھی اور صائب تعبیر ہے کیونکہ آئین کسی ایک انسان کے فکر کی عکاسی نہیں کرتا بلکہ یہ پوری قوم کے اجتماعی فکر کی عکاسی کرتا ہے۔ آئین جس کو مسلمان کہتا ہے اسے مسلمان ہی سمجھا جائے۔

امہات کتب فقہ میں فقہاء اسلام نے امامت کی جو شرائط بیان فرمائی ہیں انہیں ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے نیز رسول پاک ﷺ کے اس فرمان:

فالصلوۃ واجبۃ علیکم خلف کل مسلم براً کان او فاجراً (۱۰)

ترجمہ: ہر مسلمان کے پیچھے نماز پڑھنا تم پر واجب ہے خواہ نیک ہو یا بد کے

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

بات یہ ہے کہ صحابہ، تابعین اور ان کے بعد کے اصحاب ایسے بھی تھے جو نماز میں ''بسم اللہ'' پڑھتے تھے اور ایسے بھی تھے جو نہیں پڑھتے تھے۔ کچھ بآواز بلند پڑھتے اور کچھ بآواز بلند نہ پڑھتے تھے۔ بعض نماز فجر میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور بعض

Marfat.com

نماز فجر میں دعائے قنوت نہ پڑھتے تھے۔ بعض پچھنے لگوانے، نکسیر پھوٹنے اور قے کے بعد تجدید وضو ضروری سمجھتے اور بعض اس سے تجدید وضو ضروری نہ سمجھتے۔ بعض اصحاب جنسی عضو کو ہاتھ لگانے اور خواہش نفسانی کے ساتھ عورت کو مس کرنے پر وضو ضروری سمجھتے اور بعض تجدید وضو ضروری نہ سمجھتے تھے۔ اس کے باوجود وہ ایک دوسرے کے پیچھے نمازیں پڑھ لیتے تھے۔ مثال کے طور پر امام ابو حنیفہ اور ان کے ساتھی اور امام شافعی وغیرہ مدینہ منورہ کے آئمہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ اہل مدینہ نماز میں "بسم اللہ" پڑھتے ہی نہ تھے۔ نہ بآواز بلند نہ آہستہ۔۔۔

ہارون الرشید نے پچھنے لگانے کے بعد نماز کی امامت کی۔ امام ابو یوسف نے اس کے پیچھے نماز ادا کی اور بعد میں نماز کو لوٹایا بھی نہیں۔ امام مالک نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ پچھنے لگانے کے بعد تجدید وضو ضروری نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبل کی رائے یہ تھی کہ نکسیر پھوٹنے اور پچھنے لگوانے کے بعد نیا وضو کرنا چاہیے ان سے پوچھا گیا کہ اگر امام کے جسم سے خون نکلے تو احمد بن حنبل نے جواب دیا کہ کیسے ممکن ہے کہ میں امام مالک اور سعید بن المسیب کے پیچھے نماز نہ پڑھوں؟

بیان کیا جاتا ہے کہ امام ابو یوسف اور امام محمد عیدین میں حضرت ابن عباس کے مسلک کے مطابق تکبیریں کہا کرتے تھے۔ (حالانکہ دونوں کا مسلک اس کے برعکس تھا) وجہ یہ تھی کہ ہارون الرشید کو یہ بات پسند تھی کہ عیدین کی نماز میں ان کے دادا عبداللہ بن عباس کی تکبیریں ہوا کریں۔

امام شافعی نے حضرت امام حنفیہ کے مقبرہ کے قریب ایک مرتبہ نماز فجر پڑھی

Marfat.com

تو اپنے مسلک کے خلاف دعائے قنوت کو ادباواحتراماً ترک کر دیا اور کہا کہ کبھی ہم اہل عراق کے مسلک پر بھی عمل کر لیتے ہیں۔

امام ابو یوسف کے متعلق برازیہ میں ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ جمعہ کے دن حمام میں غسل کیا اور لوگوں کو نماز جمعہ پڑھائی نماز کے بعد جب لوگ منتشر ہو گئے تو آپ کو خبر دی گئی کہ حمام کے کنویں میں ایک مرا ہوا چوہا پڑا ہے تو امام ابو یوسف نے کہا ''تو ہم اپنے مدنی بھائیوں (یعنی مالکیوں) کے مسلک پر عمل کر لیتے ہیں جن کا مسلک یہ ہے کہ جب پانی دو قلہ کی مقدار ہو تو وہ ناپاک نہیں ہوتا۔(۱۱)

قرآن وحدیث کی جو تعبیر آئین پاکستان میں کی گئی ہے اس تعبیر کے مطابق جو مسلمان مکاتب فکر مسلمان ہیں انہیں مسلمان ہی سمجھا جائے۔ متعصّبانہ رویہ ترک کرنا ہی ضروری ہے۔ تعصب کی اس تاریک کوٹھڑی سے ہر ایک کو نکلنا چاہیے۔ کیونکہ ایسی انفرادی آراء پاکستانی قوم کے اجماعی فتوی کے متضاد ہیں۔ یہ اجماعی فتوی آئین پاکستان ہے۔ آئین پاکستان مفتی محمود، مولانا شاہ احمد نورانی، ابوالاعلی مودودی اور ان کے ہم خیالوں کا متفقہ فتوی ہے۔ آئین پاکستان درج بالا مسلم کی تعریف کے علاوہ شق نمبر 260 میں غیر مسلم کو بھی واضح کر دیا گیا ہے۔

حکومت پاکستان کی ذمہ داری:

مذہبی اختلافات میں امت مسلمہ کو راہ راست پر گامزن کرنے کیلئے دوسرا حل حکومتی سطح پر کیے جانے والے اقدامات ہیں۔ ان مسائل سے نمٹنے کا یہ اصل حل ہے۔ یہ حل حتمی بھی ہوگا اور دیرپا بھی ہوگا کیونکہ یہی حل اسلام کا تقاضا ہے اور اسلامی

Marfat.com

روح کے عین مطابق ہے۔حکومتی سطح پر درج ذیل اقدامات کیئے جانے ضروری ہیں۔

۱)تمام مساجد سرکاری ہوں:

تمام مساجد سرکاری تحویل میں لے لی جائیں ۔امام اور خطیب سرکار کا نمائندہ ہو۔شریعت کی رو سے اسلامی ریاست میں خطیب ماسوا اضطراری حالت کے پرائیویٹ نہیں ہوسکتا۔حکومت اگر خطابت کو اپنی ذمہ داری نہ سمجھے تو پھر عوام کو اختیار ہے کہ وہ اپنے طور سے امامت وخطابت کی ذمہ داری کسی کو سونپ دیں اور غیر سرکاری سطح پر امامت وخطابت کا بندوبست کریں یہ اضطراری حالت ہے۔اصلاً یہ ذمہ داری حکومت وقت کی ہی ہے۔

فقہاء کرام نے جمعہ کی ادائیگی کیلیئے درج ذیل چھ شرائط بیان فرمائی ہیں۔

۱)مصر ۲)سلطان ۳)وقت ظہر

۴)خطبہ ۵)جماعت ۶)اذن عام

فقہ کی تمام امہات کتب میں یہ شرائط بیان کی گئی ہیں یہاں صرف دو حوالے پیش خدمت ہیں،علامہ مرغینانی لکھتے ہیں۔

ولا یجوز اقامتھا الا للسلطان (۱۲)

ترجمہ:سوائے سربراہ ریاست کے کسی کیلیئے جمعہ قائم کرنا جائز نہیں ہے۔(یا جسے سربراہ ریاست اجازت دے)

مفتی امجد علی اعظمی لکھتے ہیں۔

مسئلہ:سلطان اسلام یا اس کا نائب جسے جمعہ قائم کرنے کا حکم دیا ہے۔جمعہ

Marfat.com

قائم کریں گے۔

مسئلہ: سلطان عادل ہو یا ظالم جمعہ قائم کرسکتا ہے یونہی اگر زبردستی کوئی بادشاہ بن بیٹھا یعنی شرعاً اسے حق امامت نہ ہو مثلاً قرشی نہ ہو یا اور کوئی شرط مفقود ہو تو یہ بھی جمعہ قائم کرسکتا ہے۔ یونہی اگر عورت بادشاہ بن بیٹھی تو اس کے حکم سے جمعہ قائم ہو گا۔ یہ خود قائم نہیں کرسکتی۔ (۱۳)

اس سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محراب و منبر کا اصل وارث سربراہ ریاست ہے۔ سربراہ ریاست کے آرڈرز سے ہی آئمہ و خطباء کا تقرر ہوتا ہے۔ اگر سربراہ ریاست کسی کو معزول کرنا چاہے تو یہ اختیار بھی اسی کا ہے۔ البتہ اگر سربراہ ریاست غیر مسلم ہو تو یہ اضطراری حالت ہے۔ اس صورت میں عوام کو اختیار ہوگا وہ جسے چاہیں اپنا امام و خطیب مقرر کرلیں۔ اس کی امامت میں نماز پنجگانہ ادا کریں اور جمعہ و عیدین کی نمازیں ادا کریں۔ اور اگر سلطان مسلم ہو تو شرعی لحاظ سے امام و خطیب کے تقرر کا اختیار عوام کے پاس رہتا ہی نہیں یہ اختیار خود بخود سربراہ ریاست کے پاس چلا جاتا ہے۔ جدید ریاست میں یہ اختیارات ریاست کے ہیں لہٰذا امام و خطیب کا سرکاری نمائندہ ہونا شرعی تقاضہ ہے۔

۱۴۔ اگست ۱۹۴۷ء سے ہی حکومت پاکستان کو اپنی اس ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے تھا یا ۱۴۔ اگست ۱۹۷۳ء کو آئین پاکستان کے نفاذ کے وقت ہی اس ذمہ داری کا اٹھا لیا جاتا تو معاملہ راہ ریاست پر آجاتا۔ تاحال ایسا نہ ہونا حکومتی غفلت ہے۔ اس لیے حکومت پاکستان کو چاہیے کہ وہ اپنی اس آئینی اور شرعی ذمہ داری کا احساس کرے تاکہ امت کو مزید مسائل کے الجھاؤ سے بچایا جاسکے، فرقہ واریت سے

Marfat.com

بچاؤ کیلئے اساسی اور بنیادی حکومتی ذمہ داری ہے۔

۲) خطباء تیار کرنا:

آئمہ وخطباء کا تقرر کرنے کے علاوہ آئمہ وخطباء کی تیاری بھی حکومتی فرائض میں شامل ہے۔ پرائیویٹ سطح پر کسی بھی مسجد کا امام اور خطیب بننے کیلئے کسی قسم کا ضروری تعلیمی معیار نہیں ہے۔اس کا نتیجہ ہے۔ کہ بہت سی مساجد میں کم پڑھے ہوئے حضرات بھی امامت وخطابت کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ تعلیم یافتہ آئمہ اور خطباء کی تیاری کیلئے درج ذیل تجاویز ہیں۔

ا) امام وخطیب کی کم از کم تعلیمی قابلیت ایم۔اے اسلامیات یا ایم۔ اے عربی ہو۔

ب) کالجز میں بھی انٹر لیول پر "اسلامک سٹڈیز گروپ" متعارف کرایا جائے۔(پنجاب کے تمام تعلیمی بورڈز میں انٹر لیول پر "اسلامک سٹڈیز گروپ" کا انتظام موجود ہے۔اسے کالجز میں متعارف کرانے کی ضرورت ہے۔

ج) "اسلامک سٹڈیز گروپ" میں اسلامیات کے نصاب کو مزید بہتر بنایا جائے۔

۳) علماء اکیڈمیز کا قیام:

ہر ضلع کے مرکز میں علماء اکیڈمیز قائم کی جائیں۔ پبلک سروس کمیشن کے ذریعے آئمہ وخطباء کی بھرتی کے بعد آئمہ وخطباء کو دو سال تربیتی کورس کروایا جائے اس تربیتی پروگرام کو .M.Phil کا درجہ دیا جائے۔ مختلف مکاتب فکر سے تعلق رکھنے

Marfat.com

والے علماء کرام جب دو برس اکٹھے گزاریں گے تو اعتدال پسندی کی فکر پروان چڑھے گی۔

۴) خطبات کی تیاری:

جمعہ اور عوامی اجتماعات میں کیئے جانے والے خطابات کی تیاری کا کام بھی ماہرین کے سپرد کیا جائے۔ یہ کام کسی مناسب ادارے کے سپرد ہونا چاہیے تاکہ خطبہ جمعہ اجتماعی فکر کی عکاسی کرے نہ کہ انفرادی سوچ کی نمائندگی کرے۔ وزارت مذہبی امور کو اس کا بندوبست کرنا چاہیے۔ پہلے سے بھی ایسے ادارے پاکستان میں موجود ہیں جن کو خطبات کی تیاری کا کام سونپا جاسکتا ہے۔ جیسے اسلامی نظریاتی کونسل، ادارہ تحقیقات اسلامی، قرآن بورڈ، ایسا بھی کیا جاسکتا ہے کہ صوبائی سطح پر ایک ''خطبہ کمیٹی'' بنادی جائے جس کے ممبران صوبہ بھر کے سینئر علماء کرام ہوں۔ جو تمام آئمہ و خطباء کیلئے خطبات تیار کریں۔ اس کمیٹی کے قواعد وضوابط وزارت مذہبی امور بنائے۔

حکومتی اقدامات کے فوائد:

اگر سرکاری سطح پر حکومت پاکستان کی طرف سے مجوزہ اقدامات کیئے جاتے ہیں تو درج ذیل فوائد کے حصول کی امید واثق ہے۔

۱) تمام مساجد میں آئمہ و خطباء تعلیم یافتہ ہوں گے۔

۲) شدت پسندی اور انتہاء پسندی کا خاتمہ ہوگا۔

۳) فرقہ واریت میں فوری کمی آئے گی اور آہستہ آہستہ فرقہ واریت ختم ہو جائے گی۔

Marfat.com

۴) خطبہ جمعہ اجتماعی سوچ کی عکاسی کرے گا۔

۵) محراب ومنبر سے حقیقی اسلام کی صدا بلند ہوگی۔

۶) حکومت پاکستان ایک اہم آئینی اور شرعی ذمہ داری سے عہدہ براہوگی۔

موجودہ مذہبی اختلافی مسائل میں راہ اعتدال کی تلاش کیلئے یہ چند تجاویز ہیں اگر یہ حق ہیں اور قرآن وسنت کی روح کے مطابق ہیں تو منجانب اللہ ہیں اور اگر ان میں کوئی غلطی ہے تو یہ راقم الحروف کے فہم کا قصور ہے اللہ اور اس کا رسول اس سے بری الذمہ ہے۔

واخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

.....................حوالہ جات.....................

۱......القرآن:۳:۱۰۲

۲......شبلی نعمانی، علم الکلام اور الکلام: ص۲۰

۳......ڈاکٹر عبدالخالق، مسلم فلسفہ، ص:۳۱

۴......نعمانی شبلی، علم الکلام، ص:۳۴

۵......القرآن۔۶:۵۷

۶......ڈاکٹر طاہر القادری، دہشت گردی اور فتنہ خوارج، ص:۳۸۰

۷......القرآن۔۷۶:۳۰

۸......القرآن۔۴۲:۳۰

۹......کلیم نجم الغنی، مذاہب اسلام، ص:۴۳

۱۰......المرغینانی، الہدایہ، باب الامامہ، ج۱ص:۱۲۵ و کنز الاعمال، رقم الحدیث:۱۴۸۱۵

۱۱......شاہ ولی اللہ دہلوی، فقہی اختلافات کی اصلیت، ص:۱۰۳۔۱۰۵

۱۲......المرغینانی، علی بن ابی بکر، ہدایہ اولین، ج۱ص ۱۷۸

۱۳......امجد علی اعظمی، بہار شریعت، ج۶، ص:۵۴

Marfat.com

فرقہ واریت اور شدت پسندی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

حافظ ارشد اقبال☆

مسلمانوں کا عقائد و اعمال کی تعبیر کرنے میں مختلف گروہوں (Sects) میں بٹ کر ایک دوسرے کی مخالفت کرنا اور اسلامی معاشرے میں عدم برداشت کو فروغ دینا فرقہ واریت اور شدت پسندی کہلاتا ہے۔ انتہا پسندی اور فرقہ واریت ایک ناسور ہے جو ہمارے ملّی وجود میں کینسر کیطرح پھیلتا جا رہا ہے۔ اس کوڑھ کی کاشت میں ہر ایک نے اپنا حصہ ڈالا ہے، اس کے خاتمے کیلئے بھی تمام افرادِ معاشرہ کو حصہ ڈالنا ہوگا، کوئی شک نہیں کہ انتہا پسندی اور فرقہ واریت بہت بڑا چیلنج ہے لیکن اگر قوم متحد ہو کر اس کا مقابلہ کرنا چاہے تو تائیدِ غیبی بھی معاون و مددگار ہوگی، آیئے تجزیہ کرتے ہیں کہ اِس کینسر سے اپنے وجود کو کیسے محفوظ بنائیں۔ اس لیے ہمارے آج کے خطبے کا عنوان ہے۔

”فرقہ واریت اور شدت پسندی کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

سب سے پہلے فرقہ واریت اور شدت پسندی کے اسباب اور نقصانات کا جائزہ لینا ہوگا، اسباب و نقصانات کے تجزیہ (Analysis) کے بعد ہی ہم اس نتیجے پر پہنچیں گے کہ تدارک کے امکانات پر بحث کر سکیں۔

1۔ فرقہ واریت اور شدت پسندی کے اسباب

فرقہ واریت اور شدت پسندی کے اسباب درج ذیل ہیں:

☆ ڈائریکٹر الخضر ریسرچ سنٹر، لاہور

Marfat.com

(i) قرآن وسنت سے عدم واقفیت

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی آخری اور لاریب کتاب ہے۔ جس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ۔(۱)

"یہ عظمت والی کتاب ہے۔ جس کے کتابِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں، ہدایت ہے اصحابِ تقویٰ کے لیے"

اللہ تعالیٰ کی کتاب حق رکھتی ہے کہ اُس کے حقوق (تلاوت، تزکیہ، تعلیم، تفہیم، تعمیل، تنفیذ) سے آگاہی ہو اور اُن کا لحاظ کیا جائے۔ علامہ اقبال بھی اس جانب متوجہ کرتے ہیں:

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بہ قرآن زیستن

تیرے ضمیر پر جب تک نہ ہو نزولِ کتاب
گرہ کشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشاف

لیکن افسوس کہ اُمت کی قرآن و حدیث تک براہ راست (Direct) رسائی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ان دو بنیادی مصادر کو کسی مفسر یا عالمِ دین کے فہم کی روشنی میں پڑھتے اور سمجھتے ہیں۔ اگر وہ اُس تعبیر کو دین کی خدمت کے طور پہ قبول کریں تو درست ہے، ذہن کے مطمئن ہو جانے پر عمل کرنا بھی ٹھیک ہے لیکن اُس تعبیر اور

Marfat.com

تشریح کو حتمی سمجھتے ہوئے باقی سب آراء اور تعبیرات کو غلط، فاسد اور باطل سمجھنا فرقہ واریت اور شدت پسندی کا باعث بنتا ہے۔

(ii) اشتعال انگیز خطبے اور بیانات

پچھلی چند صدیوں سے برصغیر (Subcontinent) میں جس دینی مزاج اور روایت کو پروان چڑھایا گیا اُس میں مناظرے اور مجادلے زیادہ جب کہ تحقیق کا پہلو تشنہ رہا۔ اس میں بنیادی سبب اُن جاہل خطبا اور ذاکرین کا بھی تھا جنھوں نے فرقہ پرستی کے خشک درخت پر کئی بدصورت و بدنما پھل اُگائے۔ جن زہر آلود پھلوں کو آج ہم چاہتے ہوئے یا نہ چاہتے ہوئے کھا رہے ہیں' حالانکہ ہم سب اسلوب دعوت سے آگاہ ہیں کہ قرآن مجید اس حوالے سے ہماری کیسے رہنمائی کرتا ہے، چند ارشاداتِ الٰہیہ ملاحظہ کیجیے۔

فَذَكِّرْ ۗ إِنَّمَآ أَنتَ مُذَكِّرٌ ۝ لَّسْتَ عَلَيْهِم بِمُصَيْطِرٍ ۝ (۲)

''تو نصیحت کیے جاؤ، تم صرف نصیحت کرنے والے ہو ان پر زبردستی کرنے والے نہیں ہو۔''

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجٰهِلِيْنَ ۝ (۳)

''اے نبی! عفو و درگزر سے کام لو، بھلائی کی تلقین کیے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔''

فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝ (۴)

''اب اگر یہ لوگ منہ موڑتے ہیں تو اے نبی تم پر صاف صاف پیغام حق پہنچا

Marfat.com

دینے کے سوا کوئی ذمے داری نہیں۔"

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ط (۵)

"اپنے رب کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔"

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ السَّیِّئَةَ ط نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا یَصِفُوْنَ O (۶)

"اے نبی ﷺ! برائی کو بہترین طریقہ سے دور کرو جو باتیں بناتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہیں۔"

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَیْهَا ز ثُمَّ اِلٰی رَبِّکُمْ تُرْجَعُوْنَ O (۷)

"جو کوئی نیک عمل کرے گا اپنے ہی لیے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ آپ ہی اس کا خمیازہ بھگتے گا پھر تم سب کو اپنے رب کی طرف لوٹنا ہے۔"

ہمیں یاد رکھنا چاہیے کہ اشتعال انگیز خطبے اور تقاریر سے کبھی اُمت کی اصلاح نہیں ہو سکتی، امت کی اصلاح صرف اور صرف ممکن ہے تو وہ قرآن مجید کے اسلوب دعوت سے ہی ہے۔ مشتعل مقررین پیشِ نظر رکھیں کہ بقولِ شاعر:

؎ نفرتوں کا نصاب پڑھ کر محبتوں کی کتاب لکھنا
بڑا مشکل ہے خزاں کے چہرے پہ داستانِ گلاب لکھنا

؎ میں آج اگر زد پہ ہوں تو خوش گمان نہ ہو
چراغ سب کے بجھیں گے ہوا کسی کی نہیں

Marfat.com

(iii) شخصیت پرستی:

اکابر علماء کا احترام بہت زیادہ ضروری ہے کیونکہ دینِ اسلام کی تبلیغ و اشاعت میں ان کا بہت زیادہ کردار ہے لیکن یہ بات پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ وہ اکابرین تو ہیں، مصادرِ شریعت نہیں۔ اگر انھوں نے اپنے سے پہلے بزرگوں سے اختلاف کیا ہے تو لامحالہ اُن سے بھی ہوسکتا ہے۔ معاملہ اُس وقت فرقہ واریت اور شدت پسندی کی طرف چلا جاتا ہے جب کوئی شخص انفرادی طور پر یا اجتماعی طور پر (Collectively) یا کوئی جماعت ایک ہی شخص کے فہمِ دین کو حتمی سمجھتے ہوئے دوسرے تمام علماء کی آراء کو ردی کی ٹوکری میں پھینک دیتی ہے۔

؎ کبھی بھول کر کسی سے نہ کرو سلوک ایسا
کوئی تیرے ساتھ کرتا تجھے ناگوار ہوتا

(iv) معاشی مفادات:

دُنیا جس تیزی سے گلوبلائزیشن (Globalization) کی طرف بڑھ رہی ہے اِس سے اس جہان میں رہنے والا ہر شخص متاثر ہوا ہے۔ اِسی طرح اہلِ دین کا طبقہ بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکا۔ اس کا نقصان یہ ہوا کہ ہر شخص اپنے مفادات کے تحفظ کے لیے بہت ساری مضر چیزوں کو بھی اپنانے لگا۔ یہ بات درست ہے کہ نشہ زہر ہے لیکن بنی نوع انسان کے بعض افراد فقط پیسے کمانے کے لیے یہ زہر لوگوں کو کھلا رہے ہیں۔ اِسی طرح وہ افراد جنھیں تقریر کا اعزازیہ ہی دوسرے مسلک کو گالی گلوچ یا کافر قرار دے کر ملتے ہوں تو وہ یہی کریں گے۔ بقولِ شاعر

Marfat.com

ے اب کے موسم میں یہ معیارِ جنوں ٹھہرا ہے
سر سلامت رہیں دستار نہ رہنے پائے

(۷) عدم برداشت:

فرقہ واریت اور شدت پسندی کا ایک اہم سبب عدم برداشت بھی ہے۔ بعض اوقات انسان پر مسلک کا ایسا غلط بھوت سوار ہوتا ہے کہ وہ دوسرے مسلک کے شخص کو برداشت بھی نہیں کرتا بلکہ اپنے فہم دین کے مطابق جب تک اُسے قتل کر کے واصل جہنم نہ کر لے، اُس وقت تک وہ بے چین رہتا ہے۔ حالانکہ اسلام وہ خوبصورت دین ہے جو غیر مسلموں تک کو بھی نہ صرف برداشت کرتا ہے بلکہ ان کو حقوق بھی فراہم کرتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ وہ ان کے جھوٹے خداؤں کو گالی گلوچ کرنے سے بھی منع کرتا ہے جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًۢا بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ص ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ O (۸)

"اے مسلمانو! تم ان (جھوٹے معبودوں) کو گالی مت دو جنہیں یہ (مشرک لوگ) اللہ کے سوا پوجتے ہیں پھر وہ لوگ (بھی جواباً) جہالت کے باعث ظلم کرتے ہوئے اللہ کی شان میں دشنام طرازی کرنے لگیں گے۔ اسی طرح ہم نے ہر فرقہ (و جماعت) کے لیے ان کا عمل (ان کی آنکھوں میں) مرغوب کر رکھا ہے (اور وہ اسی کو حق سمجھتے رہتے ہیں) پھر سب کو اپنے رب ہی کی طرف لوٹنا ہے اور وہ انہیں ان اعمال کے نتائج سے آگاہ فرما دیگا جو وہ انجام دیتے تھے۔"

Marfat.com

قرآنِ مجید ہمیں غیر مسلموں کے جھوٹے خداؤں کو گالی دینے تک سے منع کرتا ہے جبکہ ہم ایک دوسرے کے اکابر علماء وزعماء کی توہین، تحقیر، تفضیک اور تنقیص کرنا فرضِ عین سمجھتے ہیں اور اِس پر مستزاد یہ کہ اِسے عین اسلام کی خدمت گردانتے ہیں۔ہم سب اِس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات میں پوری انسانیت کے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے کامل نمونہ ہے۔

تو پھر کیا کوئی ایک مثال بھی ایسی ہے کہ جانِ دو عالم ﷺ نے کسی یہودی، عیسائی یا مشرک کی تحقیر کی ہو؟ ہرگز نہیں، بالکل نہیں۔ہاں اس کی سینکڑوں کی مثالیں موجود ہیں کہ آپ ﷺ نے انہیں عزت و احترام دیا ہے، ایک یہودیہ کے جنازے کے لیے انسانیت کو احترام دینے والی ذات کھڑی ہوگئی۔صحابہ نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! یہ تو یہودیہ کا جنازہ ہے، فرمایا: الیست نفسا۔ کیا یہ نفس نہیں۔سبحان اللہ!

وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے
دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے
پاک رکھ اپنی زباں تلمیذ رحمانی ہے تو
ہو نہ جائے دیکھنا تیری صدا بے آبرو

2۔ فرقہ واریت اور شدت پسندی کے نقصانات:

فرقہ واریت اور شدت پسندی کے نقصانات درج ذیل ہیں:

Marfat.com

(i) خون ریزی:

ایک اسلامی ملک میں رہتے ہوئے کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ خود قانون کو اپنے ہاتھ میں لے۔ آئین میں ہر شخص کو اپنے عقیدے کے مطابق عبادت کرنے اور معاملات چلانے کا حق حاصل ہے۔ کسی سے مذہبی اختلافات کی صورت میں اُس کا ناحق خون بہانا جائز نہیں۔ بدقسمتی سے ہمارے ہاں مذہب کے نام پر بہت خون ریزی ہو چکی اور ہو رہی ہے جس سے نہ صرف پُر امن مذہبی حلقے بدنام ہوئے بلکہ ان کے وقار کا گراف بھی بہت نیچے آ گیا۔ کیا اس کی کوئی گنجائش تھی؟ بالکل نہیں۔ کیا ہم اللہ کی کتاب اور اللہ کے رسول کے اسوہ کو بھول چکے ہیں؟ آپ ﷺ نے فتح مکہ پر اعلان فرمایا تھا: ''جاؤ تم سب آزاد ہو، آج تم سب سے کوئی بدلہ نہیں لیا جائے گا۔'' اپنی بیٹی زینب کے گویا کہ قاتل تک کو معاف کر دیا۔ اور پھر انسانی جان کی کس قدر حرمت ہے کہ حدود و تعزیرات کے قوانین ہجرت کے بعد نازل ہوئے لیکن انسانی جان کی حرمت کا حکم مکہ مکرمہ میں ہی نازل ہو چکا تھا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ۝ (۹)

''اور جو شخص کسی مسلمان کو قصداً قتل کرے تو اسکی سزا دوزخ ہے کہ مدتوں اس میں رہے گا اور اس پر اللہ غضبناک ہوگا اور اس پر لعنت کرے گا اور اس نے اس کے لئے زبردست عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' ۔۔۔۔۔ جبکہ رحمت کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

Marfat.com

كُلُّ ذَنْبٍ عَسَى اللّٰهُ اَنَّ يغفِرَهٗ اَلَّا الرَّجُلَ يَقْتُلُ الْمُؤْمِنَ مُتَعَمِّدًا اَوِ الرَّجُلَ يَمُوْتُ كَافِرًا۔(۱۰)

''ہر گناہ کے متعلق امید ہے کہ اللہ اسے معاف کر دے، سوائے اس شخص کے جس نے کسی مسلمان کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا اور دوسرا وہ جو حالتِ کفر میں مرا''۔۔۔۔۔ایک دفعہ مومن کی جان کی قدر و قیمت کا اظہار کرتے ہوئے آقائے دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

قَتْلُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰہِ مِنْ زَوَالِ الدُّنْیَا۔ (۱۱)

''مومن کا قتل اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے تہ و بالا ہونے سے بڑھ کر ہے۔''

ایک دوسرے موقع سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمان کی جان کی اہمیت اس طرح بیان فرمائی:

اَنّ اَھلَ السّماءِ واَھلَ الاَرْضِ اِشْتَرَکُوا فِي دَمِ مؤمنٍ لَاَکَبَّھُمُ اللّٰہُ فِي النّار۔ (۱۲)

''اگر تمام زمین و آسمان کی مخلوق ایک مومن کے قتل میں ملوث ہو تو اللہ تعالیٰ ان سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔''

ایک اور ارشادِ رسول آنکھیں کھول دینے کے لیے کافی ہے۔

زَوَالُ الدّنیا کلّھا اَھْوَنُ عَلَی اللّٰہِ مِن الرّجلِ المُسلم۔(۱۳)

''ساری دنیا کی بربادی ایک مسلمان کے قتل کے مقابلہ میں اللہ کے نزدیک بالکل بے قیمت ہے۔''

علامہ اقبال اس ہولنا کی کو کیسے بیان کرتے ہیں؟

Marfat.com

؎ حکمت مغرب سے ملت کی یہ کیفیت ہوئی
ٹکڑے ٹکڑے جس طرح سونے کو کر دیتا ہے گاز

ہو گیا مانند آب، ارزاں مسلمان کا لہو
مضطرب ہے تو کہ تیرا دل نہیں دانائے راز

ایک اور شاعر نے کیا خوب کہا:

؎ قاتل کو کوئی قتل کے آداب سکھائے
دستار کے ہوتے ہوئے سر کاٹ رہا ہے

(ii) اجتماعی اسلامی تشخص پر منفی اثر

جب دین کے نام پر قتل و غارت گری ہو رہی ہوتی ہے تو میڈیا جتنا اس کو اُچھالتا ہے اتنی ہی فرقہ واریت اور شدت پسندی پھیلتی ہے اور اِس سے مقصود بھی فقط اہلِ دین سے دُور کرنا اور اسلامی تشخص کو مجروح کرنا ہوتا ہے لیکن اس سے زیادہ یہ فرض اہلیانِ دین کا ہے کہ وہ ایسے مواقع فراہم ہی نہ کریں۔ ؎

عشق بتاں سے ہاتھ اٹھا اپنی خودی میں ڈوب جا
نقش و نگار دیر میں خون جگر نہ کر تلف

(iii) عذابِ الٰہی

فرقہ واریت اور شدت پسندی گویا خالقِ قدوس کی طرف سے ایک عذاب ہے۔ جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓی اَنْ یَّبْعَثَ عَلَیْکُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِکُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

Marfat.com

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ○ (۱۴)

"فرما دیجئے! وہ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب بھیجے (خواہ) تمہارے اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر کے آپس میں بھڑائے اور تم میں سے بعض کو بعض کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھئے! ہم کس کس طرح آیتیں بیان کرتے ہیں تا کہ یہ (لوگ) سمجھ سکیں۔"

3۔ فرقہ واریت اور شدت پسندی کے تدراک کے امکانات:

(i) حسن ظن:

حسن ظن ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان کو کرنا کچھ نہیں پڑتا نہ کوئی بدنی مشقت اٹھانا پڑتی ہے اور نہ مالی قربانی دینا پڑتی ہے۔ صرف اپنی فکر کو مثبت سمت میں ڈھالنا ہوتا ہے اور بندہ بغیر کوئی عمل کیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اجر و ثواب کا مستحق بن جاتا ہے۔ فرض کریں دو آدمی کسی مقام پر بیٹھے بات چیت میں مشغول ہیں ایک آدمی ان کے پاس سے گزرتا ہے۔ اگر وہ یہ سوچ لیتا ہے کہ دو دوست بیٹھے کسی اپنے مسئلہ میں بات چیت کر رہے ہوں گے تو اس نے حسن ظن سے کام لیا۔ اس نے کوئی مشقت نہیں اٹھائی کوئی قربانی نہیں دی لیکن صرف اسی حسن ظن کی بدولت وہ اللہ تعالیٰ کی جناب سے اجر و ثواب کا مستحق ٹھہرے گا۔ اور اگر وہاں سے گزرتے ہوئے وہ یہ گمان کر لیتا ہے کہ یہ دونوں چور ہیں کہیں چوری کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہوں گے یا یہ ڈاکو ہیں کہیں ڈاکہ ڈالنے کے متعلق بات چیت کر رہے ہیں اور وہ اسی بات کو آگے

Marfat.com

پھیلا دے تو اسے کچھ مل نہیں گیا۔ اس کو کوئی مادی فائدہ نہیں ہوا۔ صرف اسی بدگمانی کی وجہ سے اس کے نامہ اعمال میں بدگمانی کا گناہ لکھ دیا جائے گا۔ اصل چیز حسن ظن ہے سوء ظن تو کسی دلیل کی وجہ سے کیا جا سکتا ہے۔ مثلاً اگر دونوں آدمی واقعی چور ہوں ان کی چوری مشہور و معروف ہو۔ تو اگر کوئی ان کے متعلق چوری کے مشورہ کرنے کا گمان کر بھی لے تو شاید باری تعالیٰ اسے معذور قرار دے کر معاف کر دے۔ لیکن بغیر کسی دلیل کے خواہ مخواہ بدگمانی کر لینا تو اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے اور بدگمانی کرنا مومن کی شان نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ز اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ (۱۵)

''اے ایمان والو! زیادہ تر گمانوں سے بچا کرو بے شک بعض گمان گناہ ہوتے ہیں''۔ بقول شاعر:

؎ دوسروں کے عیب ڈھونڈتا رہ رات دن
چشمِ عبرت سے کبھی اپنی سیاہ کاری بھی دیکھ

(ii) مسلمانوں کا باہم مذاق اڑانا، الزامات لگانا اور کفر و شرک کے فتوؤں سے احتراز کرنا:

سورۃ الحجرات میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ج وَلَا

Marfat.com

تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (١٦)

''اے ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم کا مذاق نہ اڑائے ممکن ہے وہ لوگ اُن (تمسخر کرنے والوں) سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں ہی دوسری عورتوں کا (مذاق اڑائیں) ممکن ہے وہی عورتیں اُن (مذاق اڑانے والی عورتوں) سے بہتر ہوں اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام نہ لگایا کرو۔ اور نہ ہی ایک دوسرے کو برے ناموں سے یاد کیا کرو۔ ایمان کے بعد برا نام رکھنا بہت بری بات ہے اور جو توبہ نہیں کرے گا تو وہی لوگ ظالم ہیں۔''

امت مسلمہ میں اختلاف کی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے میں ایک بہت بڑا حصہ ایک دوسرے پر کفر و شرک کے فتووں کا بھی ہے۔ ایمان ایک بندہ مومن کی سب سے قیمتی متاع ہوتی ہے جب کسی نے اسے کافر و مشرک کہا تو ظاہر ہے وہ بھی جواب میں ایسا ہی رویہ اختیار کرے گا۔ اور نتیجہ وہی نکلے گا کہ ہر فرقہ دوسرے کو کفر و شرک سے مطعون کرے گا اور غیر مسلم خواہش کریں گے کہ ہمیں دنیا کا وہ خطہ دکھاؤ جس میں ایسے لوگ بستے ہوں جنہیں سب مسلمان کہتے ہوں لیکن ان کی یہ حسرت حسرت ہی رہے گی۔

ویسے تضاد بیانی کا منظر بھی قابل دید ہے کہ ایک طرف ہر مسلمان فخریہ کہتا ہے کہ اس وقت دنیا میں ایک ارب پچاس کروڑ مسلمان بستے ہیں۔ ہم اس کثرت پر اللہ تعالٰی کے شکر گزار ہیں' لیکن اگر ہر مسلک دوسرے کو مسلمان ہی نہ سمجھے تو یہ ڈیڑھ

Marfat.com

ارب سے زائد گنتی کیسے پوری ہوگی؟ کیا کوئی ایسا فرقہ اور مسلک ہے جو باقی سب کو کافرو مشرک قرار دے کے خود ڈیڑھ ارب سے زائد ہو جائے؟ حضرت ابوذر رضی اللہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مَنْ دَعَا رَجُلًا بِالْکُفْرِ اوقَالَ عَدُوَّاللّٰہِ وَلَیْسَ کَذَالِکَ اِلَّاعَادَ عَلَیہِ۔(۱۷)

"جس نے کسی شخص کو کافر یا دشمن خدا کہہ کر پکارا حالانکہ وہ ایسا نہیں ہے تو یہ کفر اس کی طرف لوٹ آئے گا۔"

محدثین کے نزدیک اس حدیث سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی نے مسلمان کو کافر سمجھتے ہوئے کافر کہا تو وہ خود کافر ہو جائے گا اور اگر بطور سب وشتم کسی کو مسلمان سمجھتے ہوئے کافر کہا تو گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوگا۔ بقول اقبال:

؎ یہ ہند کے فرقہ ساز' اقبال' آزاری کر رہے ہیں گویا
بچا کے دامن بتوں سے اپنا' غبار راہ حجاز ہو جا

(iii) ذمہ داری کا شدید احساس:

ذی احتشام قارئین! منزل پہ پہنچنے کی سچی تڑپ ایک مسافر کو اتنا سنجیدہ اور ذمہ دار بنا دیتی ہے کہ وہ ہر ایسی چیز سے دامن بچا کر گزر جاتا ہے جو منزل پر پہنچنے میں رکاوٹ ڈالتی ہے' اس کے سامنے صرف اور صرف اپنی منزل ہوتی ہے وہ نہ راستے کے پر کیف نظاروں میں کھوتا ہے نہ کسی سے جھگڑنے میں اپنا وقت ضائع کرتا ہے' اگر کوئی اس سے الجھنا بھی چاہے تو وہ اس سے الجھے بغیر اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا

Marfat.com

ہے۔۔۔۔مسلم امۃ میں اختلاف کی خلیج کے وسیع سے وسیع تر ہونے کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ ہمیں اپنے اصل مقصد کا احساس نہیں رہا۔ مسلم اُمّہ کی اصل ذمہ داری یہ نہیں کہ وہ ایک دوسرے کو کافرو مشرک ثابت کرتے رہیں۔ بلکہ ان کی اصل ذمہ داری یہ ہے کہ ہر اس بندے تک اللہ تعالیٰ کا پیغام پہنچائیں جس تک یہ پیغام نہیں پہنچا۔ اس وقت دنیا کا ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہے جہاں تک اسلام کا درست پیغام نہیں پہنچا جبکہ ہمارے مسلکی جھگڑوں نے ہمیں ایسا الجھا دیا ہے کہ ہماری ساری کوششیں ایک دوسرے کو ہی کافرو مشرک اور گمراہ ثابت کرنے میں صرف ہو رہی ہیں۔ اور دنیا میں اسلام کا پیغام پہنچانا ہمارے شیڈول سے خارج ہوتا نظر آرہا ہے نہ صرف یہ کہ ہم اس ذمہ داری کو ادا نہیں کررہے بلکہ ہمیں اس ذمہ داری کا شدید احساس بھی نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

قرآن سنت میں بڑے واضح اور دوٹوک الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کیا گیا ہے کہ امت مسلمہ کے وجود کا مقصد وحید پوری دنیا میں خیر کی دعوت کو پھیلانا اور شر کو روکنا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ۔ (۱۸)

”تم بہترین امت ہو، تمہیں لوگوں کی رہنمائی کے لیے بھیجا گیا ہے تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔“ بقول اقبال:

مکاں فانی مکیں آنی، ازل تیرا، ابد تیرا

Marfat.com

خدا کا آخری پیغام ہے تو، جاوداں تو ہے
حنا بند عروسِ لالہ ہے، خون جگر تیرا
تیری نسبت براہیمی ہے، معمار جہاں تو ہے
سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

(iv) مسلک کی بجائے اسلام:

مسلک کا معنی چلنے کا راستہ ہے، یہ عام لوگوں کی سہولت کے لیے ایک اصطلاح وضع ہوئی۔ اس کا مفہوم یہ تھا کہ کوئی شخص کسی عالم یا صالح آدمی کے فہم اسلام پر اعتماد کرتے ہوئے زندگی کا سفر اسلام کی روشنی میں طے کرے۔ لیکن آگے چل کر ایک عالم یا چند علماء کا فہم اسلام دین کی حتمی صورت اختیار کر گیا، پھر اس فہم اسلام پر عمل کرنے والوں نے اتحاد کر کے ایک جتھے کی صورت اختیار کر لی، اس سے منع کیا گیا تھا، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ۭ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَاۗءَھُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ (۱۹)

Marfat.com

”اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور تفرقہ مت ڈالو، اور اپنے اوپر اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو جب تم (ایک دوسرے کے) دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کے باعث آپس میں بھائی بھائی ہو گئے اور تم (دوزخ کی) آگ کے گڑھے کے کنارے پر (پہنچ چکے) تھے پھر اس نے تمہیں اس گڑھے سے بچا لیا، یوں ہی اللہ تمہارے لئے اپنی نشانیاں کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پا جاؤ۔ اور تم میں سے ایسے لوگوں کی ایک جماعت ضرور ہونی چاہیے جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائیں اور بھلائی کا حکم دیں اور برائی سے روکیں، اور وہی لوگ بامراد ہیں۔ اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور جب ان کے پاس واضح نشانیاں آ چکیں اس کے بعد بھی اختلاف کرنے لگے، اور انہی لوگوں کے لئے سخت عذاب ہے۔“

اس کے ساتھ ساتھ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صرف اور صرف مسلمان رکھا تھا جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ مَوْلٰكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ○ (٢٠)

”اور اللہ (کی محبت و طاعت اور اس کے دین کی اشاعت و اقامت) میں جہاد کرو جیسا کہ اس کے جہاد کا حق ہے۔ اس نے تمہیں منتخب فرما لیا ہے اور اس نے تم

Marfat.com

پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ (یہی) تمہارے باپ ابراہیم (علیہ السلام) کا دین ہے اس (اللہ) نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے، اس سے پہلے (کی کتابوں میں) بھی اور اس (قرآن) میں بھی تا کہ یہ رسولِ (آخرالزماں ﷺ) تم پر گواہ ہو جائیں اور تم بنی نوع انسان پر گواہ ہو جاؤ، پس (اس مرتبہ پر فائز رہنے کے لئے) تم نماز قائم کیا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور اللہ (کے دامن) کو مضبوطی سے تھامے رکھو، وہی تمہارا مددگار (وکارساز) ہے، پس وہ کتنا اچھا کارساز (ہے) اور کتنا اچھا مددگار ہے۔"

یہ کس قدر افسوسناک امر ہے؟ ہمیں اگر پسند نہیں تو اللہ تعالیٰ کا رکھا ہوا نام پسند نہیں جبکہ اپنے رکھے ہوئے نام اچھے بھی لگتے ہیں اور ہمیں ان پر فخر بھی ہے۔ بقول شاعر:

؎ وہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا
روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات
اسلام کو حجاز و یمن سے نکال دو

(۷) علما کا میل جول

علماء کے میل جول سے قربتیں بڑھتیں' جب کہ نفرتیں کم ہوتی ہیں۔ ایک دوسرے سے دور رہ کر حالات کا بخوبی اندازہ نہیں ہوسکتا۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ وہ طلبا جو صرف مدارس میں پڑھتے ہیں اور یونیورسٹی کی سطح تک جانے کا اتفاق نہیں ہوتا، اُن میں اور یونیورسٹی میں پڑھنے والے طلبا میں کافی فرق ہوتا ہے۔ یونیورسٹی میں آ کر بہت

Marfat.com

سارے متعصب بھی معتدل ہو جاتے ہیں۔ وجہ ظاہر ہے کہ ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کا موقع ملتا ہے۔ اگر کسی کو یہ موقع میسر نہ بھی آئے تب بھی ایک دوسرے کی نفی کی بجائے اسلام کا مثبت پیغام دیا جا سکتا ہے۔ ہمیشہ رہنے والے دین کے اندر اِس قدر مواد موجود ہے کہ بار بار بیان کرنے سے بھی انسان بوجھل نہیں ہوتا۔ بقول شاعر:

؎ رفاقتیں کبھی زنجیر پا نہیں ہوتیں
نہ چل سکو تو بچھڑ جاؤ دوستوں کی طرح

(vi) ریفریشر کورسز:

حکومتِ پاکستان کو چاہیے کہ مدارس سے نکلنے والے تمام طلبا کو اکٹھے ریفریشر کورسز کروائے جائیں۔ اس طرح جب تمام مسالک کے مدارس کے فارغ التحصیل طلبا تین مہینے یا چھ مہینے اکٹھے گزاریں گے تو فضا بہت معتدل ہو جائے گی۔ اور ان طلبا کی ڈگریاں اُس وقت تک ہائر ایجوکیشن (HEC) ایم اے عربی و اسلامیات کے برابر تسلیم نہ کرے جب تک یہ کورس ورک (Course Work) مکمل نہ کرلیں۔

(vii) اختلافی مواد سے بھری کتابوں کی ضبطی:

ایسی کتابیں جن میں اپنے عقیدے یا مسلک کے بیان کے سوا دوسرے مسلک کی شخصیات کی توہین موجود ہے تو اُن کو ضبط کرنا چاہیے اور ان کی طباعت (Publication) پر پابندی عائد کی جائے۔ اس سلسلے میں کچھ کام ہوا ہے، کچھ ہو رہا ہے، جب کہ بہت سارا کام باقی ہے۔ اختلافی کتابوں کی حالت کچھ ایسے ہی

Marfat.com

ہے کہ:

؎ شمار اُس کی سخاوت کا کیا کریں وہ شخص
چراغ بانٹتا پھرتا ہے چھین کر آنکھیں

(viii) فرقہ واریت پھیلانے والے واعظین اور نام نہاد سکالرز پر پابندی

ہر چیز کا کوئی نہ کوئی سلیقہ ہوتا ہے۔ گفتگو کرنے کا بھی سلیقہ ہے، وہ سلیقہ بہت واضح ہے۔

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَۃِ وَالْمَوْعِظَۃِ الْحَسَنَۃِ وَجَادِلْھُمْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ ط(۲۱)

''اپنے رب کی طرف دعوت دو، حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے مباحثہ کرو ایسے طریقہ پر جو بہترین ہو۔''

جو اُس کی پابندی نہیں کرتا اور انتشار کا موجب بنتا ہے، اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ حکومت پاکستان اس سلسلے میں جو کاوشیں کر رہی ہیں، بلاتفرق سب کے ساتھ یکساں بنیادوں پر سلوک کرے اور قانون کی گرفت کو مضبوط بنایا جائے، اس کے ساتھ ساتھ یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی پیش نظر رہے۔ ''مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ O''(۲۲)

''وہ منہ سے کوئی بات نہیں کہنے پاتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان (لکھنے کے لئے) تیار رہتا ہے۔''

اگر چند اداروں میں ضابطہ ہے تو وہ آٹے میں نمک کے برابر ہیں۔ واعظین

Marfat.com

اور خطبا کے لیے کوئی ضابطۂ اخلاق مقرر کیا جائے۔اس پر انہیں پابند کیا جائے۔

(ix) عربی تعلیم:

آپ ﷺ کا ارشاد ہے:"اہل عرب سے تین وجوہات کی بناء پر محبت کرو، مَیں عربی ہوں اَور قرآنِ پاک عربی ہے اور اہلِ جنت کی زبان بھی عربی ہے۔" (مستدرک لحاکم)۔۔۔۔۔عربی زبان وہ ہے جس نے صحرانشینوں میں پرورش پائی، گلہ بانوں کے مافی الضمیر کا ذریعہ بنی اور جہلاء کو تہذیب وتمدن سے آشناء کیا، آئینِ پاکستان میں بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا۔

لیکن افسوس اس حوالے سے کوئی عملی کام نہ ہوسکا۔چونکہ اُردو کی کتابوں سے اصل مصادر تک رسائی ناممکن ہے اور جب سے عربی کتب کے اُردو میں تراجم زیادہ ہونے سے ایک سہولت پیدا ہوئی ہے وہیں دین کی من پسند تشریحات آنا بھی شروع ہوگئی ہیں۔اگر اصل مصدر تک رسائی ہوگی تو اختلاف کم ہوگا۔حکام بالا سے تو ہم یہی کہیں گے۔

؎ اک طرز تغافل ہے سو وہ اُن کو مبارک
اک عرض تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

(x) <u>متفقات کو نصاب میں شامل کیا جائے:</u>

تمام مسالک کے متفقات (Agreed Points) کو نصابِ تعلیم کا حصہ بنایا جائے۔اگر متفقات یاد ہوں گے تو اختلافات خود بخود دم توڑ جائیں گے۔

مسلمانوں کی چودہ سو سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے کہ جب بھی مسلمان تفرقہ

Marfat.com

شکار ہوئے عثمان حکومت ان کے ہاتھ سے جاتی رہی اور وہ غیر قوموں کے محکوم اور غلام بن گئے' اندلس میں مسلمانوں نے آٹھ سو سال حکومت کی لیکن آپس کے تفرقہ کی وجہ سے عیسائیوں نے پورے اسپین پر قبضہ کر لیا اور مسلمانوں کے لیے صرف تین راستے رکھے، اندلس سے نکل جاؤ' عیسائی ہو جاؤ یا پھر مرنے کے لیے تیار رہو، حتی کہ ایک وقت ایسا آیا کہ پورے اسپین میں ایک بھی مسلمان نہ رہا' بغداد میں اسی تفرقہ بازی اور شیعہ سنی اختلاف کی وجہ سے مسلمان کمزور ہو گئے اور ہلاکو کے ہاتھوں مسلمانوں کی ذلت کی ایک اور تاریخ لکھی گئی' ہندوستان میں مسلمانوں نے کئی صدیوں تک حکومت کی لیکن جب مسلمان طوائف الملو کی کا شکار ہو گئے اور شراب اور موسیقی میں ڈوب گئے تو انگریزوں کی غلامی ان کا مقدر بن گئی' مشرقی پاکستان میں جب مسلمان اردو اور بنگلہ کے اختلاف کا شکار ہوئے تو مشرقی پاکستان ختم ہو گیا اور اب کراچی میں مہاجر اور غیر مہاجر کا اختلاف زور پر ہے۔ اللہ جانے یہ قوم اس اختلاف سے نکل آتی ہے یا اپنی تباہ کاریوں کی ایک اور تاریخ رقم کرتی ہے' بہر حال اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اس قسم کے اختلاف سے روکا اور منع کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَلَا تَنَازَعُوا فَتَفْشَلُوا وَتَذْهَبَ رِيحُكُمْ (۲۳)

اور آپس میں نہ جھگڑا نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔

ذیل میں چند ارشادات رسول ملاحظہ فرمائیں جن میں بغض، حسد اور عصبیت کی وجہ سے فرقہ واریت اور شدت پسندی کی ممانعت کی گئی ہے اور باہم بھائی بھائی بن جانے اور اللہ کی محبت کی بنیاد پر محبت کرنے کی تاکید کی گئی ہے۔

Marfat.com

(i) حضرت نعمان بن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کا ایک دوسرے پر رحم کرنا' ایک دوسرے سے دوستی رکھنا اور ایک دوسرے پر نرمی کرنا تم دیکھو گے کہ اس کی مثال ایک جسم کی طرح ہے' جب جسم کے ایک عضو میں تکلیف ہوتی ہے تو پورا جسم درد اور تکلیف سے بے قرار رہتا ہے اور جاگتا رہتا ہے۔

(ii) حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بیان کرتے ہین کہ نبی ﷺ نے فرمایا مومن' مومن کے لیے ایک دیوار کی طرح ہے جس کے بعض اجزاء بعض کو مضبوط کرتے ہیں' پھر نبی ﷺ نے اپنی انگلیاں انگلیوں میں ڈالیں۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے منیٰ میں فرمایا یہ کون سا دن ہے؟ صحابہ نے کہا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ یوم حرام ہے' آپ نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کون سا شہر ہے۔ نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ شہر حرام۔ جانتے ہو کہ یہ کون سا مہینہ ہے؟ صحابہ نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیادہ جانتے ہیں' آپ نے فرمایا یہ ماہ حرام ہے' آپ نے فرمایا اللہ نے تم پر تمہارے خون' تمہارے مال اور تمہاری عزتیں اس طرح حرام کر دیں ہیں جس طرح اس دن کی اس مہینہ میں اس شہر میں حرمت ہے۔

(iv) حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو' ایک دوسرے سے حسد نہ کرو' ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو' اور اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ' اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے۔

Marfat.com

(v) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس کو قتل کرنا کفر ہے۔

(vi) حضرت ابوذرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کوئی شخص کسی دوسرے شخص کو فسق کی تہمت لگائے نہ کفر کی۔ ورنہ اگر وہ شخص اس کا مستحق نہ ہوا تو وہ (فسق یا کفر) کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔ (۲۴)

(vii) حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بغاوت کرنے والے اور قطع رحم کرنے والے کو اُخروی سزا کے باوجود جس قدر جلد دنیا میں سزا دیتا ہے کسی اور کو سزا نہیں دیتا۔ (۲۵)

(viii) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: حسد کرنے سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (۲۶)

(ix) حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ہر پیر اور جمعرات کو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں' اور ان دونوں دنوں میں ہر اس بندے کی مغفرت کر دی جاتی ہے جس نے شرک نہ کیا ہو' مگر ان دو شخصوں کی مغفرت نہیں کی جاتی جو آپس میں عداوت رکھتے ہوں' ان کے متعلق کہا جاتا ہے ان کو مہلت دو' حتیٰ کہ یہ آپس میں صلح کر لیں۔ (۲۷)

(x) حضرت ابودرداءؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا میں تم کو اس عبادت کی خبر نہ دوں جس کا نماز' روزہ اور صدقہ سے زیادہ اجر ہے؟ صحابہ نے عرض کیا! کیوں نہیں! یارسول اللہ! آپ ﷺ نے فرمایا: ''دو ناراض اشخاص میں صلح کرانا۔'' (۲۸)

Marfat.com

(xi) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ کسی مسلمان کے لیے تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے ترک تعلق رکھنا جائز نہیں ہے، اور جس نے تین دن سے زیادہ ترک تعلق رکھا اور مر گیا تو وہ دوزخ میں جائے گا۔(۲۹)

(xii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر چڑھ کر بہ آوازِ بلند ندا کی: اے لوگو! جو زبان سے اسلام لائے ہو اور تمہارے دلوں تک ایمان نہیں پہنچا، مسلمانوں کو ایذاء نہ دو، ان کو عار نہ دلاؤ، ان کے عیوب نہ تلاش کرو، کیونکہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے عیوب تلاش کرے گا، اللہ اس کے عیوب کو ظاہر کر دے گا، اور جس کے عیوب کو اللہ ظاہر کر دے گا اس کو رسوا کر دے گا، خواہ وہ کجاوے کے اندر چھپا ہو، حضرت ابن عمر نے ایک دن کعبہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو کس قدر عظیم ہے! اور تیری حرمت کس قدر عظیم ہے! اللہ کے نزدیک مومن کی حرمت تجھ سے زیادہ ہے۔(۳۰)

(xiii) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص اندھی حمایت کے جھنڈے تلے لڑا وہ کسی عصبیت کی دعوت دیتا تھا یا عصبیت کی آگ بھڑکاتا تھا وہ جاہلیت کی موت مرا۔(۳۱)

(xiv) حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی۔ جب تم اختلاف دیکھو تو سوادِ اعظم کے ساتھ رہو۔(۳۲)

(xv) حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا آج وہ لوگ کہاں ہیں جو میری ذات کی وجہ سے آپس میں محبت کرتے تھے؟ میں انہیں اپنے سائے میں رکھوں گا آج میرے سوا اور کسی کا

Marfat.com

سایہ نہیں ہے۔

(xvi) حضرت معاذ بن جبلؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو لوگ میری وجہ سے باہم محبت رکھتے ہوں، جو میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ان کے لیے میری محبت واجب ہوگئی۔" (۳۳)

اصول دین اور عقائد میں اختلاف جائز نہیں ہے اور نہ حسد اور بغض کی وجہ سے باہم اختلاف کرنا جائز ہے، البتہ مسائل فرعیہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنا جائز ہے اِس حوالے سے ارشادِ رسول ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہما) بیان کرتے ہیں کہ جب نبی ﷺ غزوہ احزاب سے لوٹے تو آپ نے فرمایا: بنو قریظہ ہی میں پہنچ کر نماز پڑھنا، راستہ میں نماز کا وقت آ گیا، بعض صحابہ نے کہا جب تک ہم بنو قریظہ نہیں پہنچ جائیں گے نماز نہیں پڑھیں گے اور بعض صحابہ نے کہا: نہیں! رسول اللہ ﷺ کی یہ مراد نہیں تھی، ہم نماز پڑھیں گے، بعد میں نبی ﷺ کے سامنے اس کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان میں سے کسی فریق کی ملامت نہیں کی۔ (۳۴)

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے درمیان ہر طرح کی لسانی، مذہبی اور علاقائی انتہا پسندی اور فرقہ واریت کو ختم کرے، ہمیں بھائی بھائی بن جانے کی توفیق عطا فرمائے۔ امین بجاہ النبی الکریم ﷺ آخر میں شاعرِ مشرق کے چند اشعار جس میں انھوں نے امت کی بڑے خوبصورت انداز میں رہنمائی کی ہے۔

Marfat.com

؎ منفعت ایک ہے اس قوم کی، نقصان بھی ایک
ایک ہی سب کا نبیؐ دین بھی، ایمان بھی ایک
حرم پاک بھی، اللہ بھی، قرآن بھی ایک
کچھ بڑی بات تھی ہوتے جو مسلمان بھی ایک
فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

اسی طرح قتیل شفائی نے کیا خوب کہا ہے:

رشتہ دیوار و در، تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
مت جلا اس کو، یہ گھر تیرا بھی ہے، میرا بھی ہے
کیوں لڑیں آپس میں ہم، ایک ایک سنگ میل پر
اس میں نقصان سفر تیرا بھی ہے میرا بھی ہے

.........................☆☆☆.........................

Marfat.com

حوالہ جات

۱۔البقرۃ: ۲ ۲۔الغاشیۃ: ۲۱۔۲۲

۳۔الاعراف:۱۹۹ ۴۔النحل: ۸۲

۵۔النحل:۱۲۵ ۶۔المومنون: ۹۶

۷۔الجاثیہ: ۱۵ ۸۔الانعام: ۱۰۸

۹۔النساء: ۹۳ ۱۰۔نسائی، السنن، کتاب تحریم الدم، باب تعظیم الدم، ۷:۸۱، رقم:۳۹۸۴

۱۱۔طبرانی، المعجم الأوسط، ۴:۳۳۱، رقم:۴۳۴۹

۱۲۔ ترمذی، السنن، کتاب الدیات عن رسول اللہ ﷺ، باب الحکم فی الدماء، ۴:۱۷، رقم:۱۳۹۸

۱۳۔ عسقلانی، فتح الباری۱۲:۱۶۶ ۱۴۔ الانعام: ۶۵

۱۵۔ الحجرات:۱۲ ۱۶۔ الحجرات:۱

۱۷۔ مشکوۃ المصابیح ۱۸۔آل عمران:۱۱۰

۱۹۔ آل عمران:۱۰۳۔۱۰۵ ۲۰۔ الحج: ۷۸

۲۱۔النحل:۱۲۵ ۲۲۔ق:۲۳

۲۳۔الانفال:۴۶

۲۴۔ صحیح بخاری ج۲ص۸۹۳۔۸۸۹، ملتقطا" مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی ۱۳۸۱ھ

۲۵۔ سنن ابوداؤد ج۲ص۳۱۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۶۔ سنن ابوداؤد ج۲ص۳۱۶' مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور ۱۴۰۵ھم

۲۷۔ سنن ابوداؤد ج۲ص۳۱۷' مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۸۔ سنن ابوداؤد ج۲ص۳۱۷' مطبوعہ لاہور ۱۴۰۵ھ

۲۹۔ سنن ابوداؤد ج۲ص۳۱۷' مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱۴۰۵ھ

۳۰۔ جامع ترمذی ص۲۹۷' مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی

۳۱۔ سنن ابن ماجہ ص۲۸۷' مطبوعہ کراچی

۳۲۔ سنن ابن ماجہ ص۲۸۳' مطبوعہ کراچی

۳۳۔ موطا امام مالک: ص۳۳۷ مطبوعہ مطبع مجتبائی پاکستان لاہور

۳۴۔ صحیح بخاری ج۱ص۱۲۹

Marfat.com

شدت پسندی ختم کرنے کے طریقے

مولانا مفتی ڈاکٹر محمد حسیب قادری ☆

اسلام امن وسلامتی کا دین ہے۔ایک مسلمان جب دوسرے مسلمان سے ملتا ہے تو ملاقات کے وقت اس کی زبان سے دوسرے مسلمان کے لئے سلامتی کی دعا کے کلمات جاری ہوتے ہیں السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔دوسرا مسلمان بھی جواب میں اپنے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔باہمی محبت،اخوت،رواداری اور صبر وتحمل مسلمان کی خصوصیات میں سے ہیں لیکن بدقسمتی سے گذشتہ کچھ دہائیوں سے مسلم ممالک اور مسلم امہ کو پوری دنیا میں شدت پسند اور دہشت گرد قرار دیا جارہا ہے۔اس میں ایک تو اسلام دشمن عناصر کا مسلمانوں کے خلاف منفی پروپیگنڈا ہے جبکہ یہ بھی ایک مسلم حقیقت ہے کہ مسلم امہ کے بعض افراد اس کے ذمہ دار بھی ہیں جنکی شدت پسندانہ کاروائیوں اور شدت پسندی پر مبنی جذبات کی وجہ سے پوری مسلم امہ کو اس کے ساتھ جوڑ دیا گیا ہے۔ہمارے انفرادی اور اجتماعی رویوں میں جس طرح تیزی سے شدت پسندی بڑھ رہی ہے اور صبر وتحمل اور برداشت اور رواداری ختم ہورہی ہے، یہ ایک خطرناک صورتحال ہے اور پوری امت بالخصوص امت کے اصحاب فکر ودانش کے لیے کسی لمحہ فکریہ سے کم نہیں۔اس کو کلیتہً یا کسی حد تک ختم کرنے کے لئے امت کے تمام طبقات حکمران، اہل فکر ودانش،علماء وواعظین، مصلحین اور عامۃ الناس سب کو مل کر مضبوط اور مؤثر لائحہ عمل مرتب کرکے عملی اقدامات کے لئے جہد مسلسل کی شدید ضرورت ہے۔

☆ وزٹر لیکچرار پنجاب یونیورسٹی، لاہور

Marfat.com

اسلامی معاشرے میں بڑھتی ہوئی شدت پسندی کو ختم کرنے کے لئے چند اہم اقدامات ضروری ہیں۔

ا۔معاشرے میں علم کا فروغ اوراس کا رسوخ:

تاریخ انسانی کے مطالعے سے یہ بات بڑی واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ جو معاشرے علمی پستی کا شکار ہوجاتے ہیں اور جن میں فروغ علم یا رسوخ فی العلم کم ہوجائے یا ختم ہوجائے ، ان کے رویے، جذبات اور معاملات میں شدت پسندی تیزی سے پروان چڑھتی ہے۔ہم بین الاقوامی سطح پر قوموں اور معاشروں کو تقابل کریں تو بھی جن قوموں میں لٹریسی ریٹ زیادہ ہے لوگ تعلیم یافتہ ہیں اور علم میں رسوخ اور گہرائی ہے سوچ وفکر پختہ اور وسیع ہے وہاں شدت پسندی کے رجحانات کم ہیں اور جن قوموں یا معاشروں میں شرح خواندگی کم ہے، علمی پستی ہے سوچ وفکر محدود ہے وہاں شدت پسندی زیادہ ہے۔اسی طرح اگر بالخصوص ملک پاکستان کے بعض صوبوں،شہروں یا علاقہ جات کا دوسرے علاقہ جات سے تقابل کیا جائے تو وہ صوبے، شہر یا علاقے جو علمی پستی کا شکار ہیں، جہاں سکول، کالجز یونیورسٹیاں اور مدارس کم ہیں یا ایک خاص سوچ فکر کی تعلیم دی جاتی ہے وہاں شدت پسندی زیادہ ہے اور جہاں تعلیمی ادارے زیادہ ہیں مختلف سکولز آف تھاٹ ہیں، سوچ وفکر میں وسعت ہے، ان مقامات پر شدت پسندی کم ہے یا نہ ہونے کے برابر ہے۔

دین اسلام کی تعلیمات میں اسی لیے حصول علم پر بہت زور دیا گیا ہے۔ قرآن مجید کی پہلی وحی کا آغاز اقرأ سے ہے اور ابتدائی آیات بینات میں علم وقلم کے

Marfat.com

ذکر سے نزول وحی کا آغاز کیا گیا اور تخلیق انسانی کے ذکر کے ساتھ اسے علم کی نعمت کے عطا کیے جانے کا ذکر موجود ہے چنانچہ خالق کائنات کا رشاد ہے:

اقرأ باسم ربك الذی خلق خلق الانسان من علق اقرأ وربك الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان مالم یعلم (۱)

پڑھیئے اپنے رب کے نام سے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ پڑھیئے اور آپ کا رب بڑا مہربان ہے جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا۔ انسان کو وہ کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔

قرآن مجید میں انسان کی فرشتوں پر برتری کا سبب بھی علم ہی کو قرار دیا گیا، نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ کے بنیادی مقاصد میں ایک مقصد تعلیم کتاب و حکمت قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ھو الذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم ایاته و یزکیھم و یعلمھم الکتاب والحکمة (۲)

اور نبی کریم ﷺ کی خود ارشاد فرمایا:

انما بعثت معلماً مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا۔

علام الغیوب، خالق عالم نے ساری مخلوقات میں اپنے محبوب علیه التحیة والثناء کو کثرت علم کی نعمت سے سرفراز فرما کر بھی زیادتی علم کی دعا کی تعلیم فرمائی:

و قل رب زدنی علما (۳) اور آپ کہہ دیجئے اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔

نبی کریم ﷺ نے طلب العلم فریضة علی کل مسلم (۴) کے مبارک فرمان

Marfat.com

سے ہر مرد وعورت پر حصول علم کو لازم قرار دیا۔اسی طرح اطلبو االعلم من المهد الی اللحد (۵) کا فرمان ذیشان علم کی اہمیت کے لئے بہت واضح ہے۔

معاشرے سے شدت پسندی ختم کرنے کے لئے با مقصد علم کا فروغ ضروری ہے۔معاشروں کو تعلیم یافتہ بنائے بغیر شدت پسندی ختم کرنا ممکن نہیں۔فروغ علم کے ساتھ علم میں رسوخ بھی ضروری ہے صرف سطحی علم کافی نہیں بلکہ علمی تفقہ اور رسوخ بھی ضروری ہے جس سے فکر میں وسعت پیدا ہوتی ہے، دوسروں کے نظریات کو غور وفکر سے سمجھا پرکھا جاتا ہے اور اختلاف رائے کے باوجود باہمی احترام اور رواداری ختم نہیں ہوتی۔معاشرے کے تمام طبقات کی ملی، اخلاقی، دینی ذمہ داری ہے کہ وہ فروغ علم کے لئے اپنا کردار ادا کریں۔

۲) مسجد کے کردار کو مثبت اور مؤثر بنانا:

اسلامی معاشرے میں مسجد کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔قرون اولیٰ میں مسجد وہ بنیادی ادارہ رہا جو اسلامی ریاست کے بیشتر امور کی انجام دہی کا مقام تھا۔تعلیم وتربیت، عدالت اور پارلیمنٹ کی جگہ مسجد ہی تھی۔اب نہ صرف مسلم امہ کے عروج و کمال کے لئے مسجد کو پھر سے وہی کردار دینے کی ضرورت ہے بلکہ شدت پسندی کے خاتمے کے لئے بھی مسجد کے کردار کو مثبت اور مؤثر بنانے کی حاجت ہے۔اگر مسجد کہ جہاں مسلمانوں کی خاطر خواہ تعداد پانچ وقت نماز کی ادائیگی کے لئے جمع ہوتی ہے اسی طرح ہفتہ وار جمعہ کے اجتماعات، عیدین اور دیگر مذہبی اجتماعات آج بھی سب سے زیادہ مساجد میں انعقاد پذیر ہوتے ہیں، قرآن مجید کی تعلیم کے حصول کے لئے بھی

Marfat.com

پہلا مرکز مسجد ہے وہ طلبہ وطالبات جو اپنے اوائل عمری میں مسجد کا رخ کرتے ہیں معلمین ، ائمہ مساجد، حفاظ وقراء اور خطباء کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ تعلیم دین کے ساتھ ساتھ ملکی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ان کی شدت پسندی کے تدارک کا خاص نصب العین اپنا مقصود بنا کر انکی تربیت کریں۔ابتدائی خالی ذہنوں کی تختیوں پر امن، محبت، تحمل و برداشت کے جو نقوش وہ ثبت کردیں گے،اس کے اثرات ساری زندگی مرتب ہوتے رہیں گے۔

اسی طرح روایتی انداز تعلیم وتربیت اور تبلیغ کو چھوڑ کر مؤثر، پُر حکمت، وقت کے تقاضوں اور ضرورتوں سے ہم آہنگ انداز تعلیم وتبلیغ اپنانے کی ضرورت ہے جو صرف مسجد ہی سے ہوسکتا ہے۔قرآن مجید میں دعوت ونصیحت اور وعظ وتبلیغ کی پہلی شرط حکمت کو رکھا گیا ہے جو آج مفقود ہے۔فرمان باری ہے:

ادع الیٰ سبیل ربك بالحكمة والموعظه الحسنة(٦)

اپنے رب کے راستے (دین) کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے دعوت دو۔

شدت پسندی مبنی واقعات میں گذشتہ کچھ عرصے سے مسجد کا غلط ستعمال سامنے آیا ہے۔ان گئے گزرے حالات میں بھی لوگ مسجد سے اٹھنے والی آواز پر لبیک کہتے ہیں۔اس لئے برصغیر میں انگریز کی آمد سے پہلے مسجد جو کہ بنیادی مرکز تعلیم اور کمیونٹی سینٹر کردار تھا ایک تو اسے بحال کرنے کی ضرورت ہے۔دوسرا اس کے تعلیم و تربیت بالخصوص نظام دعوت وتبلیغ کو مثبت ومؤثر کرنے کی ضرورت ہے جو معاشرے سے شدت پسندی کے خاتمے کے لئے بہت مفید ومعاون ہوسکتے ہیں۔

Marfat.com

۳) بنیادی حقوق کا تحفظ اور فوری عدل وانصاف کی فراہمی:

شدت پسندی کے رجحانات عام ہونے کی ایک بنیادی وجہ لوگوں کا بنیادی حقوق سے محروم ہونا اور انہیں انصاف نہ ملنا ہے۔ ہمارے معاشرے کی طبقاتی تقسیم اور طبقاتی بُعد نے بھی ایسے رجحانات کو فروغ دیا ہے۔ معاشرے کے بہت سے افراد جو اپنے بنیادی حقوق سے محروم ہوتے ہیں۔ مسلسل کوشش کے باوجود اپنی بنیادی ضروریات زندگی حاصل نہیں کر پاتے تو وہ ایسی راہ اختیار کرتے ہیں یا ایسے عناصر کے ہاتھ چڑھ جاتے ہیں جو ان کی غربت اور محرومی کی وجہ سے انہیں ورغلا کر اپنے مذموم مقاصد کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

اس طرح معاشرے کی اکثریت کو فوری انصاف کا نہ ملنا بھی معاشرے میں شدت پسندی کو پروان چڑھا رہا ہے۔ قرآن عزیز میں عدل وانصاف پر بہت زور دیا گیا ہے چنانچہ متعدد آیات اس موضوع کو بیان کرتی ہیں مثلاً:

اعدلوا هو اقرب للتقوىٰ (۷)

بالقسط ان الله يحب المقسطين (۸)

ولا تعتدوا ان الله لايحب المعتدين (۹)

ولايجرمنكم شنآن قوم علىٰ الاتعدلوا (۱۰)

اس طرح کی بیسیوں آیات مبارکہ معاشی، معاشرتی، سماجی عدل وانصاف کے حکم پر مشتمل ہیں۔

ہمارے ہاں عدل کا نظام اس قدر پیچیدہ اور فرسودہ ہے کہ پیسہ، طاقت اور رشوت کے بغیر کسی شخص کی دادرسی ناممکن ہے لوگوں کو جب عدل وانصاف نہیں ملتا تو وہ اپنے ساتھ ہونے والے ظلم کا بدلہ لینے کے لئے خود انتقامی کارروائی کرتے ہیں جو

Marfat.com

لازماً شدت پسندی کو فروغ دیتی ہے جن معاشروں میں لوگوں کو بنیادی حقوق فراہم کیے جاتے ہیں اور انہیں ہر سطح پر فوری انصاف ملتا ہے وہ کبھی بھی قانون ہاتھ میں نہیں لینے کا نہیں سوچتے۔ لیکن بدقسمتی سے قرآن وسنت کے حاملین ہونے کے دعوی کے باوجود سب سے زیادہ ناانصافی ہمارے معاشرے میں ہے، گھریلو زندگی سے لیکر اجتماعی زندگی کے تمام معاملات میں جہاں جن افراد کو نظرانداز کیا جاتا ہے یا انہیں انصاف فراہم نہیں کیا جاتا وہ مجبوراً شدت پسندی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا اقدامات کے ساتھ درج ذیل امور بھی شدت پسندی کے خاتمے کے لئے ضروری ہیں:

1) بے روزگاری اور غربت کا خاتمہ

2) مدارس، یونیورسٹیز، کالجز کے نصاب میں امن وسلامتی کا قیام اور شدت پسندی کا خاتمہ پر ابواب شامل کیے جائیں۔

3) افواج پاکستان میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کا صحیح تصور اجاگر کیا جائے۔

4) انتہاپسندی کے حق میں استعمال کیے جانے والے غلط مذہبی دلائل کے رد میں مذہبی آگاہی پیدا کرنا۔

5) اساتذہ کو بین المذاہب اور بین المسالک ہم آہنگی کے فروغ کے لئے ضروری مواد کی فراہمی۔

6) سیاست جمہوریت مخلوط نظام تعلیم مغربی دنیا اور اسی سے متعلقہ دیگر انتہا پسندانہ افکار میں اعتدال پیدا کرنا۔

.....................☆☆☆.....................

Marfat.com

......................حوالہ جات......................

۱......العلق:۱تا۵

۲......ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، رقم:۲۲۹، مکتبۃ الرشید کاشرون

۳......طٰہٰ:۱۱۴

۴......ابن ماجہ، باب فضل العلماء، رقم:۲۲۴، مطبوعہ مکتبۃ الرشید

۵......ایضاً

۶......النحل:۱۲۵

۷......المائدہ:۸

۸......المائدہ:۴۲

۹......البقرہ:۱۹۰

۱۰......المائدہ:۸

Marfat.com

بے جا تکفیری فتاویٰ کے منفی اثرات

مولانا مفتی عمران سجاد حنفی☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

آج مسلمانوں کو جہاں ان گنت فتنوں کا سامنا ہے وہاں سب سے بڑا فتنہ باہم ایک دوسرے کو بغیر دلیل وحجت کے کافر و گمراہ قرار دینا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کی وحدت و طاقت پارہ پارہ ہو رہی ہے اور آئے دن نیا گروہ معرض وجود میں آرہا ہے۔ ان بے جا تکفیری فتاوی کی وجہ اصول افتاء سے ناواقفیت اور ذاتی عناد ہے ان بے محل فتاوی کفر کے مسلم معاشرہ پر ایسے منحوس اثرات پڑ رہے ہیں جس سے باہم رنجشیں مذہبی فرقہ واریت جیسی برائیاں جنم لے رہی ہیں اور معاشرہ کا پر امن ماحول نفرتوں جھگڑوں، قتل و غارت گری کی بھینٹ چڑھ رہا ہے۔ اور بے محل و بے مصرف مسلمانوں کی تکفیر کرنے والے افراد دانستہ یا نادانستہ طور پر مسلمانوں کی اجتماعیت میں تفرقہ پیدا کر رہے ہیں۔ اور ان نفرت آمیز اقوال و فتاویٰ کے سد باب کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ مسند افتاء پر صاحب علم اہل لوگوں کو بٹھایا جائے جو عارف زمانہ اور تقویٰ و پرہیز گاری کے پیکر ہوں جن کا مقصد محض رضائے الٰہی کا حصول ہو کہ وہ اپنا اور دوسروں کا ایمان بچائیں کیونکہ ایمان کی بڑی قدر و قیمت ہے۔

چنانچہ حضرت سیدنا یوسف بن اسباط رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

☆ ...... مفتی دارالافتاء جامعہ نعیمیہ، لاہور

Marfat.com

میں ایک دفعہ حضرت سیدنا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر ہوا۔ آپ ساری رات روتے رہے۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا آپ گناہوں کے خوف سے رو رہے ہیں؟ تو آپ نے ایک تنکا اٹھایا اور فرمایا کہ گناہ تو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس تنکے سے بھی کم حیثیت رکھتے ہیں۔ مجھے اس بات کا خوف ہے کہ کہیں ایمان کی دولت نہ چھن جائے۔(۱)

اسی طرح ایک اور ایمان افروز ارشاد ملاحظہ ہو۔ حضرت سیدنا امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول کردہ ایک بزرگ کے ارشاد کا خلاصہ ہے: اگر ایمان پر موت میرے اپنے کمرہ خاص کے دروازے پر مل رہی ہو اور شہادت عمارت کے صدر دروازہ پر منتظر ہو تو شہادت اگرچہ اعلیٰ درجہ کی سعادت ہے مگر میں کمرہ کے دروازے پر ملنے والی ایمان پر موت کو قبول کرلوں گا کہ کیا معلوم عمارت کے صدر دروازے تک پہنچتے پہنچتے میرا دل بدل نہ جائے اور میں ایمان پر ملنے والی موت کے شرف سے ہی محروم نہ ہو جاؤں!(۲)

مکتوبہ بالا دونوں فرامین کو پڑھنے کے بعد آپکو یہ اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ایمان کتنی بڑی دولت ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اتنی بڑی دولت کی حفاظت بھی اتنی ہی اہم ہے۔

اس لئے کہ شیطان ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے اس کا شدید ترین حملہ اسی ایمان پر ہوتا ہے اور ہر مسلمان کی ذمہ داری بنتی ہے کہ حفاظت ایمان کے لئے اقدامات و ذرائع بروئے کار لائے اور ان حفاظتی ذرائع میں سے اہم ترین ذریعہ ان چیزوں کا جاننا ہے جو ایمانیات میں داخل ہیں۔ ان کو جانے بغیر کفریات سے بچنا

Marfat.com

مشکل کام ہے لیکن افسوس صد افسوس مسلمانوں کی اکثریت کا ایمانیات وکفریات کے مسائل کو جاننا تو دور کی بات ہے، ان کے ابتدائی بنیادی مسائل سے جاہل وغافل ہے اور آئے روز جہالت ولاعلمی کی بنا پر کئی لوگ کفریات بولتے نظر آتے ہیں حالانکہ ان پر حرام وحلال اور کفریات کے متعلق مسائل سیکھنا ضروری تھا کہ انہیں ہر وقت ضرورت پڑتی ہے۔ چنانچہ علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

اعلم ان تعلم العلم مایکون فرض عین وھو بقدر مایحتاج لدینہ

جان لیجئے کہ علم سیکھنا اور اسے حاصل کرنا فرض عین ہے اور اس سے مراد اتنی مقدار ہے کہ جس کی دین میں ضرورت پڑتی ہے۔ (۳)

اور کچھ مدعی علم اور اصول اِفتاء سے ناواقف بوجہ تعصب مسلمانوں پر کفر و ارتداد اور گمراہی کے فتاویٰ چسپاں کرتے ہوئے ذرا برابر عار محسوس نہیں کرتے۔ یہ حضرات ذیل کی حدیثیں ملاحظہ فرمائیں اور اپنی اصلاح کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من افتیٰ بغیر علم لعنتہ ملائکۃ السماء والارض

جو بغیر علم کے فتویٰ دے اس پر زمین وآسمان کے فرشتے لعنت بھیجتے ہیں۔ (۴)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من افتیٰ بغیر علم کان اثمہ علیٰ من افتاہ

جس نے بغیر علم کے فتویٰ دیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ (۵)

مندرجہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جو شخص علماء کو

Marfat.com

چھوڑ کر جاہلوں سے مسئلہ پوچھے اور وہ غلط مسئلہ بتائیں تو پوچھنے والا بھی گنہگار ہوگا کہ یہ عالم کو چھوڑ کر اس کے پاس کیوں گیا۔ نہ یہ پوچھتا نہ وہ غلط بتاتا۔ دوسرے یہ کہ جس شخص کو غلط فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ فتویٰ دینے والے پر ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ بے علم کا مسئلہ شرعی بیان کرنا سخت جرم ہے۔(۶)

حضرت امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ روایت نقل کرتے ہیں:

"عن عبداللہ بن دینار انه سمع ابن عمر رضی اللہ عنہما یقول قال رسول اللہ ﷺ ایما امریء قال لاخیه یا کافر فقد باء بها احدهما ان کان کما قال والا رجعت علیه"

حضرت عبداللہ بن دینار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو فرماتے سنا کہ وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس شخص نے اپنے کسی (مسلمان) بھائی کو کہا اے کافر! تو کفر دونوں میں سے ایک کی طرف ضرور لوٹے گا اگر وہ شخص واقعی کافر ہو گیا تھا تب تو ٹھیک ورنہ کفر کہنے والے کی طرف لوٹ آئے گا۔(۷)

مکتوبہ احادیث کو بار بار پڑھیں اور تعصب و ذاتی عناد کی بنا پر کفر کے فتوے دینے والے حضرات درس عبرت حاصل کریں اور اپنا ایمان بچائیں بلکہ اپنے ایمان کے ساتھ ساتھ دوسرے مسلمانوں کا ایمان بھی بچائیں کہ یہ مفتی وقت کی اہم ترین ذمہ داری ہے۔ اور زیر بحث مسئلہ کی صحیح تفہیم کے لئے چند ضروری چیزوں کی تعریف و تشریح صفحہ قرطاس پر ثبت کی جاتی ہے۔ پہلے ایمان کی تعریف و توضیح ملاحظہ ہو۔

Marfat.com

ایمان کی تعریف:

امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ ایمان کا معنی بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ایمان امن سے ماخوذ ہے اور امن کا معنی ہے نفس کا مطمئن ہونا۔ امن، امانۃ اور امان یہ سب اصل میں مصدر ہیں اور امان کبھی حالت امن کو بھی کہتے ہیں۔ (۸) ور ایمان لغت میں تصدیق کرنے کو کہتے ہیں۔ (۹)

اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمان فرماتے ہیں: محمد رسول اللہ ﷺ کو ہر بات میں سچا جانے، حضور ﷺ کی حقانیت کو صدق دل سے ماننا ایمان ہے جو اس کا مقر (یعنی اقرار کرنے والا) ہو اسے مسلمان جانیں گے جبکہ اس کے کسی قول یا فعل یا حال میں اللہ و رسول (عزوجل ﷺ) کا انکار یا تکذیب (یعنی جھٹلانا) یا توہین نہ پائی جائے۔ (۱۰)

حضرت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ ایمان کا معنی بیان فرماتے ہیں: ایمان کا معنی ہے، امن دینا چونکہ مومن اچھے عقیدے اختیار کر کے اپنے آپ کو دائمی یعنی ہمیشہ والے عذاب سے امن دے دیتا ہے اس لئے اچھے عقیدوں کے اختیار کرنے کو ایمان کہتے ہیں۔ (۱۱) حضرت مفتی امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایمان اسے کہتے ہیں کہ سچے دل سے ان سب باتوں کی تصدیق کرے جو ضروریات دین سے ہیں۔ (۱۲)

شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اصل ایمان تصدیق قلبی ہے مگر دنیا میں مومن ہونے کا حکم لگانے کے لئے اقرار

Marfat.com

باللسان بھی ضروری ہے اور کافی بھی۔ اگر کوئی زبان سے تمام ضروریات دین کی تصدیق کرے تو اس کو مسلمان کہیں گے باطن کا حال اللہ عزوجل کے سپرد ہے، (۱۳) اور لفظ ایمان کا مادہ امن ہے لہذا جو شخص مومن ہوگا وہ یقیناً پر امن ہوگا اور معاشرہ کو بھی پرامن رکھے گا۔

اور ایمان کی ضد کفر ہے اب کفر کا معنی وتشریح واضح کی جاتی ہے۔

کفر کی تعریف:

کفر کا لغوی معنی ہے: کسی شے کو چھپانا۔ (۱۴)

اور اصطلاح شرع میں کسی ایک ضرورت دینی کے انکار کو کفر کہتے ہیں اگرچہ باقی تمام ضروریات (دین) کی تصدیق کرتا ہو۔ (۱۵) مثلاً کوئی شخص اگر تمام ضروریات دین کو تسلیم کرتا ہو لیکن نماز کی فرضیت یا ختم نبوت کا منکر ہو تو وہ کافر ہے کہ نماز کو فرض ماننا اور سرکار مدینہ ﷺ کو آخری نبی ماننا دونوں باتیں ضروریات دین میں سے ہیں۔ اور مسئلہ ھذا کو سمجھنے کے لئے ضروریات دین کی توضیح وتشریح ضروری ہے تاکہ مسئلہ بے غبار ہو جائے۔

ضروریات دین کی وضاحت:

حضرت مولانا امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ضروریات دین، وہ مسائل دین ہیں، جن کو ہر خاص و عام جانتے ہوں، جیسے اللہ عزوجل کی وحدانیت، انبیاء کرام علیھم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت، نماز، روزے، حج، جنت، دوزخ، قیامت میں اٹھایا جانا، حساب وکتاب لینا وغیرھا۔ مثلاً یہ عقیدہ رکھنا (بھی ضروریات دین

Marfat.com

میں سے ہے) کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ خاتم النبیین ہیں حضور اکرم ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوسکتا۔ عوام سے مراد وہ مسلمان ہیں جو علماء کے طبقہ میں شمار نہ کئے جاتے ہوں مگر علماء کی صحبت میں بیٹھنے والے ہوں اور علمی مسائل کا ذوق رکھتے ہوں۔ وہ لوگ مراد نہیں جو دور دراز جنگلوں پہاڑوں میں رہنے والے ہوں جنہیں کلمہ صحیح پڑھنا بھی نہ آتا ہو کہ ایسے لوگوں کا ضروریات دین سے ناواقف ہونا اس دینی ضرورت کو غیر ضروری نہ کردے گا۔ البتہ ایسے لوگوں کے مسلمان ہونے کے لئے یہ بات ضروری ہے کہ ضروریات دین کے منکر نہ ہوں اور یہ عقیدہ رکھتے ہوں کہ اسلام میں جو کچھ ہے حق ہے۔ ان سب پر اجمالاً ایمان لائے ہوں۔

ضروریات دین کی مزید وضاحت کے لئے نزھۃ القاری سے اقتباس ملاحظہ ہو۔ چنانچہ شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ایمان کی تعریف میں ضروریات دین کا (جو) لفظ آیا ہے، اس سے مراد وہ دینی باتیں ہیں جن کا دین سے ہونا ایسی قطعی یقینی دلیل سے ثابت ہو جس میں ذرہ برابر شبہ نہ ہو اور ان کا دینی بات ہونا ہر عام وخاص کو معلوم ہو۔ خواص سے مراد علماء ہیں اور عوام سے مراد وہ لوگ ہیں جو عالم نہیں مگر علماء کی صحبت میں رہتے ہوں۔ اس بنا پر وہ دینی باتیں جن کا دینی بات ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں تو وہ ضروریات دین سے نہیں مثلاً عذاب قبر، اعمال کا وزن۔ یونہی وہ باتیں جن کا ثبوت قطعی ہے مگر ان کا دین سے ہونا عوام وخواص سب کو معلوم نہیں تو وہ بھی ضروریات دین سے نہیں، جیسے صلبی بیٹی کے ساتھ اگر پوتی ہو تو پوتی کو چھٹا حصہ ملے گا۔

جن دینی باتوں کا ثبوت قطعی ہو اور وہ ضروریات دین سے نہ ہوں ان کا

Marfat.com

منکر (یعنی انکار کرنے والا) اگر اس کے ثبوت کے قطعی ہونے کو جانتا ہو تو کافر ہے اور اگر نہ جانتا ہو تو اسے بتایا جائے، بتانے پر اگر حق مانے تو مسلمان اور بتانے کے بعد بھی انکار کرے تو کافر ہے۔

وہ باتیں جن کا دین سے ہونا سب کو معلوم ہے مگر ان کا ثبوت قطعی نہیں ان کا منکر کافر نہیں اگر یہ باتیں ضروریات مذہب اہلسنت سے ہوں تو انکار کرنے والا گمراہ اور اگر اس سے بھی نہ ہوں تو خاطی یعنی خطا کار ہے۔(۱۶)

مذکورہ توضیحات علماء کو بار بار پڑھیں اور دیکھیں کہ انہوں نے ایمان مسلم کی حفاظت کے لئے کتنی حدود و قیود بتائی ہیں کہ ایک مسلمان کا ایمان بچ جائے۔ لیکن کیا آج فتوٰی دیتے وقت ان حدود و قیود کا خیال رکھا جاتا ہے یا نہیں؟ تو جواب یقیناً نفی میں ملے گا کیونکہ مسند افتاء پر بیٹھنے والوں کی اکثریت ان چیزوں سے نابلد ہے۔

اور مسئلہ کفر میں ہمارے فقہاء کرام نے لزوم کفر اور التزام کفر کی بحث کی ہے جو کہ اس مسئلہ کو سمجھنے میں کافی ممد و معاون ہے۔ کفر کی دو قسمیں ہیں:

۱) لزوم کفر ۲) التزام کفر

لزوم کفر یہ ہے کہ جو بات قائل نے کہی ہے وہ عین کفر تو نہیں مگر کفر تک لے جانے والی ہے۔ مطلب یہ کہ مقدمات کو ترتیب دیا جائے اور تقریبات کو مکمل کیا جائے تو آخر کار کسی ضرورت دینی کا انکار لازم آجائے۔ البتہ اس میں صحیح معنی کا احتمال بھی ہو سکتا ہے۔ اسی بنا پر لزوم کفر میں قائل کی نیت کا اعتبار کیا جاتا ہے اور لزوم کفر کی صورت میں فقہاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کفر کا حکم دیتے ہیں مگر علماء متکلمین فتوٰی کفر سے سکوت فرماتے ہیں جب تک التزام کی صورت نہ ہو جائے وہ قائل کو کافر نہیں کہتے اور احوط

Marfat.com

یعنی زیادہ محتاط مذہب متکلمین کا ہے۔(نوٹ: متکلمین وہ علمائے کرام ہیں جو علم عقائد کے ماہر ہوتے ہیں اور نقلی یعنی شرعی دلائل کے ساتھ ساتھ عقلی دلائل سے بھی عقائد کو ثابت کرتے ہیں۔) اور التزام کفر کے مقابلہ میں لزوم کفر کی پہچان زیادہ مشکل ہوتی ہے۔ کیونکہ التزام کفر میں کلام کا صرف ایک مفہوم ہوتا ہے جس پر کلام صراحتا، دلالت کر رہا ہوتا ہے بایں وجہ آسانی کے ساتھ کفر کی نوعیت و محمل کی پہچان ہو جاتی ہے جبکہ لزوم کفر محل اجتہاد ہوتا ہے۔ اس کی مراد واضح کرنے میں بسا اوقات مفتی کو مغالطہ بھی لگ جاتا ہے۔ لہٰذا اس کی صحیح پہچان کیلئے مفتی کا وسیع المطالعہ۔ فقہی جزئیات واصول افتاء کا ماہر۔ تجربہ کار ہونا اور ثقہ اساتذہ کرام کی صحبت میں عرصہ گزارنا ضروری ہے۔

دوسری قسم التزام کفر ہے: یعنی ضرورت دین میں سے کسی ایک چیز کا صراحتاً انکار کرنا التزام کفر ہے اور ایسے منکر کو واضح کافر قرار دیا جائے گا اور اس کی کسی تاویل کو نہیں سنا جائے گا۔ سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلسنت مجدد دین وملت مولانا الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ لزوم والتزام کفر کے متعلق فرماتے ہیں: سید العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان سب کی تصدیق کرنا اور سچے دل سے ان کی ایک ایک بات پر یقین لانا ایمان ہے اور معاذ اللہ ان میں سے کسی بات کا جھٹلانا اور اس میں ادنیٰ شک لانا کفر ہے۔ پھر یہ انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے، دو طرح ہوتا ہے (ا) لزومی والتزامی۔ التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شے کا تصریحاً خلاف کرے یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے۔۔۔۔۔۔۔۔ جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود

Marfat.com

ملک وجن وشیطان وآسمان ونار وجنان ومعجزات انبیاء کرام علیھم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ھادی برحق صلوات اللہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ وتوہمات کو لے مرنا۔ نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انہیں کفر سے بچائیں گے نہ محبت اسلام وہمدردی قوم کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے۔۔۔۔۔۔۔اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری' دین کا انکار لازم آئے۔(۱۷)

اور لزوم کفر اور التزام کفر کی تشریح سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ قائل کے قول کے کفر ہونے اور قائل کو کافر قرار دینے میں فرق ہے اور لزوم کفر کے قائل کو اس وقت تک ہم کافر نہیں کہہ سکتے جب تک اس کی نیت یا بات کا محمل اور سیاق وسباق واضح نہ ہو جائے اور ہمارے ہاں اکثر استفتاء لزوم کفر کے حوالے سے ہوتے ہیں لیکن مسند افتاء پر تشریف فرما حضرات لزوم والتزام کفر اور ضروریات دین کی تشریحات و توضیحات اور اصولوں کو پیش نظر رکھے بغیر قائل کو کافر قرار دے دیتے ہیں جو کہ علمی حلقوں کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔اس پر ثقہ متدین اہل علم وتقویٰ حضرات کی ذمہ داری بنتی ہے کہ غور وفکر کرکے صحیح راہ متعین کریں۔

اور کفر لزومی اور التزامی کے حوالے سے یہ مسئلہ بھی ذہن نشین فرما لیا جائے کہ کفر لزومی یعنی وہ کفر جس میں فقہاء کرام اور متکلمین علماء کا اختلاف ہو اس کفر سے بندہ اسلام سے خارج نہیں ہوتا، اس کا نکاح نہیں ٹوٹتا اور نہ سابقہ اعمال برباد ہوتے ہیں۔البتہ ایسے شخص کو تجدید ایمان ونکاح کا حکم دیا جاتا ہے۔اور التزام کفر سے ایمان و

Marfat.com

نکاح اور اعمال سب برباد ہو جاتے ہیں۔ حضرت علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

مایکون کفرا اتفاقا یبطل العمل والنکاح واولادہ اولاد زنی ومافیہ خلاف یؤمر بالاستغفار والتوبۃ وتجدید النکاح۔ ترجمہ: ''جو بالاتفاق کفر ہو اس سے اعمال، نکاح باطل ہو جاتے ہیں تمام اولاد، اولاد زنا قرار پا جاتی ہے اور جس کفر میں اختلاف ہو وہاں استغفار، توبہ اور تجدید نکاح کا حکم دیا جائے گا۔ (۱۸)

اس ساری بحث کا یہ مقصد ہرگز نہیں کہ کافر کو کافر قرار نہیں دینا بلکہ یہ مقصد ہے کہ صحیح کافر کو کافر قرار دیا جائے۔ کیونکہ کافر کو کافر قرار دینا بھی ضروریات دین میں سے ہے۔

منفی اثرات:

۱ بے جا فتاویٰ کفر کی وجہ سے مذہبی ہم آہنگی کی بجائے فرقہ واریت بڑھ رہی ہے۔

۲ معاشرے کا پرامن ماحول فتنہ وفساد اور قتل و غارت گری میں تبدیل ہو رہا ہے۔

۳ سادہ لوح عوام اور ان میں خصوصاً نوجوان دینی حلقوں سے بیزار ہو رہے ہیں۔

۴ مساجد و مدارس جو اہل ایمان کی محبتوں کا مرکز تھے ان سے لوگ دور ہوتے جا رہے ہیں۔

Marfat.com

۵ بے دین سیکولر طبقہ کو دینی حلقوں پر اعتراض کا موقع مل رہا ہے۔

خلاصہ بحث یہ ہے کہ غلط اور بے دلیل فتاویٰ کفر معاشرے کے امن میں رخنہ کا باعث بن رہے ہیں۔ لہٰذا اس کے تدارک کیلئے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ مسند افتاء پر اہل اور معیاری مفتیان کرام کو بٹھایا جائے اور نا اہل خود ساختہ مفتیوں سے اس منصب کو خالی کرایا جائے۔

..............حوالہ جات..............

۱......منہاج العابدین، ص ۱۶۹ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت

۲......احیاء العلوم ج ۴، ص ۲۱۱ طبع دار صادر بیروت

۳......در مختار، مقدمہ، ص ۶، ج ۱

۴......کنز العمال، ص ۱۹۳، ج ۱۰، طبع بیروت

۵......ابوداؤد ج ۳، ص ۴۴۹ طبع دار الاحیاء التراث العربی بیروت

۶......مرآۃ المناجیح، ج ۱، ص ۱۹۸، طبع مکتبہ اسلامیہ اردو بازار لاہور

۷......مسلم، کتاب الایمان، ص ۵۷، ج ۱ قدیمی کتب خانہ کراچی

۸......المفردات ج ۱، ص ۴۹ کشمیر بلاک اقبال ٹاؤن لاہور

۹......تفسیر قرطبی ج ۱ ص ۱۴۷ دار الفکر بیروت

۱۰......فتاویٰ رضویہ ج ۲۹ ص ۲۵۴ طبع رضا فاؤنڈیشن، لاہور

۱۱......تفسیر نعیمی ج ۱ ص ۸ ضیاء القرآن، لاہور

۱۲......بہار شریعت حصہ ۱ ص ۹۲ مکتبۃ المدینہ کراچی

۱۳......نزھۃ القاری جلد ۱، ص ۲۹۱ فرید بکسٹال لاہور

۱۴......المفردات ص ۱۴۷

۱۵......بہار شریعت حصہ ۱ ص ۱۷۲ مکتبۃ المدینہ کراچی

۱۶......نزھۃ القاری جلد ۱ ص ۲۹۴، فرید بک سٹال لاہور

۱۷......فتاویٰ رضویہ، ج ۱۵، ص ۴۳۱ رضا فاؤنڈیشن لاہور

۱۸......درمختار، باب المرتد، مطبع مجتبائی، ۳۵۹/۱

Marfat.com

تنازع، اقسام، حل تنازعات

محمد راغب حسین نعیمی ☆

امن میرا حق ہے۔ لیکن یہ حق اسی وقت مل سکتا ہے جب اس کی راہ میں حائل تمام رکاوٹوں کو ختم کیا جائے۔ ان رکاوٹوں میں جہاں متشدد رویہ کا موجود ہونا ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ معاشرہ ہر قسم کے تنازع سے پاک ہو۔ جہاں امن، قیام امن، تشکیل امن، تعمیر امن و دیگر نظریات اور بنیادی تصورات جو کہ امن سے متعلق ہیں سمجھنا ضروری ہیں وہیں تنازع کے بنیادی تصورات، اجزائے ترکیبی مراحل اور حل تنازعات بہتر انداز میں سیکھنا اور بعدازاں اس کے مناسب حل کیلئے کوشش کرنا بھی نہایت اہم ہے۔ ذیل میں تنازع کے متعلق مختلف امور کو بیان کیا جا رہا ہے۔

تنازع کی تعریف:

لفظ تنازع عربی زبان کا لفظ ہے۔ ''تفاعل'' کے وزن پر ہے۔ اس کا مادہ (Root Word) ''نزع'' ہے۔ جس کا معنی ہے ''کھینچنا''۔ دو یا دو سے زائد افراد کا کسی چیز کو اپنی طرف کھینچنا تنازع کہلاتا ہے۔ یہ کم از کم دو افراد میں [illegible]تا ہے۔ زیادہ کی کوئی حد نہ ہے۔ روزمرہ کی گفتگو میں اختلاف[illegible]، جھگڑے، کشمکش اور بعدازاں اس کے نتیجہ میں ہونے والی لڑائی اور تشدد کو تنازع کہا جاتا ہے۔

تنازع عموماً اقدار، مفادات، مقاصد اور ضروریات کے اختلاف سے جنم لیتا ہے۔ فریقین میں ہر ایک اپنے اپنے اقدار کے تحفظ اور زیادہ سے زیادہ مفادات

☆ ناظم اعلیٰ جامعہ نعیمیہ و چیئرمین سرفراز نعیمی انسٹی ٹیوٹ برائے امن، تعلیم و تحقیق

Marfat.com

کے حصول کیلئے کام کرتا ہے۔اور جب کوئی ان کے راستے میں رکاوٹ یا دیوار بننے کی کوشش کرتا ہے تو تنازع جنم لے لیتا ہے۔ ذاتی محسوسات سے شروع ہونے والا تنازع پھیلتے ہوئے جب معاشرہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے تو نتیجتاً مسلم تصادم کی صورت میں نمودار ہونا شروع ہو جاتا ہے۔

تنازع کے اجزائے ترکیبی:

جب تک تنازع کے اجزائے ترکیبی سے آگاہی حاصل نہ ہو، اسے حل نہیں کیا جا سکتا ہے۔اس کے مختلف مراحل سے عدم واقفیت کی بنا پر بھی اس کے حل کیلئے ٹھوس تجاویز پیش نہیں کی جاسکتی ہیں۔کسی بھی تنازع کو سمجھنے کیلئے فریقین، ان کا تعلق، ان کے رویہ اور طرز عمل، مسائل، ان کے مؤقف و مفادات اور نتائج کا جاننا ضروری ہے۔تا کہ تنازع کا صحیح تجزیہ کیا جاسکے اور ایسا حل پیش کیا جاسکے جو دیرپا امن کے حصول کا باعث بنے۔

تنازع میں موجود بنیادی فریقین کے علاوہ ثانوی فریقین اور دیگر متاثرین بھی ہو سکتے ہیں۔کسی بھی تنازع میں افراد، گروہ، تنظیموں، ادارے، معاشرے اور اقوام فریقین ہو سکتے ہیں۔ان فریقین کا آپس میں کوئی نہ کوئی تعلق ضرور ہوتا ہے۔اسی تعلق کی بنیاد پر فریقین کے باہم رویے اور طرز عمل ترتیب پاتا ہے۔رویہ کا تعلق جذبات، خیالات اور احساسات سے ہوتا ہے جبکہ طرز عمل ان قدامات کو بیان کرتا ہے۔ جو ایک فریق تنازع کی صورت حال سے نبرد آزما ہونے کیلئے اختیار کرتا ہے۔

تنازع کی تفہیم کیلئے فریقین کے مؤقف اور مفاد کو جاننا بھی ازحد ضروری

Marfat.com

ہے۔کوئی بھی مؤقف اصل میں وہ "بیانیہ" "Narrative" ہے جیسے ایک فریق اپنا نظریہ سمجھتا ہے۔فریقین لوگوں کو تنازع کے بارے سمجھانے کیلئے موقف پیش کرتے ہیں۔حقیقتاً اس مؤقف کے ذریعے وہ اپنے اپنے مفادات کو عزیز رکھتے ہیں۔اور حقیقتاً اسی مفاد کے حصول کیلئے مؤقف اپنایا جاتا ہے۔اور اس مؤقف کا ابلاغ جب فریق مخالف کے مفاد کے حصول میں رکاوٹ بنتا ہے۔تو تنازع کا آغاز ہو جاتا ہے۔کبھی مؤقف جدا اور مفاد ایک ہی ہوتا ہے اور کبھی مؤقف ایک ہوتا ہے اور مفاد جدا جدا۔اگر توجہ صرف مؤقف تک رہے، مفادات کو نظر انداز کر دیں تو بھی تنازع حل نہیں کیا جا سکتا۔اگر فریقین دوسرے کے مفادات اور ضروریات کو سمجھنے کی کوشش کریں تو تنازع کے تصفیہ تک پہنچنے کا رستہ کافی حد تک صاف ہو جاتا ہے۔

مختصر یہ کہ تنازع ہماری روزمرہ زندگی کا فطری حصہ ہے اور یہ کسی کو بھی پیش آسکتا ہے۔یہ ہمیشہ منفی نہیں ہوتا ہے۔اور نہ ہی ہمیشہ پر تشدد ہوتا ہے۔تنازع کے اسباب میں ثقافت، نسل، جنس، صنف، شناخت، مذہب اور مفاد وغیرہ کا تعین آسانی سے کیا جا سکتا ہے۔اس میں رویہ اور طرز عمل بھی اہم کردار ادا کرتا ہے۔تنازع کو مثبت انداز میں حل کرنے کی کوشش کیلئے تعمیری انداز اختیار کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ بہتر حکمت عملی سے نہ صرف اس کی شدت کو کم کیا جا سکتا ہے۔ بلکہ اس کا بہتر حل بھی نکالا جا سکتا ہے۔

تنازعات کی اقسام:

تنازعات کی درج ذیل اقسام سامنے آتی ہیں۔

Marfat.com

۱) ذاتی تنازعات:

روزمرہ کی زندگی میں رونما ہونے والے تنازعات عموماً ذاتی نوعیت کے ہوتے ہیں۔ یہ گھر، دفتر، بازار وغیرہ میں رونما ہوتے ہیں۔ اکثر دو افراد کے مابین ہوتے ہیں، جو ان کی ترجیحات، مفادات اور اختلافات کے گرد گھومتا ہے۔ فریقین میں سے ہر کوئی دوسرے پر قابو پانے کی کوشش میں تشدد تک اتر آتا ہے۔

۲) گروہی تنازعات:

عموماً دو گروہوں میں جنم لینے والے تنازعات میں شریک افراد کثیر تعداد میں ہوتے ہیں کہ جن کا مفاد ایک ہوتا ہے۔ مختلف اداروں کا ٹکراؤ بھی تنازع کی شکل ہے۔ اگر ایسے تنازعات کو فوری اور بروقت حل نہ کیا جائے تو یہ وسیع پیمانہ پر پھیل سکتے ہیں اور شدت اختیار کر سکتے ہیں۔ جس کے نتیجہ میں فریقین کا بہت مالی و جانی نقصان ہوسکتا ہے۔ اگر اس میں مزید شدت آجائے تو یہ تنازع ذاتی دشمنی پر ختم ہوتا ہے کہ فریقین ایک دوسرے کو صفحہ ہستی سے ختم کرنا ہی اپنی جیت سمجھتے ہیں۔ چاہے انہیں اس کا بڑے سے بڑا خمیازہ بھی بھگتنا پڑے۔

۳) سماجی روایات اور اعتقادات پر مبنی تنازعات:

سماجی روایات، نظریات، اعتقادات اور اقدار کے اختلاف کی بنا پر سماج میں تنازع رونما ہوسکتا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ لوگوں کا مختلف پس منظر کا حامل ہونا ہے۔ لوگوں میں سمجھنے کی صلاحیت ایک دوسرے سے مختلف ہونے اور عرصہ دراز سے ایک سماجی ماحول میں رہنے کی وجہ سے انکا اپنی سماجی روایات پر قائم رہنا اور اس کے

Marfat.com

مد مقابل کسی اور رویت کو قبول نہ کرنا ان کی شخصیت کا حصہ بن جاتا ہے۔ یہی وہ وجہ ہے کہ پاکستان کے مختلف علاقوں میں ہونے والے غیر اسلامی افعال (ونی، غیرت کا قتل، کاروکاری، سیاہ کاری، قرآن سے شادی وغیرہ) کو نہ صرف اپنے سماج کیلئے ضروری سمجھ لیا گیا ہے بلکہ کوئی اس کے خلاف آواز بلند کرے تو اس سے تنازع شروع کر دیا جاتا ہے۔

۴) ساختی تنازع:

درحقیقت کسی خاص نسل، قوم، قبیلہ یا گروہ کو آزادی سے جینے اور انہیں اپنی صلاحیتوں کے مطابق آگے بڑھنے کے مواقع نہ دیئے جانے کی منظم سازش ہوتی ہے۔ ایسی کیفیت میں متاثرہ گروہ کو اختیار، ملکیت اور وسائل میں عدم مساوات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نتیجتاً یہ گروہ احساس کمتری، احساس محرومی اور انتہا پسندی کا سبب بن سکتے ہیں۔ کوئٹہ میں ہزارہ قبیلہ کے ساتھ ہونے والی زیادتی اس کی مثال بن سکتی ہے۔

۵) صنفی فرق کی بنیاد پر تنازع:

اللہ رب العزت نے مرد و عورت کو اشرف المخلوقات بنایا مگر ان میں صنفی فرق و امتیاز کی بنیاد پر ان کے میدان عمل الگ الگ کر دیئے گئے۔ ارشاد سبحانہ وتعالیٰ ہے۔

"وَمَا خَلَقَ الذَّكَرَ وَالْأُنْثَىٰ ۝ إِنَّ سَعْيَكُمْ لَشَتَّىٰ" (اللیل:۳)

اور قسم اس ذات کی جس نے نر اور مادہ کو پیدا کیا۔ بے شک تم لوگوں کی کوششیں الگ الگ ہیں۔ اسلام نے عورتوں کو تاریکیوں سے باہر نکال کر وہ مقام

Marfat.com

عطاء کیا کہ بحیثیت ماں اسکے قدموں تلے جنت، بحیثیت بیوی شوہر کیلئے نصف ایمان، بحیثیت بیٹی والدین کیلئے رحمت اور بحیثیت بہن، بھائی کیلئے نعمت قرار پائی۔ معاشرے میں طبقہ نسواں کے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک اور تشدد آمیز رویہ نے صنف نازک کو اپنے حقوق لینے کیلئے آمادہ کر دیا۔ اور اب بڑے شہروں میں ان کی مختلف تنظیم وجود میں آگئی ہیں۔ جو کہ اپنے حقوق کے حصول کیلئے میدان عمل میں ہیں۔

۶) بین الممالک تنازع:

ممالک کے مابین ہونے والے تنازع عموماً سیاسی، جغرافیائی، ثقافتی، معاشی، تجارتی اور مذہبی تسلط کے حصول کے گرد گھومتے ہیں۔ ہر ملک اپنی بقاء کے ساتھ ساتھ اقوام عالم میں بلند مقام کے حصول کیلئے کوشاں ہوتا ہے۔ مفادات میں اختلافات سے دیگر ہمسایہ ممالک کے ساتھ تنازع شروع ہو سکتے ہیں۔ اسلامی ممالک میں ہم مذہبی بنیادوں پر ہونے والی پراکسی وار اور اس کے نتیجہ میں مختلف ممالک میں مسلح گروہوں کی تشکیل اور تشدد آمیز کارروائیوں کا ظہور بھی سامنے آتا ہے۔

۷) مذہبی تنازع:

ایسا تنازع جو مذہبی بنیادوں پر رونما ہو شناخت پر مبنی تنازع بھی کہلاتا ہے۔ مذہبی جماعتیں اور افراد اپنی شناخت کی بقا اپنے لیے از حد ضروری قرار دیتی ہیں۔ چاہے وہ مذہبی تعلیمات کے برعکس ہو جائیں۔ شناخت سے مراد ہر مذہبی انسان کا اپنے عقیدے اور ذات کے بارے میں وہ تصور جس پر وہ قائم ہے۔ وہ ان اشیاء کی

Marfat.com

بقاء کو اپنے مذہب کی بنیاد قرار دیتا ہے۔ اگرچہ تمام مذاہب میں عدم تشدد اور امن کی تعلیم دی جاتی ہے اور تنازعہ کے حل کیلئے تشدد سے پاک راستہ اختیار کرنے کی ہدایت کی جاتی ہے۔ لیکن ایسے تنازعات میں مدمقابل فریق کو تمام برائیوں کی جڑ سمجھتے ہوئے اس کے خیالات، احساسات اور افعال کو درخور اعتناء ہی نہیں سمجھا جاتا بلکہ فریق مخالف کے ساتھ بیٹھنا اور بات کرنا بھی شناخت کیلئے خطرہ خیال کیا جاتا ہے۔ بسا اوقات ذاتی مخاصمت اور رنجش کو بھی مذہبی تنازع کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ پاکستان میں دہشت گردی کے دیگر اسباب میں سے ایک سبب یہی مذہبی شناخت کا ہے۔ جس پر فریقین پیچھے ہٹنے کیلئے تیار نہیں نظر آتے ہیں۔ مذہبی تنازعات کو ابھارنے میں ثقافتی تشدد کا عمل دخل بھی کارفرما ہوتا ہے۔ جس میں نفرت پر مبنی تقریر اور تحریر کے ذریعے اپنے اپنے گروہوں کے جذبات کو ابھارا جاتا ہے۔ ایسے ہی ایک فریق کا دوسرے فریق کے بارے سماجی و مذہبی امتیاز برتنا اور تسلسل سے ایسے واقعات پیش آنا جو کسی ایک فریق کی بقاء سے منسلک ہو یہ بھی مذہبی تنازع کا باعث بنتا ہے۔ مذہبی تنازع کے خاتمہ کیلئے ایک طرف عوام میں اس امر کا شعور اجاگر کرنے کی ضرورت ہے کہ مختلف گروہوں کے بارے پھیلے غلط نظریات اور منفی تاثرات پر نظر ثانی کی جائے، سماجی رسومات کی اصلاح کے ساتھ ساتھ نفرت پر مشتمل تقاریر اور تحریر کا خاتمہ کیا جائے۔ اس کیلئے باقاعدہ ضابطہ اخلاق تشکیل دیا جائے اور ایسے پروگرام ترتیب دیے جائیں کہ متحارب فریقین ایک دوسرے کے قریب آجائیں۔

تنازع کے مراحل:

مختلف افراد جب مختلف نظریات، اقدار، ضروریات اور مفادات کو بزور

Marfat.com

طاقت لینے کی کوشش کرتے ہیں تو تنازع جنم لیتا ہے۔تنازع اچانک کھڑا نہیں ہوتا۔ اس کے وقوع پذیر ہونے کا ایک عمل ہے۔ بلکہ اپنی انتہا تک پہنچنے کیلئے اسے ایک طویل عرصہ درکار ہوتا ہے۔اس کی شدت اور گہرائی میں اضافہ بتدریج ہوتا ہے۔حتی کہ کئی مراحل کے بعد یہ باہمی نفرت اور بعدازاں پر تشدد واقعات پر منتج ہوتا ہے۔اگر یہ معلوم ہو جائے کہ تنازعہ کس مرحلہ میں ہے تو نہ صرف صورت حال کا درست تجزیہ کرنے میں مدد ملتی ہے بلکہ بروقت اسے ختم کرنے کیلئے مناسب اقدامات بھی اٹھائے جاسکتے ہیں۔ذیل میں تنازع کے مختلف مراحل کو سمجھنے کیلئے ڈایاگرام دیا جارہا ہے۔

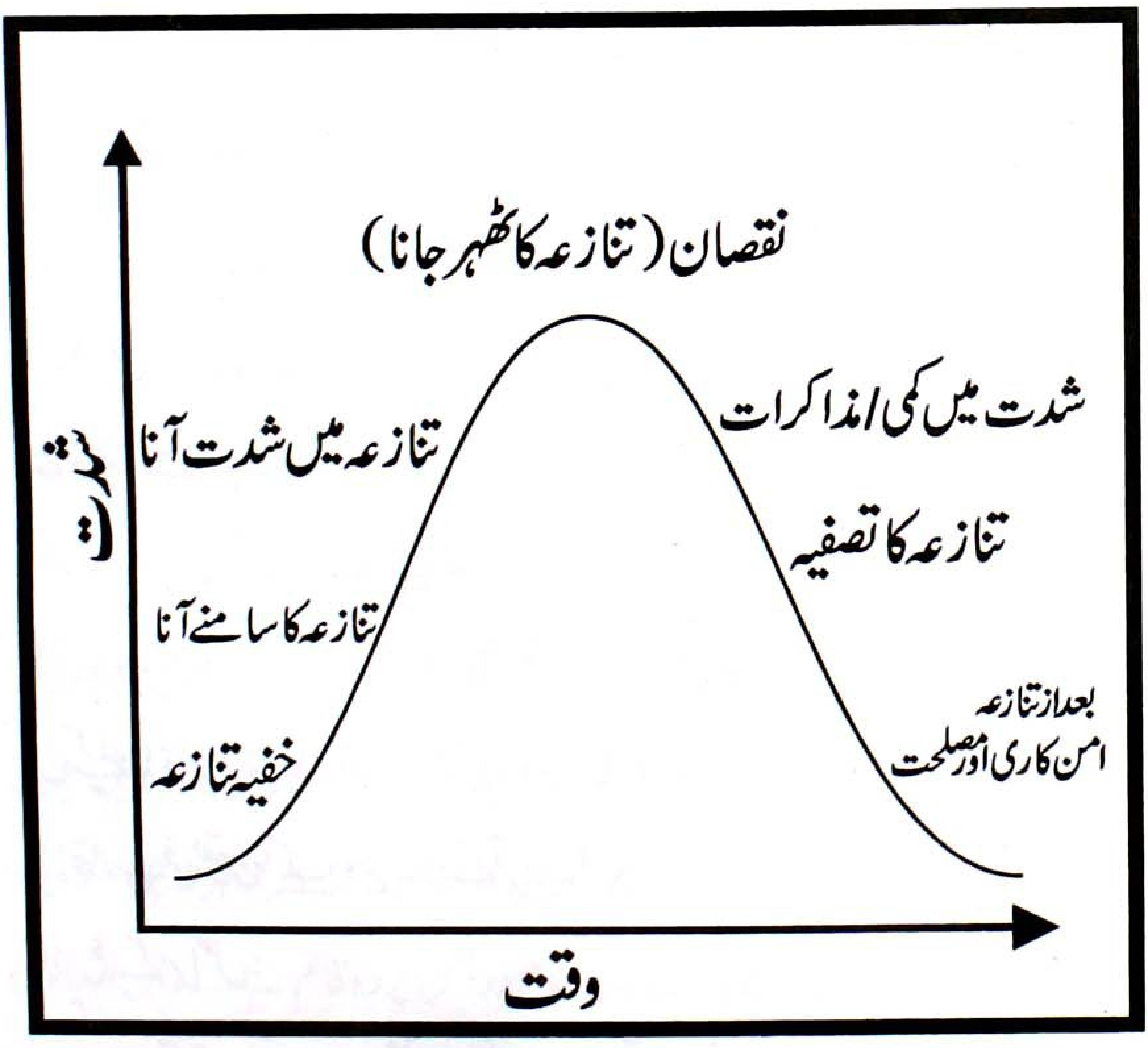

Marfat.com

ذیل میں اس ڈایاگرام کی وضاحت دی جا رہی ہے۔

۱) خفیہ تنازع، چھپا تنازع:

جب اختلاف رائے بڑھ کر مخالفت میں تبدیل ہو جائے اور مفاہمتی رویہ ختم ہو جائے تو دلوں میں ایک دوسرے کے خلاف منفی جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ ان منفی جذبات کا جب تک اظہار نہ کیا جائے تنازع خفتہ رہتا ہے۔ اگرچہ اس کا کھلے عام اظہار نہیں ہوتا مگر اسی موقع پر تجزیہ کرنے والے معاملہ کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے پیدا ہونے والے تنازع کی روک تھام کر سکتے ہیں۔

۲) تنازع کا ابھرنا اور پھیلانا:

جب چھپے ہوئے تنازع کو بڑھاوا مل جائے اور فریقین دل کی بات حال زبان سے ظاہر کرنے لگیں تو تنازع ابھرنا اور بعد ازاں پھیلانا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مرحلہ میں متاثرہ فریق اپنے پر ہونیوالی زیادتیوں کا اظہار کرتا ہے اور زبان پر فریقین ایک دوسرے کے بارے شکوے شکایتیں لاتے ہیں۔ اور بسا اوقات ضد، ہٹ دھرمی، مخالفت اور غصہ کے اظہار کے رویے اور جذبات منظر عام پر آتے ہیں۔

۳) تنازع میں شدت:

جب کوئی فریق یا فریقین باہم ایک دوسرے کے جذبات اور احساسات کا خیال نہ رکھیں اور شکایات رفع نہ ہوں تو تنازع میں تیزی آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اس طرح فریق / فریقین تشدد کی طرف مائل ہو جاتے ہیں۔ اس مرحلہ میں اکثر دوسروں کی عزت یا جان و مال کا نہ تو احترام کیا جاتا ہے اور نہ ہی ان کے تحفظ کے بارے کچھ

Marfat.com

سوچا جاتا ہے۔

۴) انتہائی نقصان:

جب تنازع اپنی انتہاء تک پہنچتا ہے اور فریقین اپنے جذبات کا اظہار تشدد کے ساتھ کرتے ہیں۔ اگر اس مقام پر انہیں روکنے والا کوئی نہ ہو تو بسا اوقات اس مرحلہ میں فریقین ایک دوسرے کے جان و مال کے درپے ہو جاتے ہیں۔ تنازع کے اس مرحلہ میں نہ صرف عزت و آبرو داؤ پر لگ جاتی ہے بلکہ تعلقات اور سماجی حیثیت بھی متاثر ہو جاتی ہے۔

۵) تنازع کی شدت کم ہونا:

انتہائی نقصان اٹھانے کے بعد جب فریقین میں مزید مقابلہ کرنے کی ہمت نہ رہتی ہے تو فریقین میں تنازع کو حل کرنے کا احساس جنم لیتا ہے یا کوئی تیسرا فریق ان کے درمیان داخل ہو کر تنازع کی حدت کم کرنے کے اقدامات شروع کرتا ہے۔

۶) مصالحت کاری:

تنازع کی شدت میں کمی سے مذاکراتی عمل میں شریک افراد کیلئے اب فائدے اٹھانے کا وقت ہے کہ وہ مکمل مصالحت کاری کا فریضہ سرانجام دیں۔ مصالحت کار اس موقع پر تنازع کا قابل قبول حل سامنے لاتے ہیں اور فریقین کے مابین نقصانات کے ازالہ کیلئے تجاویز پیش کرتے ہیں۔ اگر یہ کوشش کامیاب ہو جائے تو پائیدار تعلقات کی بحالی کا آغاز ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

مصالحت کاری کے بعد مجروح تعلقات کو وقت آہستہ آہستہ امن میں تبدیل کر دیتا ہے۔ طویل مدتی منصوبہ بندی کے بعد امن کے قیام کی کوششیں کامیاب ہو جاتی ہیں۔ اب ضرورت اس امر کی ہوتی ہے کہ بعد از تنازع تعلقات کو معمول پر لانے کیلئے کچھ خصوصی اقدامات کا اہتمام کیا جائے تا کہ تنازع دوبارہ جنم نہ لے سکے۔

دوران تنازع مختلف رویوں کی پہچان:

تنازع کو ختم کرنے یا بڑھانے میں ہمارا رویہ انتہائی اہم کردار ادا کرتا ہے۔ ان رویوں کی پہچان از حد ضروری ہے۔ رویے اس امر کا فیصلہ کرتے ہیں کہ تنازع ختم ہونے کی طرف جا رہا ہے یا اس میں مزید تپش آئے گی۔ ذیل میں ان رویوں کی وضاحت پیش کی جا رہی ہے۔

۱) فرار کا راستہ / اعراض پر مبنی رویہ — **Flight behaviour**

۲) لڑائی پر اترانا / جارحانہ رویہ — **Fight behaviour**

۳) سلجھاؤ کی کوشش / تصریحی رویہ — **Flow behaviour**

۱) اعراض پر مبنی رویہ:

اس رویہ کو مجہول رویہ کے اظہار کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ کچھ افراد تنازع سے نظریں چرا کر راہ فرار اختیار کر لیتے ہیں۔ اس رویہ کو اختیار کرنے والے افراد دوران تنازع نظریں چراتے ہیں۔ راہ فرار اختیار کرتے ہیں۔ معاملہ کو ٹالنے کی کوشش کرتے ہیں، خواتین عموماً رونا شروع کر دیتی ہیں اور مسائل کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ بسا اوقات کچھ لوگ شکست سے قبل ہی شکست تسلیم کر لیتے ہیں۔ عموماً اس رویہ میں یہ

Marfat.com

اظہار کیا جاتا ہے کہ تم درست ہو یا غلط! میں اس وقت تم سے الجھنا نہیں چاہتا ہوں۔ اس قسم کے رویہ کے اظہار سے شاید وقتی طور پر تنازع ختم ہو جائے لیکن یہ دوبارہ کسی بھی وقت شروع ہو سکتا ہے۔ کیونکہ تنازع کی اصل موجود رہتی ہے۔ اس لیے اسے ''منفی رویہ'' تصور کیا جاتا ہے۔ اس رویہ کے اظہار سے بسا اوقات تنازع میں مزید پیچیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ اس طرح شاید ہی وقتی امن قائم ہو لیکن پائیدار امن کے قیام کیلئے اس رویہ کی حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔

۲) لڑائی پر اترانا/ جارحانہ رویہ:

تنازع کے دوران لڑائی پر اتر آنا جارحانہ رویہ کہلاتا ہے۔ عام طور پر ہر وقت ''اپنے آپ کو ہی ٹھیک سمجھنے والے اور دوسروں کو غلط تصور کرنے والے'' افراد یہ رویہ اپناتے ہیں۔ اسی رویہ میں دوسروں پر الزام بھی لگایا جاتا ہے۔ اور سزا بھی دینے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس طرح یہ پیغام بھی دیا جاتا ہے کہ ''میری جیت کا مطلب تمہاری ہار ہے۔ اس طرح یہ رویہ باہمی تعلقات کو خراب کرنے کا باعث بھی بنتا ہے۔ جارحانہ رویہ اختیار کرنے والا درج ذیل طرزِ عمل کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔

i) مسئلہ سلجھانے کی بجائے صرف اپنی بات منوانا:

جارحانہ طرزِ عمل کو اختیار کرنے والے افراد نہ تو دوسروں کا نقطہ نظر سنتے ہیں اور نہ ہی انہیں اسے سمجھنے کی دلچسپی ہوتی ہے۔ ان کا رویہ غیر لچکدار ہوتا ہے۔ ایسے افراد یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ صرف وہی درست ہیں اور ان کا موقف ہی صحیح ہے۔

Marfat.com

ii) اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر تنازع میں اضافہ کرنا:

دورانِ تنازع جب فریقین اسے اپنی انا کا مسئلہ بنالیں تو تنازع میں شدت آنے کے ساتھ ساتھ اس کے حل کیئے جانے کی مدت بھی طویل ہو جاتی ہے۔ اس رویہ میں ہر فریق، ہر صورت میں جیتنا چاہتا ہے۔ چاہے اسے اپنا سب کچھ قربان ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔ اس رویہ میں عقل پر جذبات غالب آجاتے ہیں اور مسائل حل ہونے کی بجائے مزید بگڑ جاتے ہیں۔

iii) صحیح اور غلط کے امتیاز کے بغیر دوسروں پر غلبہ پانے کی کوشش و خواہش:

صحیح اور غلط کی تمیز کے بغیر کچھ افراد یا گروہ، ہمیشہ دوسروں پر غلبہ پانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اس طرح وہ دوسروں کو ایک کے بعد دوسرے تنازع میں الجھاتے ہیں۔ اور اپنی حاکمیت قائم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ایسا کردار کمزور نفسیاتی افراد کا ہی ہوتا ہے۔

iv) ذاتی کمزوریوں کو نشانہ بنانا:

ذاتی کمزوریوں سے کوئی مبرا نہیں۔ مگر تنازع میں مخالف فریق کی ذاتی کمزوریوں کو نشانہ بنانا، جارحانہ طرزِ عمل کی نشاندہی کرتا ہے۔ بسا اوقات عیوب ایسے ہوتے ہیں جو قدرتی ہوں اور ان کا ختم کرنا ممکن نہ ہو، مثلاً کسی جسمانی کمزوری کی بنا پر دوسرے کو حقارت کی نگاہ سے دیکھنا اور اسے اس امر کا احساس دلانا کہ وہ برابری کی سطح پر نہیں آسکتا ہے۔ اس طرح کا طرزِ عمل دوسروں پر منفی اثر چھوڑتا ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں ایسے طرزِ عمل کی مذمت کی گئی ہے۔

Marfat.com

v) سماجی کمزوری اور مذہبی اقلیت پر دباؤ:

کسی کی سماجی کمزوری یا مذہبی اقلیت کی بنیاد پر دباؤ ڈال کر فائدہ اٹھانے کا طرز عمل جارحانہ ہوتا ہے۔ اس طرز عمل کے حامل افراد اپنی سماجی اور معاشی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں۔ معاشرے کے تانے بانے کو ایسا طرز عمل بکھیر دیتا ہے۔ کمزور فریق کو جب بھی موقع ملتا ہے ردعمل کے طور پر دوسرے فریق کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔

vi) دوسروں کو شرمندہ کرنا اور مذاق اڑانا:

عموماً طاقت اور رعب کے زعم میں مبتلا افراد دوسروں کو شرمندہ کر کے اور مذاق اڑا کر اپنا نقطہ نظر بزور طاقت نافذ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بسا اوقات غلطی کرنے والے کو اس کی غلطی کا احساس دلایا جاتا ہے۔ اور حل تنازع میں اپنی بات منوائی جاتی ہے۔ اس طرز عمل اختیار کرنے کا واحد مقصد دوسروں کو نیچا دکھانا ہوتا ہے۔ ایسے افراد اپنی مرضی کے بغیر کوئی حل بھی قبول نہیں کرتے۔ دوران گفتگو ایسا انداز اختیار کرتے رہیں جس سے فریق مخالف کی تحقیر ہوتی ہے۔ ایسے طرز عمل سے وقتی طور پر تنازع دب جاتا ہے۔ مگر پائیدار امن کی طرف کوئی پیش رفت نہ ہو پائی ہے۔

vii) پرانے واقعات کو نئے تنازع سے جوڑنا:

اگر کوئی فریق یہ محسوس کرتا ہے کہ وہ جیتنے کی پوزیشن میں نہ ہے تو پرانے واقعات کو نئے تنازعات سے جوڑ دیتا ہے۔ اور دلیل کے طور پر انہیں پیش کرنا شروع کر دیتا ہے۔ جس کا واحد مقصد حالات کو اپنے قابو میں رکھنا ہوتا ہے۔ اس طرح

Marfat.com

جارحانہ طرزِ عمل رکھنے والے افراد تاریخی واقعات کی بنیاد پر مذاکرات اور تعمیر امن کا عمل کامیاب نہیں ہونے دیتے۔ مذہبی اختلافات کی بنیاد کا ایک بڑا حصہ تاریخی واقعات سے جڑتا ہے۔ تاریخ سے استشہاد کر کے نئے تنازعات کو حل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ نئے تنازعات کو حل کرنے کا یہ رویہ عموماً منفی بنتا ہے۔

۳) تصریحی رویہ / سلجھاؤ پر مبنی رویہ:

معاشرے کے امن کو برقرار اور قائم رکھنے کیلئے سلجھاؤ پر مبنی رویہ نہایت اہم کردار ادا کرتا ہے۔ اس رویہ کو تصریحی رویہ کہا جاتا ہے۔ اس طرزِ عمل کے حامل افراد پر اعتماد طریقے سے اپنے مؤقف اور ضروریات کو قابلِ عمل بنا کر پیش کرتے ہیں۔ لوگوں کے تنازعات کو ثالثی کی بجائے مصالحت کاری کے انداز میں حل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ دوسروں کی گفتگو غور سے سنتے ہیں۔ دلائل کو وزن دیتے ہیں اور کوئی ایسا حل نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جس میں کوئی بھی فریق یہ نہ محسوس کرے کہ اسے نقصان ہوا ہے۔ وہ احترام کی بنیاد پر باہمی مسائل کو حل کی طرف لے جاتے ہیں۔ ایسا رویہ تنازعات کی صورت میں باہمی تعلقات کی بہتری کا سبب بنتا ہے۔ سلجھاؤ پر مبنی رویہ اختیار کر کے یہ بھی آشکارا کیا جاتا ہے کہ "میری جیت کا مطلب تمہاری ہار نہ ہے"۔ رؤف الرحیم حضور ختمی المرتبت حضرت محمد ﷺ کی زندگی ایسے ہی طرزِ عمل سے مملو ہے۔ حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ لے لیں یا صلح حدیبیہ کے موقع پر کمتر شرائط پر صلحنامہ، میثاقِ مدینہ ہو یا فتح مکہ۔ سب تصریحی رویہ کی عمدہ امثلہ ہیں۔ تصریحی رویہ مثبت ردِ عمل ہوتا ہے۔ اس رویہ کی نمایاں خصوصیات ذیل میں پیش کی جارہی

Marfat.com

ہیں۔

i)مکالمہ/مذاکرات کو ہمیشہ رکھنا:

ہمارے معاشرے میں نفرتیں زیادہ اس لیے ہیں کہ ہم تنازعات کے دوران یا کسی بھی مرحلہ میں مکالمہ اور مذاکرات ختم کردیتے ہیں، یعنی دوسروں کے وجود کو تسلیم کرنے سے انکار کردیتے ہیں۔جس سے تنازع کی شدت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔مکالمہ/مذاکرات/کھلا ابلاغ اور آپس میں بات چیت کا عمل جاری رہنا افراد کے نقطہ نظر کو سمجھنے کیلئے ضروری ہے۔بات چیت کے عمل کو جاری رکھنے کا بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم آپ کو تسلیم کرتے ہیں۔آپ کا مفاد بھی ہمیں عزیز ہے۔لیکن اپنا مفاد بھی نظرانداز نہیں کریں گے۔اس لیے مکالمہ کے ذریعے کوئی درمیانی راستہ نکالتے ہیں۔دوسروں سے مکالمہ کے دوران خوشگوار فضا قائم رہتی ہے اور مذاکرات کے ذریعے مسائل کا حل نکل ہی آتا ہے جو بالآخر قیام امن کا باعث بنتا ہے۔

ii)اعتدال پسندی:

اعتدال پسندی اور میانہ روی کا طرزعمل امت مسلمہ کا خاصہ قرار دیا گیا ہے۔ اسی لیے امت مسلمہ کو امت وسط قرار دیا گیا ہے۔صحیح مسلمان بھی وہ ہے جو''خیر الامور اوسطھا''پرعمل کرے۔اسی لیے معتدل رویہ کا حامل فرد دوسروں سے مثبت تعلقات قائم کرتا ہے۔اور دوسروں سے نہ تو تنازع میں الجھتا ہے اور نہ ہی لڑائی جھگڑے کا باعث بنتا ہے۔جبکہ غیر معتدل فرد نہ صرف جذبات کی رو میں بہہ جاتے ہیں بلکہ ان پر حاوی غصہ ان کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتوں کو مفقود کردیتا ہے اور دوسروں

Marfat.com

کی عزت کی پامالی کا سبب بنتا ہے۔

iii) طرز عمل میں لچکداری:

تصریحی رویہ رکھنے والے افراد کے طرز عمل میں لچکداری ہوتی ہے۔ وہ نہ تو ہٹ دھرم ہوتے ہیں اور نہ ہی ضدی اور انا پرست۔ ایسا طرز عمل رکھنے والے اپنے نقطہ نظر پر نظر ثانی کا جذبہ بھی رکھتے ہیں۔ فریقین کا فائدہ ان کی نظر میں اہم ہوتا ہے۔ اسی بنا پر ان کے اس رویہ کی تعریف کی جاتی ہے۔ کیونکہ یہ رویہ پائیدار حل کی تلاش کر لیتا ہے۔ لیکن اس رویہ کے حامل افراد یہ توقع رکھنا عبث ہے کہ انسان حق بات سے دست بردار ہو جائے۔

iv) منطقی استدلال:

تصریح رویہ کا حامل تنازع کو منطقی اور سائنسی انداز سے دیکھتا ہے۔ اور مسئلہ کے حل کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لینے کے بعد اس کا ایسا حل تجویز کرتا ہے جو غیر جانبداری اور انصاف پر مبنی ہوتا ہے۔ تنازع کو فریقین کے انداز فکر کے علاوہ ایک مختلف انداز میں پرکھا جاتا ہے۔ اس طرح تنازع مختلف رخ سے سامنے آ ہے اور اس کی اصل وجوہات کو سمجھ کر اسے سلجھانے میں مدد ملتی ہے۔

v) فوری مداخلت:

تصریحی رویہ کے حامل افراد تنازعات کے خاتمہ کیلئے فوری مداخلت کرتے ہیں۔ تاکہ کسی قسم کی پیچیدگی کے بغیر تنازع کا پائیدار حل سامنے آ جائے۔ اس میں

Marfat.com

فریقین کو یہ بھی احساس دلایا جاتا ہے کہ وہ اکیلے نہ ہیں۔ان کے خیر خواہ موجود ہیں۔ اس رویہ کی یہ خوبی ہے کہ تنازعات کا حل جلد نکل آتا ہے اور حالات قابو سے باہر نہیں ہوتے ہیں۔

vii) وعظ کی بجائے ہمدردی کی بنیاد پر نقطہ نظر سننا:

مصالحت کار اس وقت تک فریقن کے دل میں اپنا مقام پیدا نہیں کر سکتا جب تک وہ وعظ کی بجائے ہمدردی کی بنیاد پر متحارب فریقین کا نقطہ نظر سننے کیلئے تیار نہ ہو جائے۔ وعظ کے ذریعے تنازع کا حل فریقین پر ٹھوسنا غیر مناسب اور غیر مؤثر طرز عمل ہے۔ اس سے ہم آہنگی کی فضا قائم نہیں ہوتی ہے۔ جبکہ متاثرہ فریق کے احساسات کو سننا، مصالحت کار کی اہمیت کو نہ صرف قائم کرے گا بلکہ اس کیے ہوئے فیصلہ کو تسلیم کرنے کیلئے فریقین تیار بھی ہو جائیں گے۔

viii) تنازع کو مواقع میں تبدیل کرنا:

تصریحی رویہ کے حامل افراد اور مصالحت کار تنازع کے منفی انداز کو ترک کرتے ہوئے اسے مواقع سے تبدیل کر دیتے ہیں۔ مواقع سے تبدیل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ نہ صرف فریقین کے درمیان تنازع حل کرواتے ہیں بلکہ فریقین کی مدد کرتے ہوئے اپنا دوست بھی بنا لیتے ہیں۔ وہ تنازع کو اس انداز سے سوچتے ہیں کہ اسے حل کرتے ہوئے دوسروں کی زندگیاں کیسے بہتر بنائی جا سکتی ہیں اور ان کی مدد مزید کیسے کی جا سکتی ہے۔ اس طرح معاشرہ مزید خوشگوار ہو جاتا ہے۔

Marfat.com

ix) ثالثی کا کردار:

تصریحی رویہ کی ایک اہم خوبی یہ ہوتی ہے کہ انفرادی سطح پر اگر دونوں فریق کسی نقطہ نظر پر رضا مند نہ ہوں تو کسی تیسرے فریق کے ذریعے یہ مقصد حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ تیسرا فرد مصالحتی یا ثالثی قوت کہلاتا ہے۔ یہ ثالث تنازع کے دونوں فریقین کو سنتا ہے۔ اور بعدازاں فریقین کو ایسے نقطہ کی طرف لاتا ہے۔ جس پر دونوں متحارب گروہ ایک دوسرے کو تسلیم کر لیتے ہیں۔ اور تنازع کو حل کرنے کے مختلف آپشن میں سے کسی ایک کو اختیار کر لیتے ہیں۔

x) راہنمائی کے طریقہ کی اہمیت:

مثبت ردِعمل تنازع کی اندرونی اور بیرونی پیچیدگیوں کا حل نکال لیتا ہے۔ مگر کبھی مصالحت کاری کے بعد بھی دلوں کا میل نہیں جاتا اور دکھ اور غصہ موجود رہتا ہے۔ متاثرہ فریق کے دل کی اس کیفیت کو زائل کرنے کیلئے راہنمائی کا طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ جس کیلئے ماہرین کی مدد لی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ خاندان کے بزرگ، عالم دین یا علاقے کی معزز شخصیت بھی اس دکھ کو رفع کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔ تعلیمات اسلامی کی روشنی میں گھائل روح کی تسکین کیلئے دعا و عبادت، روزہ رکھنا، دوسروں کی مدد، بہبود کے کام اور پیار و محبت کے رویے اپنانا بہت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔

xi) مفاہمت:

جب فریقین یا گروہ تنازع کے حل کی شرائط پر متفق ہو جائیں اور وہ اس

Marfat.com

سے مطمئن بھی ہوں تو دوسرے مرحلے میں مجروح تعلقات کو نئی بنیاد پر استوار کرنے کے عمل کو مفاہمت کہتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی زندگی میں مفاہمت کی کئی امثلہ موجود ہیں۔ فتح مکہ کے دن نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ سے اعراض کیا اور مفاہمت اور درگزر کا طریقہ اختیار کیا۔ مفاہمت کے اس عمل میں نہ صرف دوسروں کی غلطیوں کو معاف کیا جاتا ہے بلکہ ان کی خفتہ صلاحیتوں کو اجاگر کر کے انہیں آگے بڑھنے کا جذبہ دیا جاتا ہے۔

xii) مصالحت:

فریقین کے درمیان باہمی تنازع کے خاتمہ کے بعد مفاہمت ہو جائے تو اگلا قدم مصالحت کی بنیاد پر طویل امن کا حصول ہوتا ہے۔ اس میں یہ طے پایا جاتا ہے کہ اب مکمل اتفاق کے بعد فریقین میں اختلافات جنم نہ لیں گے۔ اگر اختلافات پھر پیدا بھی ہو گئے تو پھر بھی پر امن رہنے کے جذبہ کے ساتھ زندگی بسر کریں گے۔

xiii) تنازعہ کے حل کیلئے مناسب جگہ اور وقت کا انتخاب:

تنازعہ کے حل میں مثبت ردعمل کے ساتھ ساتھ مناسب وقت اور جگہ کا انتخاب نہایت ضروری ہے۔ جس جگہ تنازع ظہور پذیر ہوا ہے۔ اس سے متبادل جگہ کا انتخاب کرنا چاہیے۔ نتیجتاً تنازع کی شدت میں کمی آئے گی۔ تنازع کو جلد از جلد حل کرنے کی کوشش نہایت ضروری ہے کیونکہ زیادہ وقت گزرنے کے ساتھ رائے۔ طرف اس کے حل میں بھی مشکلات آڑے آئیں گیں تو دوسری طرف وقت گزرنے کے

Marfat.com

ساتھ دلوں میں رنجشیں بھی گہری ہو جاتی ہیں۔ ہم آہنگی پیدا کرنے اور تنازعات کے حل میں وقت اور جگہ کا انتخاب نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

تنازعات کے حل کے مختلف طریقے:

انسانی زندگی تنازع سے خالی نہ ہے۔ لیکن امن اس وقت ختم ہوتا ہے جب یہ تنازعات شدت پکڑ جائیں۔ تاہم فریقین کوشش کر کے اس تنازع کو ختم کر سکتے ہیں۔ تنازع کو ختم کرنے کیلئے تیسرے فریق کے کردار سے انکار نہ ہے۔ تیسرا فریق اس وقت بھرپور طریقے سے مصالحت کاری کر سکتا ہے جب وہ غیر جانبدار ہو۔ یہ اس وقت ہی ممکن ہے جب مذاکرات، مصالحت اور ثالث کا کردار ادا کرنے والے افراد کا اس خاص تنازع کے ساتھ کوئی مفاد وابستہ نہ ہو۔ کسی بھی تنازع کو حل کرنے کے طریقہ مختلف ہو سکتے ہیں۔ اس سے آمدہ نتائج بھی مختلف ہو سکتے ہیں۔ تنازع مختلف صورتوں میں حل ہو جاتا ہے۔ مثلا

i) کوئی ایک فریق شکست تسلیم کر لے۔

ii) کوئی دوسرے کو شکست دے دے۔

iii) کوئی ایک فریق یا دونوں اپنے اپنے مؤقف سے دست بردار ہو جائیں اس طرح وقتی طور پر تنازع ختم ہو جاتے ہیں۔

iv) دونوں فریق آپس میں مفاہمت کر لیں اور کسی متفقہ سمجھوتے پر پہنچ جائیں۔

v) تنازع کا ایسا حل تلاش کیا جائے جس میں طرفین کا بھرپور فائدہ ہو۔ اور دونوں فریق اسے اپنی جیت سمجھیں۔

Marfat.com

(vi) دونوں فریق کسی ایک کو ثالث مان لیں اور وہ جو فیصلہ کر دے دونوں فریق اسے قبول کر لیں۔

کسی بھی تنازع کو ختم کرنے کیلئے اس پر قابو پانا ضروری ہے۔ تنازع کا اظہار عموماً لڑائی وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ابتداً فریقین کو تنازع سے روک کر انہیں تنازع کے نقصانات کی طرف متوجہ کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ایسا طرز عمل اختیار کریں جس کی مدد سے معاندانہ اور تشدد پر مبنی رویہ بدل جائے۔ جب ماحول سازگار ہو جاتا ہے اور حل تنازع کی راہ ہموار ہو جاتی ہے تو تنازع کو حل کر لیا جاتا ہے۔ یعنی رویے میں تبدیلی لانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

حل تنازع میں فریقین کو اس کا بھی موقع دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی شکایات اور ضروریات، اختلافات اور نظریات پر سنجیدگی سے بات کر سکیں۔ جب تنازع حل ہو جائے تو اس امر پر زور دیا جائے کہ آئندہ تنازع کو عناد اور دشمنی کی بجائے مستقل بنیادوں پر مفاہمت اور دوستی میں تبدیل کیا جائے۔

اسلام جہاں رویہ کی بہتری کی بات کرتا ہے وہاں اس امر پر بھی زور دیتا ہے کہ ایسے طریقہ کار اختیار کیا جائے کہ تنازع پیدا ہی نہ ہونے پائے۔ اصول فقہ کی ایک اصطلاح ''سد الذرائع'' اسی حکمت عملی کو بیان کرتی ہے۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے۔ ''وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ'' (الانعام: ۱۰۸) ترجمہ: اور مشرکوں کے باطل معبودوں کو گالی نہ دو، پھر وہ (ردعمل میں) جہالت کے سبب اللہ کی شان میں اہانت کا کوئی کلمہ کہہ دیں گے۔

ایسے ہی رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ''بے شک کبیرہ گناہوں میں سے ایک

Marfat.com

اپنے والدین کو گالی دینا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا کوئی شخص اپنے والدین کو گالی دے سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ وہ دوسرے شخص کے باپ کو گالی دے گا اور دوسرا ردعمل میں اس کے باپ کو گالی دے گا۔ وہ دوسرے کی ماں کو گالی دے گا تو وہ اس کی ماں کو گالی دے گا۔ یعنی تم نے اپنے ماں باپ کی ناموس بچانی ہے تو دوسرے کے ماں باپ کو گالی نہ دو۔

ذیل میں حل تنازعات کے مختلف طریقے تفصیلاً بیان کیے جا رہے ہیں:

۱) مقابلہ پر مبنی طریقہ:

فریقین جب اپنے مؤقف پر ڈٹ جائیں تو تنازع کے حل کیلئے طاقت اور اختیار کو بروئے کار لائیں اور تنازع میں پیش نظر اپنی اپنی جیت ہو تو اس طریقہ کار کو مقابلہ پر مبنی طریقہ کار کہا جاتا ہے۔ اسے جارحانہ طریقہ کار بھی کہتے ہیں۔ اس میں متاثرہ فریق یا تو بدلہ لے کر جیتنا چاہتا ہے۔ یا وہ عدالتی کاروائی کی طرف جاتا ہے۔ یا کسی ثالثی کو درمیان میں لے کر آتا ہے۔ عموماً ایسے طریقہ کار میں ایک فریق جیتتا ہے اور دوسرا ہارتا ہے۔ اس طریقہ کار کو ''یک فریقی جیت'' بھی کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار میں متاثرہ شکست خوردہ فریق کے دل سے بات نکلتی نہیں ہے اور وہ مزید بدلہ لینے کا سوچتا ہے۔ یہ طریقہ کار اس وقت اختیار کیا جاتا ہے جب ہنگامی حالات جلد فیصلہ کا تقاضا کر رہے ہوں۔

۲) سمجھوتے پر مبنی طریقہ کار:

سمجھوتے پر مبنی طریقہ کار پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک فریق کچھ لو اور کچھ دو

Marfat.com

کی پالیسی پر عمل کرتا ہے اور تنازع کو حل کی طرف لے جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ سمجھوتہ کے طریقہ کار پر عمل پیرا ہو کر انہیں مکمل انصاف نہ ملے لیکن کم از کم عارضی طور پر اطمینان بخش ہوتا ہے۔ "صلح حدیبیہ" سمجھوتے پر مبنی طریقہ کار کی مثال ہے۔ جس میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا بدلہ لینا ختم اور عمرہ کرنے کو اگلے سال پر منتقل کر دیا گیا۔ یہ طریقہ کار اس وقت کارآمد ہوتا ہے جب فیصلے میں زیادہ دیر نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہو۔ کسی ایک کی جیت کی بجائے تنازع کا حل زیادہ ضروری ہو۔ تنازع کے فریق یکساں طاقت کے حامل ہوں۔ اسے مفاہمت کا طریقہ کار بھی کہہ سکتے ہیں۔

۳) مؤقف سے دست برداری کا طریقہ:

تنازع کو ختم کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کوئی ایک فریق یا دونوں اپنے اپنے مؤقف سے دستبردار ہو جائیں۔ اس طرح وقتی طور پر تنازع ختم ہو جاتا ہے۔ جیسے پاکستان نے 1999 میں معرکہ کارگل کیا۔ اور جب بھرپور جنگ کا خطرہ لاحق ہوا اور بین الاقوامی برادری کا دباؤ آیا تو کارگل سے فوجیں واپس بلا لیں مگر یہ مسئلہ آج بھی اپنی جگہ باقی ہے۔

اس طریقہ کار میں وقتی طور پر معاملہ دب جاتا ہے مگر آئندہ آنیوالے وقت میں دوبارہ کھڑا ہو سکتا ہے۔

۴) تعاون پر مبنی طریقہ کار:

اس طریقہ کار کو "ہر ایک کی جیت" کا طریقہ کار بھی کہا جاتا ہے۔ اس طریقہ کار کو اختیار کر کے تنازعات کے فریقین ایک ساتھ مل کر مسئلہ کا کوئی ایسا حل تلاش

Marfat.com

کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں کسی ایک فریق کو ہار کا احساس نہ ہو بلکہ دونوں کو اپنی جیت کا احساس ہو۔دونوں فریق تنازع کے متعلق مفاہمت ایسے انداز میں قائم کر لیتے ہیں دونوں کو اپنی فتح کا احساس ہوتا ہے۔اس طرح عزت اور انا بھی قائم رہتی ہے اور تنازع بھی ختم ہو جاتا ہے۔اس طریقہ کار کو (Win Win Approach) بھی کہتے ہیں۔اس طریقہ کار میں جارحانہ اور مجہول رویہ کی بجائے خود اعتمادی ظاہر کرنے والے اور تصریحی رویے اختیار کرنے پر زور دیا جاتا ہے۔

ایسا تنازع اس وقت حل ہوتا ہے۔جب

i) ہنگامی صورت حال نہ ہو۔

ii) کوئی اہم فیصلہ کرنا ہو (جس سے زیادہ سے زیادہ لوگ متاثر ہوں)

iii) تنازع کا شکار لوگوں کی تعداد بہت زیادہ ہو۔

iv) تنازعات کے حل کیلئے اٹھائے جانے والے گزشتہ تمام اقدامات ناکام ہو گئے ہوں۔

خانہ کعبہ کی تعمیر نو کے وقت حجر اسود کی تنصیب کے موقع پر قبائل عرب میں پیدا ہونے والا تنازع نبی کریم ﷺ نے جس طرح حل فرمایا اسے ہر ایک کی جیت سے ہی تعبیر کیا جائے گا۔آپ ﷺ کی تجویز یہ تھی کہ حجر اسود کو ایک چادر کے درمیان رکھا جائے اور ہر قبیلہ کا سردار ایک ایک کونا پکڑے اور اسے مطلوبہ جگہ تک اٹھایا جائے جہاں اسے نصب کرنا مقصود تھا۔تنازع کو حل کرنے کیلئے ایسا ہی کیا گیا۔جس سے قبائل عرب میں ہونے والی خطرناک لڑائی کا خطرہ ٹل گیا۔

..................☆☆☆..................

Marfat.com

سیخرج فی آخر الزمان قوم احداث الأسنان، سفهاء الأحلام، یقولون من خیر قول البریة، یقرؤن القرآن لایجاوز حناجرهم، یمرقون من الدین کما یمرق السهم من الرمیة، فاذا لقیتموهم فاقتلوهم فان فی قتلهم أجراً لمن قتلهم، عندالله یوم القیامة۔ (الجامع الصحیح مسلم، کتاب الزکوۃ، باب ۶۲، رقم الحدیث: ۲۴۶۲)

"آخری زمانے میں کچھ لوگ خروج کریں گے جو کم سن ہوں گے، ان کی عقلیں ضعیف ہوں گی، بظاہر لوگوں کیلئے بہترین باتیں کریں گے وہ قرآن کی تلاوت کریں گے لیکن وہ ان کے حلق سے نیچے نہ اترے گا، وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسا کہ تیر شکار کے پار ہو جاتا ہے، جب تم انہیں پاؤ تو انہیں قتل کر دو کیونکہ انہیں قتل کرنے والے کیلئے اللہ تعالیٰ کے پاس یوم قیامت اجر ہو گا۔"

Marfat.com

امن وقت کی ضرورت

مولانا حافظ محمد عثمان ڈار☆

نثار میں تیری گلیوں کے ، اے وطن کہ جہاں
چلی ہے رسم کہ کوئی نہ سر اٹھا کے چلے

وطن عزیز پاکستان گذشتہ ڈیڑھ دہائی سے جن نازک حالات سے دوچار ہے وہ کسی بھی ذی شعور کو سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ سارا ملک ایک خانہ جنگی کی کیفیت میں ہے اور ملک کا کوئی بھی باشندہ اپنی دہلیز سے باہر قدم رکھتے ہی اپنی جان کو خطرے میں محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مذہبی جنونیت اپنی حدوں کو چھو رہی ہے اور خفیہ طاقتیں بڑی چابک دستی سے ایک خاص گروہ کے بگڑے ہوئے نظریات اور کارروائیوں کو بنیاد بنا کر اس بدامنی اور دہشت گردی کا سارا الزام اسلام کے سر تھوپنے میں سرگرم ہیں۔ ایسے میں اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ اسلام کے صحیح پیغام کو عام کیا جائے تاکہ اسلامی تعلیمات سے واضح کیا جائے کہ اسلام ہی دین امن اور انسانیت کی فلاح کا ضامن ہے۔

اس پس منظر میں جامعہ نعیمیہ نے ہمیشہ کی طرح اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اسلام کی صحیح تعلیمات کی ترویج اور فروغ امن کے لئے ایک اچھوتے خیال کو عملی جامہ پہنانے کا سوچا۔ چنانچہ جامعہ کے ناظم اعلیٰ علامہ راغب حسین نعیمی نے منبر و محراب کی اہمیت کے پیش نظر جامعات کے فارغ التحصیل ائمہ وخطباء کے لئے دوروزہ تربیتی امن ورکشاپ کا انعقاد کیا۔ تاکہ اسلام کا پیغام امن ان اصحاب کے توسط سے

☆...... پراجیکٹ کوآرڈینیٹر "پی ایم آر"

Marfat.com

عوام الناس تک پہنچے۔

اس سلسلہ میں گیارہ دوروزہ امن ورکشاپس کا انعقاد عمل میں لایا گیا جس میں سے دو ورکشاپس خواتین کے لئے مختص تھیں اور ہر ورکشاپ میں ضلع لاہور میں موجود تبلیغی سرگرمیوں میں مصروف آئمہ وخطباء کو مدعو کیا گیا۔ یوں مجموعی طور پر دوسو بیس سے زائد علماء نے اس میں شرکت کی جس میں چالیس خواتین معلمات ومبلغات شامل ہیں۔ ورکشاپ کا انعقاد وقفے وقفے سے ہوتا رہا اور اس کے لئے ہفتہ اور اتوار کو منتخب کیا گیا تاکہ شرکاء کی شرکت کو ممکن بنایا جاسکے۔ ورکشاپ کا دورانیہ صبح آٹھ بجے سے دوپہر ڈیڑھ بجے تک رہا جس میں مختلف علماء، یونیورسٹی پروفیسرز اور صحافی حضرات کے لیکچرز ہوئے جس میں انہوں نے مختلف موضوعات پر اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ یہ سب لیکچرز مضامین کی صورت میں اس کتابچے کا حصہ بنادیے گئے تاکہ ورکشاپس کے شرکاء کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس سے علمی استفادہ کرسکیں۔

ورکشاپ کے بنیادی مقاصد:

ان ورکشاپس کے انعقاد کے بنیادی مقاصد یہ تھے:

۱) امام کے کردار کو بطور پیس لیڈر مضبوط کرنا۔

۲) ابلاغ، حل تنازعات، مکالمہ اور فکری سوچ جیسی مہارتوں میں اضافہ۔

۳) قیام امن کے لئے مختلف مکاتب فکر کے درمیان افہام وتفہیم اور برداشت کا فروغ۔

۴) معاشرے کی ترقی کے لئے منصوبہ بندی۔

Marfat.com

اور ایک اسلامی معاشرے میں ائمہ کے کردار کی اہمیت کے پیش نظر ان کو اس تربیتی مرحلے سے گزارا گیا تاکہ وہ نہ صرف اپنے انفرادی کردار کو سمجھیں اور اس میں بہتری لائیں بلکہ امام اور قائد ہونے کے ناطے بھی اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں میں اضافہ کریں تاکہ وہ معاشرے میں مثبت تبدیلی کے لئے حکمت عملی کے ساتھ تبلیغ کرنے کے قابل ہوسکیں اور یوں فروغ امن میں اپنا کردار ادا کریں اور اسلام کے صحیح پیغام کو احسن انداز میں لوگوں تک پہنچائیں اور بالآخر مثبت اور اجتماعی تبدیلی کی بنیاد بنیں۔

مساجد کا تجزیاتی سروے:

۱) مساجد کا دورہ:

چنانچہ ان ورکشاپس کے انعقاد کے آخر میں ورکشاپ کی افادیت اور ائمہ کی کارکردگی میں بہتری کے جائزے کے لئے اس ورکشاپ کے شرکاء میں سے پانچ ائمہ کی مساجد کا دورہ کر کے ان کے مقتدی حضرات سے ان کی آراء جاننے کے لئے مختصر سی نشست کی گئی تاکہ عوام الناس کی بات بھی سننے کا موقع میسر آسکے اور اس کی روشنی میں بہتری کا سفر جاری رہے۔ چنانچہ جن مساجد کا دورہ کیا گیا ان کی تفصیل کچھ یوں ہے:

۱) جامعہ مسجد محراب گڑھی شاہو یونین کونسل 75، لاہور

۲) جامعہ حنفیہ رضویہ یونین کونسل 76، لاہور

۳) جامعہ مسجد حنفیہ حمیدیہ، یونین کونسل 74، لاہور

Marfat.com

۴) جامعہ مسجد مدنی یونین کونسل 36، لاہور

۵) جامعہ مسجد انوار مدینہ یونین کونسل 33، لاہور

اس نشست میں مقتدیوں سے ان کی رائے معلوم کرنے کی غرض سے مندرجہ ذیل سوالات پوچھے گئے:

۱) آپ اسلام میں برداشت اور ہم آہنگی کی تعلیمات سے کس قدر آگاہ ہیں؟ نیز یہ معلومات آپ کو کس ذریعے سے حاصل ہوئیں؟

۲) ان تعلیمات کی روشنی میں اپنی عملی زندگی سے کوئی واقعہ یا مثال بیان کریں۔

۳) کیا آپ کے علاقے میں مذہبی تنازعات کے خاتمے کے لئے کوئی اقدامات کئے گئے؟ اگر ہاں تو ان کی کچھ تفصیل بیان کریں

۴) آپ کے علاقے میں امن کے فروغ کے لئے ائمہ کرام کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟

ہر نشست میں آٹھ یا اس سے زائد افراد سے گفت وشنید کی گئی جس میں نوعمر لڑکوں، نوجوانوں اور عمر رسیدہ افراد سے یہ سوالات کئے گئے تا کہ اس علاقے میں ائمہ کے کردار پر کسی قدر جامع اور وسیع معلومات حاصل ہوسکیں۔ چنانچہ جب ان افراد سے یہ سوال ہوا کہ اسلام کی امن اور ہم آہنگی کی تعلیمات سے وہ کس قدر شناسا ہیں تو مقتدی حضرات کا کہنا تھا کہ اسلام مذہب امن ہے جو تحمل اور باہمی پرامن زندگی گزارنے کی تلقین کرتا ہے۔ کچھ نے قرآن حکیم کی آیت کا ذکر کیا جس میں ارشاد ہے کہ "صبر اور نماز سے مدد لو"۔ ان کا کہنا تھا کہ اسلام صرف مسلمانوں ہی کے لئے امن کی تبلیغ نہیں کرتا بلکہ غیر مسلموں کو بھی اس حکم میں شامل کرتا ہے اور مسلمانوں کو حکم دیتا

Marfat.com

ہے کہ وہ دوسرے مذاہب کے ماننے والوں سے منصفانہ برتاؤ اختیار کریں۔اس ضمن میں لوگوں نے ان حقوق کا تذکرہ کیا جو کسی بھی مسلم ریاست کے زیرِ نگیں بسنے والے غیر مسلموں کو حاصل ہوتے ہیں کہ ان کی جان، مال، عزت و آبرو کی حفاظت کی ذمہ داری اسلامی ریاست پر عائد ہوتی ہے اور انہیں اپنے مذہب کے مطابق زندگی گزارنے اور عبادت کرنے کی آزادی ہوتی ہے۔ان کا کہنا تھا کہ اسلام اخلاقیات پر زور دیتا ہے اور برے کاموں سے اجتناب کرنے اور نیک کام بجالانے کی ہدایت کرتا ہے۔بعض افراد نے رسول اکرم ﷺ کی حیات طیبہ کے واقعات کا ذکر کیا کہ کیسے آپ نے تبلیغ اسلام کے دوران کفار کی طرف سے ہونے والی نازیبا حرکات پر صبر و تحمل سے کام لیا اور حتیٰ کہ اپنے صحابہ کو جسمانی اذیتیں پہنچانے پر بھی بردباری کا مظاہرہ کیا۔کچھ نے فتح مکہ کا حوالہ دیتے ہوئے واضح کیا کہ رسول اکرم ﷺ نے اپنے مخالفین سے درگزر کیا جبکہ آپ اس وقت ان سے انتقام لینا چاہتے تو خون کی ندیاں بہا سکتے تھے۔اس کی بجائے مشفق اعظم ﷺ نے ان کے گذشتہ سب کاموں ظلم و ستم کو معاف کرتے ہوئے ان کے لئے امان کا اعلان کر دیا۔

ان اصحاب سے استفسار پر معلوم ہوا کہ ان کو یہ معلومات مجموعی طور پر تین ذرائع سے حاصل ہوئیں ان ائمہ سے جن کے ہاں یہ روزانہ کے بنیاد پر ہونے والے دروس میں یا خطبات جمعہ میں حاضر ہوتے ہیں۔دوسرے اپنے بڑے بوڑھوں سے جوان کو کسی نہ کسی حوالے سے ہدایات دیتے رہتے ہیں اور تیسرے ان حضرات کی اپنی کتب بینی سے۔

سوالنامے کا دوسرا سوال یہ تھا کہ آیا وہ اسلام کی امن اور ہم آہنگی سے متعلق

Marfat.com

تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی کوئی مثال اپنی روزمرہ زندگی سے پیش کر سکتے ہیں یعنی کوئی ایسا واقعہ جہاں انہوں نے تحمل اور برداشت سے کام لیا ہو جبکہ ان کی حق تلفی ہو رہی تھی یا ان سے ناروا سلوک برتا جا رہا تھا۔ اس حوالے سے کچھ لوگوں نے ذکر کیا کہ جب کبھی ان کے دوستوں میں لڑائی جھگڑا ہو جائے تو وہ صلح کی کوشش کرتے ہیں تاکہ معاملہ مزید نہ بگڑے کیونکہ تنازعات میں نقصان ہوتا ہے اس لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے کہ فریقین کے درمیان مصالحت کی جائے۔ ایک صاحب کا کہنا تھا کہ یہ بھی اسلام کی تعلیمات میں سے ہے کہ جب دو مسلمان ایک دوسرے سے جھگڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروائی جائے اس لئے مسلم معاشرے میں جب کبھی اس طرح کا معاملہ اٹھے لوگ جھگڑے کے فریقین کو فہمائش کرتے ہیں اور صلح کی طرف مائل کرتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں اکثر لوگوں نے مناسب رویے کے بارے میں عمومی رائے کا اظہار کیا اور چند لوگ ہی اپنی نجی زندگی سے ایسی کوئی مثال لا سکے جہاں انہوں نے تحمل کا مظاہرہ کیا ہو مثلاً دو افراد نے پراپرٹی کے جھگڑے کا ذکر کیا جس میں ان کی حق تلفی ہوئی لیکن انہوں نے جارحانہ رویے سے اجتناب کیا اور اس معاملے میں صبر کیے بیٹھے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم مصیبت پر صبر کر رہے ہیں کیونکہ ہمیں امید ہے کہ اس پر ہمارے لئے خدا تعالیٰ کے ہاں اجر ہے۔ کچھ نوجوانوں نے کھلے لفظوں میں اس بات کا اظہار کیا کہ اگرچہ یہ بات حقیقت ہے کہ اسلام امن اور برداشت کی تعلیمات دیتا ہے تاہم ہمارے معاشرے میں عملی طور پر لوگ ان تعلیمات کی تعمیل سے دور ہیں کیونکہ ہم اپنے جذبات کے ہاتھوں مغلوب ہو کر جارحانہ کارروائیوں پر اتر

Marfat.com

آتے ہیں اور انتقام لینے کی جو راہ نظر آئے اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ جب لوگوں سے اس قسم کے سوالات پوچھے جائیں تو وہ بڑے فلسفیانہ جوابات دیتے ہیں لیکن حقیقت میں اپنی زندگی میں کوئی بھی دشمن سے درگزر کا روادار نظر نہیں آتا چنانچہ ہمارے قول و فعل میں واضح تضاد ہے۔

تیسرا سوال علاقے میں مذہبی اختلافات سے متعلق تھا کہ آیا اس نوعیت کے اختلاف وہاں پیش آتے رہتے ہیں یا نہیں اور اگر ان کا وجود ہے تو کیا ان کے حل کے لئے کوئی اقدامات کئے جارہے ہیں یا نہیں؟

لوگوں کی بڑی تعداد کے جوابات بڑے حوصلہ افزا تھے کہ ان کے حلقے میں اس نوعیت کے مذہبی اختلافات کالعدم ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ اس قسم کے واقعات ان کے علاقے میں پیش نہیں آرہے اور لوگ پرسکون زندگی بسر کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ان کے علاقے میں موجود امام صاحب متنازع موضوعات کو زیر بحث نہیں لاتے۔ اس کی بجائے وہ مثبت انداز میں اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچا رہے ہیں اور اس ضمن میں وہ دیگر مسالک کے ماننے والوں پر بے جا تنقید سے گریز کرتے ہیں۔

مجموعی طور پر امام مسجد کے کردار کے حوا۔ ' ے لوگوں کے خیالات مثبت پائے گئے۔ تاہم کچھ لوگوں نے اپنی اس رائے کا اظہار کیا کہ معاشرے میں ا ُ ن کے فروغ کے لئے ابھی پوری توجہ کے ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی مسلم معاشرے میں علماء کا کردار بہت اہمیت کا حامل ہے کیونکہ وہ لوگوں کے مذہبی پیشوا ہیں اور دین کی معلومات کے حصول کا قابل وثوق ذریعہ۔ اب اگر وہ اپنے

Marfat.com

کردار کی اہمیت فراموش کردیں اور باہم بے جا تنازعات میں الجھتے رہیں تو مسلم امہ کا مستقبل بالیقین خطرے میں ہے ان کا خیال تھا کہ علماء کو اب اس بات کا احساس کر لینا چاہیے کہ حالات کی سنگینی کو دیکھتے ہوئے وہ اپنے رویے میں تبدیلی لائیں اور اسلام کا واضح پیغام لوگوں تک پہنچانے کے لئے کمر بستہ ہوں تا کہ یہ معاشرہ امن اور ہم آہنگی کی فضا سے آباد ہو جائے۔

آخری سوال کا مقصد فروغ امن کے لئے ائمہ کی کاوشوں کا جائزہ لینا تھا۔ لوگوں کی آراء یہاں بھی بڑی حد تک مثبت رہیں چنانچہ زیادہ افراد نے اس سوال کے جواب میں کہا کہ ائمہ کا کردار مثبت ہے اور وہ لوگوں کے درمیان باہمی امن کے قیام کے لئے سعی کر رہے ہیں۔ وہ لوگوں کو باہم مل بیٹھنے اور ایک دوسرے کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنے کا درس دیتے ہیں۔ بعض احباب کا کہنا تھا کہ مخالف فرقے کے لوگوں پر تنقید کرنے والے مبلغین کی تعداد نسبتاً کم ہے بالخصوص اہل سنت کے ائمہ اپنے مزاج میں امن کے خواہاں اور اپنی آراء میں لچک کا مظاہرہ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مذہبی اختلافات بہت شاذ ہیں اور صورتحال میں مسلسل بہتری آرہی ہے۔

انہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں مسجد میں دیگر مسالک کے لوگ بھی آتے ہیں اور مذہب کے بارے میں اپنے مخصوص نظریات کی اتباع کرتے ہوئے اپنے طریقے سے نماز کی ادائیگی کرتے ہیں اور لوگ ان سے پس و پیش نہیں کرتے۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم دوسروں کو ان کے طریقے سے جینے کا حق دیتے ہیں اور کسی دوسرے کو لعن طعن کرنے سے قبل ہمیں اپنی اصلاح کو پیش نظر رکھنا ضروری ہے کیونکہ ہمیں اپنے اعمال و کے لئے جوابدہ ہونا ہوگا نہ کہ دوسروں کے۔

Marfat.com

مجموعی طور پر لوگوں نے اپنے ائمہ پر اطمینان کا اظہار کیا اور ان کے طریق تبلیغ پر خدشات کا اظہار نہ کیا۔ ان کے تاثرات اور آراء سے اس بات کا اندازہ لگانا آسان تھا کہ ائمہ اپنے اپنے علاقوں میں مثبت اور مفید انداز میں کام کرر ہے ہیں اور لوگوں کو امن و ہم آہنگی کا درس دے رہے ہیں۔

Marfat.com

Marfat.com

آج ہم تاریخ کے ایک نازک موڑ پر کھڑے ہیں ایک جانب ضرب عضب کے تحت ہماری مسلح افواج دہشت گردی کی جڑیں کاٹنے کیلئے دہشت گردوں کے خلاف سرگرم ہیں تو دوسری طرف ہماری کمزور حکومتیں سویلین اداروں کو بروئے کار لاکر شدت پسندی اور انتہاپسندانہ رجحانات کی بیخ کنی میں مصروف ہیں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ جب تک ہماری مذہبی جماعتیں خصوصاً مختلف مکاتب فکر کے ذمہ داران، علماء وخطباء حضرات دہشت گردی کیخلاف اپنا ملی، قومی اور مذہبی کردار ادا نہیں کرینگے اور دہشت گردوں کی تنظیموں سے مکمل ناطہ توڑتے ہوئے یہ باور کرانے میں کامیاب نہیں ہونگے کہ اسلام کا ایسی دہشت گردی سے قطعی کوئی تعلق نہیں۔ اسلام محبت، اخوت اور بھائی چارہ کا مذہب ہے اور اسلام کو ہی بروئے کار لاکر عالمی، علاقائی اور مقامی سطح پر امن قائم کیا جاسکتا ہے۔ تب تک امن ایک خواہش تو ہوسکتی ہے مگر اسے یقینی نہیں بنایا جاسکتا۔

(محترم سلمان غنی، روزنامہ دنیا)

Marfat.com

9/11 کے بعد پوری دنیا بالعموم اور پاکستان بالخصوص دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ اب تک 60 ہزار افراد اس جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ جن میں بچے، خواتین، مرد، علماء، ڈاکٹرز، افواج اور سپاہ سے تعلق رکھنے والے سبھی شامل ہیں۔ اس دہشت گردی کے اسباب کئی نظر آتے ہیں۔ قرآن وسنت کی کم فہمی، تعلیم کا فقدان، عدل وانصاف میں تاخیر اور دیگر کئی وجوہات نے ریاست پاکستان کے پیش منظر کو دھندلا دیا ہے۔ ساتھ ہی مذہبی طبقہ کی انتہا پسندی اور شدت پسندی نے بھی معاشرے کے تانے بانے کو متاثر کر دیا ہے۔ طبقہ علماء اور مذہبی راہنماؤں کے بارے ہمیشہ یہ تاثر رہا ہے کہ وہ نرم خو، روادار اور برداشت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ 15 برسوں میں علماء کی یہ خصوصیات ایک خواب کی سی بن کر رہ گئی ہیں۔ دہشت گردی کی اس لپیٹ میں مدارس بھی آ گئے۔ کچھ مدارس کے دہشت گردوں کے سہولت کار بننے کی وجہ سے سارے مدارس کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ ایک طرف مدارس پر لگائے جانے والے الزامات کو نہ صرف دور کیا جائے اور دوسری طرف یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی اس طور پر تربیت کی جائے کہ وہ معاشرے میں قائدانہ کردار ادا کر سکیں۔ دعوت وارشاد کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پیغمبرانہ وظیفہ ''تبلیغ'' کو مؤثر انداز میں کر سکیں۔

(محمد راغب حسین نعیمی)

ناشر

ڈاکٹر سرفراز نعیمی (شہید) انسٹی ٹیوٹ برائے امن تعلیم وتحقیق

Marfat.com

9/11 کے بعد پوری دنیا بالعموم اور پاکستان بالخصوص دہشت گردی کی لپیٹ میں آ گیا ہے۔ اب تک 60 ہزار افراد اس جنگ میں مارے جا چکے ہیں۔ جن میں بچے، خواتین، مرد، علماء، ڈاکٹرز، افواج اور سپاہ سے تعلق رکھنے والے سبھی شامل ہیں۔ اس دہشت گردی کے اسباب کئی نظر آتے ہیں۔ قرآن وسنت کی کم فہمی، تعلیم کا فقدان، عدل وانصاف میں تاخیر اور دیگر کئی وجوہات نے ریاست پاکستان کے پیش منظر کو دھندلا دیا ہے۔ ساتھ ہی مذہبی طبقہ کی انتہا پسندی اور شدت پسندی نے بھی معاشرے کے تانے بانے کو متاثر کر دیا ہے۔ طبقہ علماء اور مذہبی راہنماؤں کے بارے ہمیشہ یہ تاثر رہا ہے کہ وہ نرم خو، روادار اور برداشت کے حامل ہوتے ہیں۔ لیکن گزشتہ 15 برسوں میں علماء کی یہ خصوصیات ایک خواب کی سی بن کر رہ گئی ہیں۔ دہشت گردی کی اس لپیٹ میں مدارس بھی آ گئے۔ کچھ مدارس کے دہشت گردوں کے سہولت کار بننے کی وجہ سے سارے مدارس کو شک کی نگاہ سے دیکھا جانے لگا۔ ایسے حالات میں ضرورت ہے کہ ایک طرف مدارس پر لگائے جانے والے الزامات کو نہ صرف دور کیا جائے اور دوسری طرف یہاں سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کی اس طور پر تربیت کی جائے کہ وہ معاشرے میں قائدانہ کردار ادا کر سکیں۔ دعوت وارشاد کے اصولوں پر عمل پیرا ہوتے ہوئے پیغمبرانہ وظیفہ ''تبلیغ'' کو مؤثر انداز میں کر سکیں۔

(محمد راغب حسین نعیمی)

ناشر

ڈاکٹر سرفراز نعیمی (شہید) انسٹی ٹیوٹ برائے امن تعلیم وتحقیق

Marfat.com